Mirza Qadiani in Hira Mandi

مرزا قادیانی اِن ہیرامنڈی

اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے

- مرزا قادیانی ہیرامنڈی میں
- مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر
- مرزا قادیانی کی رنڈی استانی
- مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں
- قادیانی کنجر خانہ اور ندا نصر سکینڈل

مفتی مبشر شاہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	________	مرزا قادیانی اِن ہیرامنڈی
مصنف	________	مفتی مبشر شاہ
طبع اول	________	2026ء
تعداد	________	1000
قیمت	________	

اپیل

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ یہ خالص عقیدہ ختم نبوت کا کام ہے۔ ہماری تمام کتب فی سبیل اللہ تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہماری بہت سی کتب ابھی تک زیرِ طبع ہیں ،اپنے رزق حلال سے حصہ نکال کر کم از کم کوئی ایک کتاب یا چھوٹے رسائل کی اشاعت میں حصہ ڈالئے اللہ آپ کے جان مال کی خیر فرمائے آمین۔ کتاب کی اشاعت یا جامعہ ختم نبوت کے لیے اگر آپ تعاون کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل وٹس ایپ پر رابطہ فرمائیں 03247448814

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست کتاب

حرفِ اوّل

یہ کتاب "مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی" کسی وقتی جذبے، سنی سنائی بات یا محض مخالفانہ ردِّعمل کا نتیجہ نہیں، بلکہ ایک طویل فکری، تحقیقی اور تصنیفی سفر کی منطقی کڑی ہے۔اس سے قبل میری تصنیف "مرزا قادیانی چوہڑہ" منظرِ عام پر آچکی تھی، جس میں مرزا قادیانی کے خاندانی، سماجی اور طبقاتی پس منظر پر تفصیلی گفتگو کی گئی تھی۔اسی تحقیقی سفر کے دوران بعض ایسے پہلو سامنے آئے جنہوں نے نہ صرف ذہن کو چونکایا بلکہ ایک نئی، ناگزیر اور مستقل تحقیق کا تقاضا کیا۔ یہی تقاضا اس کتاب کی بنیاد بنا۔

جب میں "مرزا قادیانی چوہڑہ" تحریر کر رہا تھا تو اس کتاب میں چوہڑوں کے رہن سہن، سماجی عادات، اخلاقی ماحول اور ان کے مخصوص میلانات پر تاریخی و سماجی حوالوں کے ساتھ روشنی ڈالی گئی تھی۔اس ضمن میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ برصغیر کے بعض علاقوں میں چوہڑوں کا طوائفوں کے کوٹھوں پر آنا جانا ایک معروف اور تسلیم شدہ سماجی حقیقت تھا۔ زناکاری، بے پردگی اور اخلاقی بے راہ روی کو نہ صرف معمول سمجھا جاتا تھا بلکہ یہ طرزِ زندگی ان کے روزمرہ کلچر کا حصہ بن چکا تھا۔

اسی تحقیق کے دوران یہ نکتہ غیر معمولی اہمیت اختیار کرگیا کہ مرزا قادیانی نے اپنی نام نہاد روحانی تحریک کی ابتداء جس شخص سے کی، وہ نور محمد نامی ایک چوہڑا تھا۔ پھر یہی نور محمد اپنے قبیلے اور برادری کے دیگر چوہڑوں کو مرزا قادیانی کا مرید بنانے میں پیش پیش رہا۔ اس واقعے نے میرے ذہن میں ایک بنیادی سوال کو جنم دیا کہ اگر کسی شخص کی ابتدائی جماعت، اس کے اولین پیروکار اور اس کا سماجی حلقہ ایسے افراد پر مشتمل ہو جن کا اخلاقی و

معاشرتی پس منظر طوائفیت، ننگ و عاری اور بے قید زندگی سے جڑا ہو، تو اس شخص کی اپنی فکر، اس کا ذوق، اس کی مجالس اور اس کی عملی زندگی کس حد تک اس ماحول سے متاثر ہوگی۔

یہیں سے مرزا قادیانی کی زندگی کے ان پہلوؤں پر غور کا آغاز ہوا جو محض عقائد یا دعوؤں تک محدود نہیں بلکہ عملی زندگی، نشست و برخاست، قیام وطعام اور میل جول سے متعلق ہیں۔ چوہڑوں کے ذریعے بننے والا حلقہ، ان کا مخصوص کلچر، اور طوائفوں کے کوٹھوں سے جڑی ہوئی معاشرت، رفتہ رفتہ مرزا قادیانی کی اپنی زندگی کے ساتھ جڑتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ یہی وہ فکری لمحہ تھا جہاں یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ مرزا قادیانی کی شخصیت کو سمجھے بغیر، اس کے ماحول اور اس کے عملی روابط کو سامنے لائے بغیر، قادیانیت کی اصل روح اور اس کے اندر چھپی ہوئی اخلاقی حقیقت کو بے نقاب نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ "مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی" اسی فکری تسلسل کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب اس سوال کا جواب تلاش کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کا طوائفوں، ہیرا منڈی، کنجریوں، رنڈیوں اور ان کے ماحول سے تعلق محض اتفاقی تھا یا اس کی زندگی اور تحریک کا ایک مستقل اور گہرا حصہ۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر اس کتاب کے پانچوں رسائل قائم کیے گئے ہیں، اور یہی وہ نکتہ ہے جس نے اس کتاب کو لکھنا ایک علمی، تاریخی اور اخلاقی ضرورت بنا دیا۔

برصغیر میں جماعتِ احمدیہ کی دعوتی لٹریچر، تقاریر اور تنظیمی بیانیے میں مرزا غلام احمد قادیانی کو عموماً ایک نہایت پاکیزہ، زاہد، متقی اور روحانی شخصیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ایک عام قاری یا سادہ لوح فرد کے سامنے ان کی ایسی تصویر رکھی جاتی ہے جس میں دنیاوی میلانات، سماجی تضادات اور عملی کمزوریاں تقریباً ناپید دکھائی دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ محض اسی تقدیس زدہ تعارف سے متاثر ہو کر اس شخصیت اور اس سے منسوب جماعت کے بارے میں مثبت رائے قائم کر لیتے ہیں۔

لیکن جب ہم جذباتی وابستگی سے ہٹ کر خود قادیانی مصادر، تاریخی روایات، سوانحی کتب اور جماعتی لٹریچر کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتے ہیں تو ایک مختلف اور پیچیدہ تصویر سامنے آتی ہے۔ اس مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی عملی زندگی، سماجی میل جول، قیام وسفر کے مقامات اور بعض طرزِ عمل وہ نہیں تھے جو ایک مثالی، محتاط اور اخلاقی معیار کی نمائندگی کرتے ہوں، جیسا کہ ان کے پیروکار پیش کرتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں دعوے اور تاریخ کے مابین واضح خلا محسوس ہوتا ہے۔

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد کسی فرد یا گروہ کے خلاف جذباتی مہم چلانا نہیں، بلکہ اس تضاد کو نمایاں کرنا ہے جو تقدیس کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے۔ عوام، خصوصاً وہ افراد جو اس جماعت کے بیانیے سے متاثر ہو چکے ہیں، ان کا حق ہے کہ وہ مکمل تصویر دیکھیں، تمام پہلوؤں سے واقف ہوں اور پھر اپنے ضمیر، عقل اور علم کی بنیاد پر فیصلہ کریں۔ تاریخ کو منتخب اقتباسات اور یک رُخی تعارف کے ذریعے نہیں بلکہ اصل مآخذ کے آئینے میں دیکھا جانا چاہیے۔

اسی احساسِ ذمہ داری کے تحت یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، تاکہ مرزا قادیانی کی شخصیت اور اس سے وابستہ جماعت کے بارے میں وہ مواد بھی سامنے آئے جو عموماً پسِ پردہ رکھا جاتا ہے۔ قاری سے گزارش ہے کہ وہ اس مطالعے کو تعصب کے بجائے تحقیق، اور اندھی تقلید کے بجائے فہم و تدبر کے ساتھ پڑھے، کیونکہ سچائی خود دلیل کی محتاج نہیں ہوتی، بلکہ صرف پردے ہٹانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ کتاب دراصل پانچ مستقل مگر باہم مربوط تحقیقی رسائل پر مشتمل ہے، جنہیں ایک ہی فکری اور تاریخی محور پر ترتیب دیا گیا ہے۔ ان رسائل میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ذاتی زندگی، اس کے گرد موجود سماجی ماحول، اور اس ماحول کے جماعتی فکر پر مرتب ہونے والے اثرات کا

جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تمام مباحث محض قیاس، الزام یا جذباتی ردِعمل پر نہیں بلکہ قادیانی مصادر، جماعتی لٹریچر اور خود ان کی مستند مطبوعات سے اخذ کردہ حوالہ جات پر قائم کیے گئے ہیں۔

کتاب کا پہلا رسالہ" مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں" تاریخی پس منظر میں اس قیام کا جائزہ لیتا ہے جہاں لاہور کا مخصوص علاقہ سماجی اور اخلاقی حوالوں سے معروف تھا۔ دوسرا رسالہ" مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر" اُن روایات اور بیانات کا تنقیدی مطالعہ پیش کرتا ہے جو خود قادیانی کتب میں مختلف انداز سے محفوظ ہیں۔ تیسرا رسالہ" مرزا قادیانی کی رنڈی استانی" اس پہلو کو موضوع بناتا ہے کہ علمی و دینی دعووں کے حامل شخص کے گرد تعلیم اور تربیت کا تصور کس ماحول سے جڑا دکھائی دیتا ہے۔ چوتھا رسالہ مر" زا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں" جماعتی مزاج، فکری رویّوں اور اخلاقی تضادات کو تاریخی تسلسل میں واضح کرتا ہے۔ جبکہ پانچواں اور آخری رسالہ" قادیانی کنجر خانہ اور ندا نصر اسکینڈل" معاصر دور کے ایک سنگین واقعے کو سامنے رکھ کر یہ سوال اٹھاتا ہے کہ کیا ایک صدی قبل قائم ہونے والا فکری و تنظیمی ڈھانچہ آج بھی اسی طرزِ فکر کا مظہر ہے۔

ان تمام رسائل کا مقصد کسی فرد یا گروہ کو گالی دینا نہیں، بلکہ یہ دکھانا ہے کہ ایک نظریہ اپنے بانی کے کردار، اس کے ماحول اور اس کے عملی فیصلوں سے کیسے تشکیل پاتا ہے۔ اس کتاب میں قاری کو ایسے حوالہ جات، اقتباسات اور تاریخی بیانات ملیں گے جو عمومی لٹریچر میں یا تو نظرانداز کر دیے گئے، یا جنہیں مخصوص تاویلات کے ذریعے چھپا دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب محض ایک ردّی تحریر نہیں بلکہ ایک تنقیدی دستاویز ہے، جو قاری کو خود فیصلہ کرنے کا موقع دیتی ہے۔

قادیانیوں سے ہمارے تین بنیادی سوالات

سوال نمبر 1:

اگر مرزا غلام قادیانی واقعی وہی پاکیزہ، متقی اور اللہ کا برگزیدہ انسان تھا جیسا کہ قادیانی لٹریچر میں پیش کیا جاتا ہے، تو پھر خود قادیانی کتب میں بار بار اس کے لاہور کے ان مقامات پر قیام کا ذکر کیوں ملتا ہے جو تاریخی طور پر ہیرا منڈی، لکھی طوائف کے کوٹھے اور طوائفوں کے مراکز کے طور پر معروف رہے ہیں؟ کیا یہ محض اتفاق ہے یا اس کی کوئی واضح، غیر مبہم توجیہ قادیانی جماعت کے پاس موجود ہے؟

سوال نمبر 2:

اگر قادیانی خلافت واقعی اخلاقی تطہیر اور روحانی اصلاح کا سرچشمہ ہے، تو ندا نصر کیس میں سامنے آنے والی آڈیو گفتگو میں ایک متاثرہ خاتون کو انصاف کے بجائے خاموشی، چار گواہوں کی شرط اور جماعتی کارروائی کی دھمکی کیوں دی گئی؟ کیا یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات، انسانی ہمدردی اور خود قادیانی دعویٰ کردہ ''اعلیٰ اخلاق'' سے مطابقت رکھتا ہے؟

سوال نمبر 3:

جب ایک طرف مرزا قادیانی اپنی تحریروں میں کنجری، طوائف اور ان سے متعلق امور کو نیچ، ناپاک اور ناقابل اعتماد قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف اسی کے قریبی خلفاء، بیٹے اور جماعتی عمائدین کے اقوال و واقعات میں انہی طبقات سے میل جول، ان کی کمائی، ان کے ناچ اور ان کے معاملات کا جواز ملتا ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ سچا مؤقف کس کا ہے؟ مرزا کا یا اس کے خلفاء کا؟ اور اگر خلفاء کا مؤقف درست ہے تو مرزا کی تعلیمات کی حیثیت کیا رہ جاتی

ہے؟

یہ تین سوالات محض جذباتی نہیں بلکہ قادیانی لٹریچر، واقعات اور خود ان کے داخلی بیانات کی بنیاد پر قائم کیے گئے ہیں۔ ان سوالات کا واضح، مدلل اور دیانت دارانہ جواب دیے بغیر نہ مرزا قادیانی کی تقدیس ثابت ہو سکتی ہے اور نہ ہی قادیانی خلافت کی اخلاقی برتری۔

قادیانیوں آؤ اسلام کی جانب

قادیانیوں کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت سے آنکھیں نہ چرائیں اور مرزا غلام قادیانی اور اس کی جماعت کے پردے کے پیچھے چھپی ہوئی اصلیت کو پہچانیں۔ وہ حقیقت جو اب تک ان سے چھپی رہی ہے، اب واضح ہو چکی ہے کہ یہ گروہ نہ صرف عقائد میں گمراہ کن ہے بلکہ اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی انسانی وقار کے منافی ہے۔ قادیانی اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے بہتر مستقبل چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اس دجالی گروہ کے جال سے آزاد ہوں، اس کے جھوٹ اور فریب سے دور رہیں اور حقیقی اسلام کی طرف رجوع کریں، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سنہرے اصولوں پر مبنی ہے۔ اسلام میں داخل ہو کر نہ صرف وہ اپنے ایمان کو سچا اور پاکیزہ بنا سکتے ہیں بلکہ اپنی نسلوں کو بھی روشنی اور ہدایت کی راہ دکھا سکتے ہیں، جہاں عدل، احسان، تقویٰ اور اخلاقی پاکیزگی کی بنیاد پر زندگی گزارنا ممکن ہو۔ وقت ضائع نہ کریں، حقائق کو قبول کریں اور اللہ کی رحمت اور نجات کے لیے حقیقی اسلام اختیار کریں۔

قادیانیوں! آج وقت ہے کہ اپنی زندگی کے سب سے اہم فیصلے کی جانب توجہ دیں اور آئیں اسلام کی حقیقی تعلیمات کی روشنی میں قدم رکھیں۔ وہ نظامِ عقائد اور وہ گروہ جس نے آپ

کے ایمان کو گمراہ کیا، اب بے نقاب ہو چکا ہے، اس کی حقیقت واضح ہے کہ یہ نہ صرف جھوٹ اور فریب پر قائم ہے بلکہ اخلاق و کردار میں بھی اسلام کے معیار کے خلاف ہے۔ آئیں اور اپنے رب کی طرف رجوع کریں، قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے ایمان کو سچا، پاکیزہ اور مکمل بنائیں، اور مرزا غلام قادیانی اور اس کی جماعت کے فریب سے آزاد ہو کر حقیقی اسلام کو اپنائیں۔ اسلام میں داخل ہو کر نہ صرف آپ اپنی زندگی کو روشن اور ہدایت یافتہ بنا سکتے ہیں بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے بھی اخلاق، تقویٰ اور انصاف کی بنیاد پر مضبوط اور صالح معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ وقت ضائع نہ کریں، حق کو پہچانیں اور اللہ کی رحمت اور ہدایت کے لیے حقیقی اسلام کو قبول کریں۔

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان ومذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی وانتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہو سکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت وسلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

ہیرا منڈی

میں

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ



+923247448814

مرزا قادیانی ہیرامنڈی میں

مقدمہ

کتاب کے عنوان اور اس کے پس منظر کی توضیح

یہ کتاب "مرزا قادیانی اِن ہیرامنڈی" کسی سنسنی خیزی، ذاتی عناد یا الزام تراشی کے جذبے کے تحت مرتب نہیں کی جارہی، بلکہ یہ عنوان خود قادیانی مصادر سے اخذ شدہ اُن حقائق کی طرف اشارہ ہے جو طویل عرصہ سے پردۂ اخفا میں رکھے گئے، یا پھر سادہ لوح عوام سے دانستہ طور پر اوجھل کیے جاتے رہے۔ "ہیرامنڈی" برصغیر میں بازارِ حسن کے طور پر معروف ایک تاریخی مقام ہے، جو فحاشی، طوائفیت اور اخلاقی انحطاط کی علامت سمجھا جاتا ہے، اور اس کتاب میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ مرزا غلام قادیانی کی زندگی کے بعض خفیہ گوشے اسی ماحول، اسی طبقے اور اسی ذہنیت سے جڑے ہوئے تھے، جنہیں بعد میں تقدس، بزرگی اور روحانیت کے مصنوعی پردوں میں چھپادیا گیا۔

اس کتاب کا منہج اور طریقۂ کار

یہ امر نہایت وضاحت کے ساتھ ابتدا ہی میں واضح کیا جانا ضروری ہے کہ اس کتاب میں کوئی بھی الزام، واقعہ یا تبصرہ مصنف کی اپنی طرف سے گھڑا ہوا نہیں ہوگا، بلکہ ہر دعویٰ قادیانی جماعت کی مستند اور مسلمہ کتب سے براہِ راست نقل کیا جائے گا۔ سیرت المہدی، روحانی خزائن، ملفوظات، مکتوبات اور دیگر قادیانی مصادر سے ایسے اقتباسات پیش کیے جائیں گے جن سے مرزا قادیانی کی نجی زندگی، معاشرتی تعلقات اور اخلاقی کردار کا حقیقی چہرہ سامنے آتا ہے۔ قاری خود فیصلہ کرے گا کہ جس شخص کو نبی، مجدد یا مسیح کہنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، کیا اس کا طرزِ

عمل، اس کا ماحول اور اس کے روابط واقعی انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت وشان کے مطابق تھے یا نہیں۔

تقدس کے مصنوعی خول کو چاک کرنے کی ضرورت

تاریخ کا ایک مسلم اصول ہے کہ شخصیات کو القابات اور عقیدت کے غلاف میں لپیٹ کر پیش کیا جائے تو ان کے اصل کردار تک رسائی ممکن نہیں رہتی۔ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ اس کے ماننے والوں نے اس کی زندگی کے سیاہ ابواب کو یا تو حذف کر دیا یا پھر ان کی ایسی تاویلات گھڑ لیں جو عقل، اخلاق اور شریعت بی تینوں کے خلاف ہیں۔ یہ کتاب انہی تاویلات، پردہ پوشیوں اور فکری خیانتوں کو بے نقاب کرنے کے لیے لکھی جا رہی ہے، تاکہ قاری یہ دیکھ سکے کہ جس شخص کو زہد وتقویٰ کا پیکر بنا کر پیش کیا جاتا ہے، وہ درحقیقت کن لوگوں کے درمیان اٹھتا بیٹھتا تھا، کن مجالس سے وابستہ تھا اور کن کرداروں سے اس کے روابط تھے۔

الزام نہیں، اعترافات پیش کیے جائیں گے

اس کتاب کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہوگی کہ یہاں دشمنوں کے بیانات نہیں بلکہ خود قادیانیوں کے اعترافات پیش کیے جائیں گے۔ یہ وہ اعترافات ہیں جو کبھی سوانح کے نام پر، کبھی واقعات کے عنوان سے اور کبھی ضمنی تذکروں میں درج کر دیے گئے، مگر ان کے منطقی نتائج پر کبھی گفتگو نہیں کی گئی۔ مصنف کا کام صرف اتنا ہوگا کہ ان اقتباسات کو ان کے اصل سیاق وسباق کے ساتھ پیش کرے اور پھر یہ سوال اٹھائے کہ کیا ایسا شخص، ایسا کردار اور ایسا ماحول نبوت، اصلاحِ امت یا روحانی قیادت کے کسی معیار پر پورا اتر سکتا ہے؟

قاری سے انصاف کی اپیل

یہ کتاب کسی فرد کو گالی دینے یا جذباتی نعروں کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش

نہیں کرے گی، بلکہ قاری کو دعوت دے گی کہ وہ خود پڑھ کر، خود سوچ کر اور خود نتیجہ اخذ کرے۔ اگر پیش کیے گئے اقتباسات قادیانی کتب سے ہیں ہی اور وہ یقیناہیں ہی تو پھر ان پر اعتراض کا حق مصنف پر نہیں بلکہ ان کتب کے مؤلفین اور اس جماعت پر عائد ہو گا جو انہیں مستند مانتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ایک فکری آئینہ ہے، جس میں مرزا قادیانی کی شخصیت کو اس کے اصل خدوخال کے ساتھ دیکھا جا سکے گا، بغیر کسی رنگ آمیزی اور بغیر کسی تقدس کے لیبل کے۔

اختتامی کلماتِ مقدمہ

"مرزا قادیانی اِن ہیرامنڈی" دراصل اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی ایک سنجیدہ کوشش ہے کہ کیا نبوت، دیانت، پاکیزگی اور اخلاقی عظمت ایسے کرداروں کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے جن کا تعلق بازارِ حسن، اخلاقی پستی اور مشکوک مجالس سے ثابت ہو؟ اس کتاب کے صفحات میں آگے بڑھتے ہوئے قاری کو بار بار یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑے گا کہ اصل فتنہ الزام میں نہیں، بلکہ حقیقت سے فرار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو حق دکھائے اور باطل کو باطل سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مرزا قادیانی کا ہیرامنڈی میں قیام

سفر لاہور (۱۸۹۲ء) سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود نے جنوری ۱۸۹۲ء کے تیسرے ہفتہ میں لاہور والوں پر اتمام حجت کے لئے سفر لاہور اختیار فرمایا۔ حضور لاہور اسٹیشن سے قیامگاہ تک یکے میں سوار ہو کر پہنچے۔ ابتداء حضور نے منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر لاہور کی کوٹھی واقع چونا منڈی میں قیام فرمایا۔ لیکن جب وہ جگہ کافی نہ رہی تو آپ محبوب رایوں کے مکان واقع ہیرامنڈی میں تشریف لے گئے۔

ایک فاتر العقل شخص کا حملہ: حضرت اقدس قیام لاہور کے دوران میں مسجد مولوی رحیم اللہ صاحب میں جو (لنگے منڈی میں میاں چراغ الدین صاحب کے مکانات کے سامنے تھی) نمازیں ادا فرماتے تھے۔ایک روز حضور ظہر یا عصر کی نماز پڑھ کر سیدھا مٹھا بازار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے جہاں حضور محبوب رایوں کے مکان میں مقیم تھے۔حضور کے پیچھے خدام دس گز کے فاصلے پر تھے۔کہ ایک شخص اچانک آ کر لپٹ گیا اور شور مچانے لگا کہ مہدی تو میں ہوں تم نے کیوں دعویٰ کیا ہے؟ وہ نہ تو آپ کو اٹھا سکا نہ گرا سکا۔حضرت اقدس کے بعض خدام نے اسے پکڑ کر الگ کر دیا۔وہ اسے مارنا چاہتے تھے مگر حضور نے مسکرا کے ارشاد فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو جانے دو۔معذور ہے وہ تو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا عہدہ میں نے سنبھال لیا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 454)

اس اقتباس سے سب سے پہلا اور ناقابل انکار نکتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی کا قیام لاہور کے جس مقام پر ہوا وہ ہیرا منڈی تھا، جو تاریخی طور پر بازارِ حسن اور طوائفوں کے کوٹھوں کے لیے معروف رہا ہے، اور خود قادیانی مصادر کے مطابق جب چونا منڈی میں منشی میراں بخش کی کوٹھی تنگ پڑ گئی تو مرزا قادیانی کو محبوب رائے کے مکان میں منتقل کیا گیا جو صراحت کے ساتھ ہیرا منڈی میں واقع تھا، لہٰذا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی کا ہیرا منڈی سے کوئی تعلق نہیں، خود ان کی جماعت کی مستند تاریخ کے خلاف ہے، اور مزید تفصیلات آئندہ حوالے جات میں واضح ہوں گی کہ یہ قیام محض عارضی یا مجبوری کا نہیں بلکہ ایک خاص ماحول اور مخصوص افراد کے درمیان تھا۔

دوسرا نہایت اہم نکتہ اس واقعے میں یہ سامنے آتا ہے کہ ہیرا منڈی ہی کے ماحول میں ایک اور شخص نمودار ہوتا ہے جو خود کو امام مہدی قرار دیتا ہے اور مرزا قادیانی پر اعتراض کرتا ہے کہ "مہدی تو میں ہوں، تم نے کیوں دعویٰ کیا؟"۔ یہاں مرزا قادیانی کا جواب اور طرزِ عمل اس کے اپنے دعویٰ مہدویت پر کاری ضرب لگاتا ہے، کیونکہ مرزا قادیانی نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ چودھویں صدی کا مجدد اور امام مہدی وہی ہے اور اس کے زمانے میں کوئی دوسرا دعوے دار موجود نہیں، بلکہ اگر کوئی اور دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے، مگر یہاں خود اس کے قیام کے دوران ایک دوسرا دعوے دار سامنے آتا ہے، جسے وہ جھوٹا ثابت کرنے، اس کے دعوے کو باطل قرار دینے یا اس پر کسی الٰہی گرفت کے نزول کا ذکر کرنے کے بجائے محض "فاتر العقل" کہہ کر ٹال دیتا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایسے دعوے دار اس دور میں موجود تھے اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ "اور کوئی دعوے دار نہیں" محض ایک خود ساختہ اور بے بنیاد دعویٰ تھا۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی واقعی منصوص من اللہ امام مہدی ہوتا تو ایسے مدعی کے بارے میں اس کا ردعمل محض ہمدردی یا مسکراہٹ نہ ہوتا بلکہ وہ اس کے دعوے کو دینی، عقلی اور وحی الٰہی کی بنیاد پر باطل قرار دیتا، مگر یہاں نہ کوئی وحی نازل ہوتی ہے، نہ کوئی فیصلہ کن نشان ظاہر ہوتا ہے، بلکہ معاملہ ایک عام انسان کی طرح نمٹا دیا جاتا ہے، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پورا قصہ مہدویت کے دعوے کو سنجیدہ الٰہی منصب کے بجائے ایک نفسیاتی اور سماجی فتنہ بنا کر پیش کرتا ہے۔

چوتھا نکتہ یہ ہے کہ یہ واقعہ اس حقیقت کو بھی بے نقاب کرتا ہے کہ مرزا قادیانی جس ماحول میں اپنے دعوے پھیلا رہا تھا وہ نہ علمی تھا، نہ دینی مراکز پر مبنی، بلکہ بازاروں، مٹھا بازار، لنگے منڈی اور ہیرا منڈی جیسے مقامات سے جڑا ہوا تھا، جو خود اس کے دعویٰ تقدس اور

روحانیت کے ساتھ صریح تضاد رکھتا ہے، اور یہی وہ تضادات ہیں جنہیں اس کتاب میں قادیانی مصادر کی روشنی میں مرحلہ وار سامنے لایا جائے گا تاکہ قاری کو یہ سمجھنے میں دشواری نہ رہے کہ جنہیں "مسیح ومہدی" بنا کر پیش کیا گیا وہ درحقیقت کس ماحول، کس طرزِ فکر اور کس قسم کی زندگی سے وابستہ تھے۔

شبہ والی جگہوں سے اجتناب از قرآن و حدیث

اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف گناہ سے بچنے ہی کا حکم نہیں دیتا بلکہ ہر اس راستے سے بھی روکتا ہے جو گناہ، تہمت یا بدگمانی تک لے جائے۔ اسی اصول کو فقہ وحدیث میں سدِّ ذرائع کہا جاتا ہے، یعنی برائی کے اسباب اور ذرائع کا دروازہ ابتدا ہی میں بند کر دینا۔ قرآن و سنت میں یہ اصول بار بار واضح کیا گیا ہے تاکہ اہلِ ایمان کی سیرت، کردار اور معاشرت ہر قسم کے داغ سے پاک رہے، بالخصوص وہ شخص جو خود کو نبی، مجدد یا امام مہدی کہلوانے کا دعوے دار ہو۔

قرآنِ کریم کی ہدایت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا

ترجمہ کنزالایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ۔

(سورہ بنی اسرائیل آیت 32)

اس آیت میں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "زنا نہ کرو" بلکہ فرمایا "بدکاری کے پاس نہ جاؤ"۔ مفسرین اہلِ سنت نے واضح کیا ہے کہ اس میں وہ تمام مقامات، ماحول اور حالات شامل ہیں جو زنا، فحاشی یا بدکاری کی طرف لے جائیں، یا جن سے تہمت اور

بدگمانی پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ تقویٰ ہمیشہ مشتبہ جگہوں سے بھی اجتناب کرتے آئے ہیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ اور شبہات سے بچنے کی تعلیم

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ".

حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔ (پس ان سے بچو اور) سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا سارا

بدن درست ہوگا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

(صحیح بخاری، حدیث 52؛ صحیح مسلم، حدیث 1599، 4094)

یہ حدیث اس اصول کو قطعی بنا دیتی ہے کہ اللہ کا مقرب بندہ، نبی تو درکنار، عام صالح انسان بھی اپنی عزت اور دین کی حفاظت کے لیے شبہ والی جگہوں اور حالات سے دور رہتا ہے، تا کہ لوگوں کو طعن و تشنیع یا تہمت کا موقع نہ ملے۔

نبی ﷺ کا عملی نمونہ

نبی کریم ﷺ کی سیرت اس باب میں سب سے روشن مثال ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رات کے وقت مسجد سے نکلتے ہوئے جب دو صحابہؓ سامنے آئے تو آپ ﷺ نے فوراً فرمایا:

أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً، ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا، حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ، عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَبُرَ

عَلَيْهِمَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا

انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے مسجد میں آئیں تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر واپس ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں پہنچانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں، تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی سوچ کی ضرورت نہیں، یہ تو (میری بیوی) صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ ان دونوں صحابیوں نے عرض کیا، سبحان اللہ! یا رسول اللہ! ان پر آپ کا جملہ بڑا شاق گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔

(صحیح بخاری، حدیث 2035؛ صحیح مسلم، حدیث 5679،2175)

حالانکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہ بدگمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، مگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ سبق دیا کہ تہمت کے ہر ممکن دروازے کو بند کر دیا جائے۔

مرزا قادیانی اور ہیرا منڈی میں قیام کا مسئلہ

اب اس قطعی قرآنی و حدیثی اصول کی روشنی میں جب تاریخ احمدیت کے مذکورہ اقتباس کو دیکھا جائے، جس میں مرزا قادیانی کا ہیرا منڈی جیسے بدنام بازارِ حسن میں قیام ثابت ہوتا ہے، تو ایک بنیادی سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ ہیرا منڈی کوئی عام رہائشی علاقہ نہ تھا بلکہ برصغیر میں فحاشی، طوائف گری اور اخلاقی غلاظت کی علامت کے طور پر مشہور رہا ہے۔ ایسے مقام پر کسی شخص کا قیام، وہ بھی اس دعوے کے ساتھ کہ وہ امام مہدی اور مجددِ وقت ہے، قرآن وسنت کے بیان کردہ اصولِ احتیاط کے صریح خلاف ہے۔

اہلِ سنت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ نہ صرف گناہوں سے پاک ہوں گے بلکہ ان کے طرزِ عمل میں ادنیٰ درجے کا شبہ بھی نہ ہوگا۔ ان کی زندگی لوگوں کے لیے نمونہ ہوگی، نہ کہ اعتراض، اور ان کا قیام و قیام گاہیں لوگوں کو دین کی طرف مائل کریں گی، نہ کہ سوالات اور بدگمانیاں پیدا کریں۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ کے نبی، اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے صلحاء، ہمیشہ شبہ والی جگہوں سے اجتناب کرتے ہیں تاکہ نہ دین پر حرف آئے اور نہ کردار پر۔ اس معیار پر مرزا قادیانی کا ہیرا منڈی جیسی جگہ میں قیام نہ صرف شدید شبہات کو جنم دیتا ہے بلکہ اس کے دعوائے مہدیت و روحانیت کو خود اسی کے اعمال کے ذریعے مشکوک بنا دیتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس پر آئندہ صفحات میں قادیانی مصادر ہی کی روشنی میں مزید تفصیل کے ساتھ بحث آگے بڑھے گی۔

ہیرا منڈی کے قیام کا ایک اور حوالہ

جنوری ۹۲ء میں حضرت اقدس لاہور تشریف لے گئے ابتدا چونے منڈی میں منشی میران بخش کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔ وہاں آپ

نے ایک تقریر کی اور حضرت حکیم الامہ نے بھی تقریر کی تھی۔اس کے بعد محبوب رایوں کے مکان واقعہ ہیرامنڈی میں تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔فروری میں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے حضرت اقدس کا مباحثہ ہوا۔اس عرصہ میں حضرت نواب صاحب کو لاہور آنے کا موقعہ نہیں ملا۔البتہ آپ جلسہ سالانہ ۹۲ء میں شریک ہوئے۔

(اصحاب احمد جلد 2 صفحہ 100)

قرآن وسنت کا ایک مسلم اصول یہ ہے کہ دین کا داعی، بالخصوص جو شخص خود کو امام، مجدد یا مہدی جیسے عظیم منصب سے منسوب کرے، اس کی زندگی نہ صرف گناہ سے پاک ہو بلکہ تہمت، شبہ اور بدگمانی کے تمام اسباب سے بھی دور ہو۔شریعتِ اسلامیہ صرف حرام سے بچنے کا حکم نہیں دیتی بلکہ ان مقامات اور حالات سے بھی اجتناب کا حکم دیتی ہے جو لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا کریں، کیونکہ دین کی دعوت کا تعلق محض فرد کے ذاتی عمل سے نہیں بلکہ امت کے عمومی اخلاق اور اعتماد سے ہوتا ہے۔

قرآنِ کریم میں اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پاکیزہ طرزِ زندگی اختیار کریں اور ایسے راستوں کے قریب بھی نہ جائیں جو فتنہ، فساد یا بدنامی کا سبب بنیں۔نبی کریم ﷺ کی سنت اس اصول کی عملی تفسیر ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر اپنے عمل سے یہ واضح فرمایا کہ داعیِ دین کو تہمت کے ہر دروازے کو بند کرنا چاہیے، خواہ وہ کام فی نفسہ حرام نہ بھی ہو، کیونکہ مقصد صرف اپنی ذات کو بچانا نہیں بلکہ دین کے وقار کی حفاظت کرنا ہے۔

احادیثِ نبویہ میں بھی اس اصول پر بار بار زور دیا گیا ہے کہ مومن کو شبہات سے بچنا چاہیے، کیونکہ شبہات انسان کو آہستہ آہستہ حرام کی طرف لے جاتے ہیں، اور دین کے رہنما کے

لیے یہ بات اور زیادہ سخت ہے کہ وہ اپنے عمل اور قیام و قیودات سے لوگوں کے دلوں میں سوالات پیدا کرے۔ اسی لیے فقہاءِ اہلِ سنت نے لکھا ہے کہ امام، قاضی اور دینی پیشوا کے لیے ایسے مقامات پر جانا یا وہاں قیام کرنا مکروہِ شدید بلکہ بعض حالات میں ممنوع ہے جہاں عام طور پر فسق و فجور، فحاشی یا بدکاری معروف ہو، کیونکہ اس سے منصبِ امامت مجروح ہوتا ہے۔

اس اصول کی روشنی میں جب قادیانی کتب کے اپنے بیانات کے مطابق مرزا قادیانی کا قیام لاہور میں ہیرا منڈی جیسے بدنام اور غلیظ بازار میں ثابت ہوتا ہے، تو یہ محض ایک تاریخی واقعہ نہیں رہتا بلکہ ایک سنگین دینی سوال بن جاتا ہے۔ ہیرا منڈی برصغیر میں صدیوں سے فحاشی، طوائف گری اور اخلاقی گراوٹ کی علامت سمجھی جاتی رہی ہے، اور خود مسلمان معاشرہ اسے ایک قبیح اور قابلِ نفرت مقام کے طور پر جانتا ہے۔ ایسے ماحول میں قیام کرنا عام آدمی کے لیے بھی معیوب سمجھا جاتا ہے، چہ جائیکہ وہ شخص جو خود کو امام مہدی، مسیح موعود اور مجددِ اعظم قرار دے رہا ہو۔

یہاں یہ نکتہ نہایت اہم ہے کہ مرزا قادیانی کے قیامِ ہیرا منڈی کا ذکر مخالفین کی کتابوں سے نہیں بلکہ خود قادیانی جماعت کی مستند تصانیف، جیسے "تاریخ احمدیت" اور "اصحاب احمد" سے ثابت ہے۔ اس لیے یہ الزام یا بہتان نہیں بلکہ ان کے اپنے تاریخی بیانات کا منطقی نتیجہ ہے۔ اگر ایک طرف وہ شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کے زمانے میں کوئی اور مہدی یا مجدد نہیں اور اگر کوئی دعوے دار ہو تو وہی سچا ہو سکتا ہے، اور دوسری طرف اسی کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ وہ بدنام بازار میں ایک طوائف کے کوٹھے واقع مکان میں قیام پذیر رہا، تو یہ تضاد خود اس کے دعووں کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اس بات کی شاہد ہیں کہ

انہوں نے نہ صرف حرام سے بلکہ تہمت کے ہر ممکن دروازے سے بھی اجتناب کیا۔ اگر کہیں شبہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تو فوراً وضاحت فرما دیتے یا اس جگہ کو چھوڑ دیتے، تا کہ دین اسلام پر انگلی نہ اٹھے۔ اس معیار پر جب مرزا قادیانی کے طرزِ عمل کو پرکھا جاتا ہے تو یہ سوال پوری شدت سے سامنے آتا ہے کہ کیا ایسا شخص، جو خود اپنی تحریروں کے مطابق فحاشی کے گڑھ میں قیام کرتا رہا، قرآن وسنت کے معیار پر امام مہدی یا دینی رہبر کہلانے کا اہل ہوسکتا ہے؟

نتیجتاً یہ بات پوری وضاحت سے سامنے آتی ہے کہ اسلام جس رہنمائی، تقویٰ، حیا اور احتیاط کا مطالبہ اپنے پیشواؤں سے کرتا ہے، مرزا قادیانی کا قیامِ ہیرا منڈی اس معیار سے صریح انحراف ہے۔ یہ صرف ایک اخلاقی لغزش نہیں بلکہ دعویٰ امامت و مہدویت کے بنیادی تقاضوں کے خلاف ایک ایسا طرزِ عمل ہے جو خود اس دعوے کو مشکوک بلکہ باطل ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ہیرا منڈی میں مرزا کی صداقت کا پہلا اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور محبوب رایوں کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں قیام فرمایا۔ آپ زیارت کیلئے پہنچے۔ پہلے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب سے ملاقات کر کے لطف اندوز ہوئے اور پھر حضرت اقدس کی زیارت کر کے بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ شخص صادق ہے جھوٹا نہیں۔

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 135)

صداقت کے اولین اعلان کا شرعی و اخلاقی تجزیہ

یہ حوالہ جس میں خود قادیانی کتب کے مطابق مرزا قادیانی کا 1892ء میں لاہور آ کر ہیرا منڈی جیسے بدنامِ زمانہ بازارِ حسن میں قیام ثابت ہوتا ہے، اور اسی قیام کے دوران اس

کی صداقت کا پہلا اعلان کیا جاتا ہے، محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک نہایت سنگین شرعی، اخلاقی اور اعتقادی سوال کو جنم دیتا ہے۔سوال یہ ہے کہ جس شخص کو امام مہدی یا مجدد ماننے کا دعویٰ کیا جائے، کیا اس کے شایانِ شان ہے کہ وہ ایسی جگہ قیام کرے جو فحاشی، زنا اور علانیہ فسق وفجور کا مرکز ہو، اور وہیں سے اپنی صداقت کا پہلا تاثر قائم کرائے؟

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک امام مہدی رضی اللہ عنہ کی شخصیت تقویٰ، زہد، شریعت کی پابندی، اور فتنوں سے اجتناب کی علامت ہوگی۔ وہ لوگوں کو خود اپنے عمل سے سنت کی طرف بلائیں گے، نہ کہ اپنے طرزِ عمل سے سوالات اور اعتراضات کو جنم دیں گے۔ امام مہدی کا ماحول، نشست و برخاست اور قیام سب کچھ ایسا ہوگا جو لوگوں کے دلوں میں ہیبتِ دین پیدا کرے، نہ کہ شبہات اور بدگمانیاں۔

ہیرا منڈی محض ایک محلہ نہیں بلکہ تاریخی طور پر ایک ایسی جگہ رہی ہے جہاں طوائفیں، رقص وسرود اور علانیہ بدکاری ہوتی رہی۔ ایسی جگہ قیام کرنا، پھر یہ کہنا کہ وہیں کسی شخص نے پہلی مرتبہ مرزا قادیانی کو "صادق" قرار دیا، خود اس صداقت کے معیار پر سوالیہ نشان ہے۔ صداقت کا پہلا اعلان اگر ایسے ماحول میں ہو جہاں اخلاقی آلودگی معروف ہو، تو عقلِ سلیم اور شرعِ متین دونوں اس پر مطمئن نہیں ہوتیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے، بالخصوص انبیاء، مجددین یا امام مہدی جیسی عظیم ہستیوں سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ تہمت، شبہ اور اخلاقی غلاظت کے مراکز میں قیام کریں۔ مرزا قادیانی کا ہیرا منڈی میں قیام، اور وہیں اس کی صداقت کا پہلا اعلان، نہ صرف دعویٰ مہدویت کے منافی ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصولوں سے کھلا تصادم ہے۔ یہی وہ تضاد ہے جو اس دعوے کی بنیادوں کو خود اسی کے اپنے حوالہ جات سے کمزور کردیتا ہے۔

”صداقت“ کا پہلا اعلان، ایک نیا فکری سوال

اس اقتباس کی سب سے غیر معمولی اور چونکا دینے والی بات یہ نہیں کہ مرزا قادیانی لاہور آیا، بلکہ یہ ہے کہ اس کی صداقت کا پہلا زبانی اعلان ایک ایسی جگہ پر ہوا جو خود معاشرتی اور اخلاقی اعتبار سے مشتبہ، متنازع اور بدنام سمجھی جاتی تھی۔ یہ محض قیام کا مسئلہ نہیں بلکہ ابتدائے دعویٰ، تاثرِ نبوت اور مقامِ اعلان کا مسئلہ ہے۔

یہاں ایک نیا اصولی سوال جنم لیتا ہے:

کیا اللہ تعالیٰ اپنے کسی صادق، مجدد یا مہدی کی پہچان کا آغاز ایسی جگہ سے کرواتا ہے جو عرفِ عام میں فحاشی، فسق اور اخلاقی گراوٹ کی علامت ہو؟

صداقت کا اعلان اور مقام کا انتخاب، نبوی منہج کے خلاف

قرآن وسنت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی پہچان ہمیشہ ایسے ماحول میں ظاہر ہوئی جہاں طہارتِ ظاہر، وقار، سنجیدگی اور اخلاقی وقعت موجود ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت نہ صرف پاک ہوتی ہے بلکہ دعوت کا ماحول بھی تہمت سے پاک رکھا جاتا ہے تاکہ حق بات کسی اخلاقی اعتراض کی نذر نہ ہو۔

یہ ایک مستقل اصول ہے کہ حق بات اگر مشتبہ ماحول میں پیش کی جائے تو وہ خود شکوک کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسی لیے شریعت میں صرف حرام سے نہیں بلکہ حرام کے قریب لے جانے والے اسباب سے بھی اجتناب کا حکم ہے۔ یہاں مسئلہ زنا یا فحاشی کے ارتکاب کا نہیں، بلکہ تاثر، مقام اور تہمت کے دروازے کھولنے کا ہے۔

صداقت کا پہلا گواہ اور پہلا منظر

یہ بات بھی غیر معمولی ہے کہ جس شخصیت کو بعد میں ”عالم اسلام کا مجدد“ اور ”مہدی“ قرار دیا گیا، اس کی صداقت پر سب سے پہلا بے ساختہ جملہ ایک طوائفوں کے محلے میں قیام کے

دوران کہا گیا۔ یہ منظر بذاتِ خود دعوت کے وقار کو مجروح کرتا ہے۔

اہلِ حق ہمیشہ اس بات کے قائل رہے ہیں کہ سچائی خود بھی پاک ہوتی ہے اور اپنے اظہار کے لیے پاک ظرف اور پاک ماحول چاہتی ہے۔ اگر سچائی کا پہلا چراغ ہی ایسی جگہ جلایا جائے جہاں اخلاقی اندھیرے معروف ہوں، تو یہ چراغ روشنی سے زیادہ سوالات پیدا کرتا ہے۔

امام مہدی کا تصور اور عرفِ عام

امام مہدی کا تصور صرف مذہبی نہیں بلکہ اخلاقی اور اصلاحی بھی ہے۔ عوام الناس کے ذہن میں مہدی وہ شخصیت ہے جو فساد سے دور، شبہات سے بالا، اور کردار میں بے داغ ہو۔ اگر اسی مہدی کی صداقت کا پہلا اعلان ایسی جگہ سے وابستہ ہو جائے جسے عرفِ عام "بازارِ حسن" کے نام سے جانتا ہو، تو یہ تصورِ مہدویت خود متزلزل ہو جاتا ہے۔

یہاں الزام نہیں، بلکہ خود قادیانی مصادر سے نکلنے والا ایک فکری تضاد سامنے آتا ہے:
دعویٰ آفاقی اصلاح کا، مگر آغاز ایک ایسے مقام سے جو اصلاح نہیں بلکہ بدنامی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

یہ بحث نہ تو محض مقامِ قیام پر ہے، نہ ہی کسی اخلاقی تہمت پر، بلکہ دعوت کے اولین تاثر، صداقت کے اولین اعلان، اور نبوی منہج سے ہم آہنگی یا عدم ہم آہنگی پر ہے۔

یہ سوال اب باقی نہیں رہتا کہ مرزا قادیانی کہاں ٹھہرا، بلکہ یہ بنیادی سوال کھڑا ہو جاتا ہے کہ:

کیا اللہ کی طرف سے مامور کسی شخصیت کی پہچان کا پہلا اعلان ایسی جگہ سے ہونا، خود اس ماموریت کے دعوے پر سوالیہ نشان نہیں بن جاتا؟

ہیرا منڈی کے بدقماشوں کی غیرت اور قادیانیوں کی ہیرا منڈی میں بیعت

قبول احمدیت : مباحثہ دہلی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے لاہور میں کئی روز تک قیام رکھا (حضور جنوری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لے گئے اور "محبوب رایوں" کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں مقیم ہوئے)۔ان ایام میں لاہور میں مخالفت کا زور تھا۔ بیہودہ لوگ گلی کوچوں میں گندہ دہانی کرتے اور جھوٹے لغو اور بےہودہ قصے حضرت اقدس کے خلاف مشہور کیا کرتے تھے۔اکثر لوگوں کا ہجوم حضور کے مکان کے گرد رہتا تھا۔اور اندیشہ تھا کہ بدقماش لوگ مکان میں گھس کر حملہ نہ کر دیں۔بیعت کرنے والوں کو مخالفین تنگ کرنے کی کوشش کرتے تھے اس وجہ سے بیعت کا کئی دفعہ اظہار بھی نہیں کیا جاتا تھا۔چنانچہ مرزا ایوب بیگ صاحب اور آپ کے حقیقی بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک دوسرے سے خفیہ بیعت کی۔

(اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 87،86)

اس حوالہ سے ایک بالکل نیا زاویہ سامنے آتا ہے جو اس سے پہلے بیان نہیں ہوا، اور وہ یہ ہے کہ قبولِ حق کا معیار فطرتِ سلیمہ بھی ہوتی ہے، اور یہاں خود قادیانی تاریخ یہ گواہی دے رہی ہے کہ ہیرا منڈی جیسے مقام کے بدقماش اور گنہگار لوگ بھی مرزا قادیانی کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

قرآن مجید ایک بنیادی اصول بیان کرتا ہے کہ حق جب آتا ہے تو دل اس کی طرف کھنچتے ہیں، خواہ عمل میں کمزور ہی کیوں نہ ہوں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ

ترجمہ کنزالایمان: تو جھاگ تو پھک (جل) کر دور ہو جاتا ہے، اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے۔

(سورہ الرعد آیت 17)

اس کا ایک فطری مظہر یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ، حتیٰ کہ گناہوں میں مبتلا افراد بھی، حق کے وقار کو محسوس کرتے ہیں۔

لیکن یہاں صورتِ حال بالکل الٹ ہے۔ خود قادیانی ماخذ اعتراف کر رہا ہے کہ لاہور، خصوصاً ہیرا منڈی کے آس پاس کے لوگ، مرزا قادیانی کی موجودگی کو ناپسند کرتے تھے، اس کے خلاف زبان درازی کرتے تھے، اور اس کے ماننے والوں کو چھپ کر بیعت کرنا پڑتی تھی۔ یہ طرزِ قبول کسی بھی صادق، مامور من اللہ، یا مہدی موعود کے تصور سے قطعی مطابقت نہیں رکھتی۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں قرآن نے واضح کیا کہ:

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ

ترجمہ کنزالایمان: وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔

(سورہ البقرۃ آیت 146)

یعنی سچائی ایسی ہوتی ہے کہ دشمن بھی دل میں اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہاں معاملہ یہ ہے کہ دشمنی نہیں، بلکہ فطری نفرت نظر آتی ہے، حتیٰ کہ وہ لوگ جو خود اخلاقی پستی میں مبتلا تھے، وہ بھی اس شخصیت کو قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔

مزید یہ کہ اس اقتباس میں بیعت کا خفیہ ہونا خود ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔ اگر یہ شخص واقعی امام مہدی، مجدد، یا خدا کی طرف سے مامور ہوتا تو بیعت اس کے لیے اعزاز ہوتی، جرم نہیں۔ جبکہ یہاں صورت یہ ہے کہ بیعت کرنے والے بھی معاشرتی ردِعمل سے خوف زدہ تھے۔ یہ خوف اس بات کی علامت ہے کہ مرزا قادیانی کی صداقت عوامی شعور میں مسلم نہیں تھی۔

اہلِ سنت کے نزدیک یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ باطل ہمیشہ خواص کے ایک محدود دائرے میں پنپتا ہے، جبکہ حق دلوں میں اترتا ہے۔ یہاں قادیانی تاریخ خود یہ ثابت کر رہی ہے کہ مرزا قادیانی کو قبول کرنے والے چند لوگ تھے، وہ بھی دبے دبے، چھپ کر، اور وہ بھی ایسے ماحول میں جہاں اکثریت، خواہ فاسق ہی سہی، اسے رد کر رہی تھی۔

لہٰذا یہ حوالہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مرزا قادیانی کی دعوت نہ فطرت کو اپیل کر سکی، نہ عام مسلمانوں کے دلوں میں جگہ بنا سکی، اور یہ کیفیت کسی بھی حقیقی مہدی، نبی، یا مجدد کی شان کے بالکل منافی ہے۔

ہندو اخبارات کی گواہی: قادیان، ہیرا منڈی اور احمدی عورتیں

پنجاب کی ہندو صحافت کھلم کھلا دشنام طرازی اور شرمناک پراپیگینڈا
سردار شوکت حیات خان مسلم لیگی امیدوار تھے۔ احمدی مردوں اور
عورتوں نے انہیں مسلمانوں کا بہترین سیاسی نمائندہ سمجھتے ہوئے
ووٹ دیئے۔ بات صرف اس قدر تھی۔ مگر ہندو اخبار پرتاپ اک
واری کی اشاعت میں اس واقعہ کو اخلاق سوز اور شرمناک رنگ سے
جگہ دی چنانچہ اس نے لکھا کہ: آج ٹانگوں اور لاریوں میں پولنگ

اسٹیشنوں پر مسلمان عورتوں کو لایا گیا۔سردار شوکت حیات کے حق میں ووٹیں ڈلوانے کے لئے قادیان سے احمدیہ لڑکیوں اور ہیرا منڈی سے بازاری عورتوں کو لایا گیا تھا۔انہوں نے اپنے سروں پر سبز رنگ کے دوپٹے لئے ہوئے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 295)

اس اقتباس کی سب سے سنگین اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ یہ الزام کسی مسلمان مخالف، کسی سنی عالم یا کسی معاند مصنف کی طرف سے نہیں بلکہ خود قادیانیوں کی مستند کتاب ''تاریخ احمدیت'' میں نقل کیا گیا ہے، اور وہ بھی ہندو پریس کے حوالے سے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی تحریک کی اخلاقی ساکھ اس قدر مشکوک ہو چکی تھی کہ غیر مسلم صحافت تک نے قادیانی شناخت کو ہیرا منڈی کی بازاری عورتوں کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا، اور یہ تاثر معاشرے میں اتنا معروف تھا کہ اسے بطور طنز اور پروپیگنڈا استعمال کیا گیا۔

یہاں اصل سوال یہ نہیں کہ ہندو اخبار نے الزام کیوں لگایا، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ یہ الزام قابل فہم کیوں بنا؟ کسی بھی جماعت پر ایسا الزام اسی وقت مؤثر ہوتا ہے جب اس جماعت کا سماجی امیج پہلے ہی مشکوک ہو۔اگر قادیانی جماعت کا عمومی تاثر پاکیزگی، تقویٰ اور اخلاقی بلندی کا ہوتا تو ہیرا منڈی کا حوالہ محض ایک مضحکہ خیز جھوٹ سمجھا جاتا، مگر یہاں صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔خود قادیانی مورخین اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ بات اخبارات میں شائع ہوئی اور اس نے اثر ڈالا۔

مزید یہ کہ اس اقتباس میں قادیانی عورتوں اور ہیرا منڈی کی بازاری عورتوں کو ایک ہی سانس میں ذکر کیا گیا ہے، جو سماجی سطح پر قادیانیت کی اخلاقی شناخت کے مکمل انہدام کا ثبوت ہے۔کسی دینی جماعت کے لیے اس سے بڑا المیہ کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی خواتین کا تذکرہ

بازارِحسن کی عورتوں کے ساتھ بطور سیاسی آلہ کیا جائے، اور جماعت اس تاثر کو زائل کرنے میں ناکام رہے۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ قادیانی لٹریچر اس الزام کی اخلاقی تردید نہیں کرتا بلکہ صرف اسے ''شرمناک پراپیگنڈا'' کہہ کر آگے بڑھ جاتا ہے، حالانکہ اگر یہ الزام سراسر بے بنیاد ہوتا تو قادیانی تاریخ نویسی میں اس کے خلاف واضح اخلاقی و سماجی صفائی پیش کی جاتی۔ خاموشی بذاتِ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ جماعت اس بیانیے سے پوری طرح بری الذمہ نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ اقتباس دراصل قادیانیت کے اس بنیادی تضاد کو بے نقاب کرتا ہے کہ ایک طرف وہ خود کو اسلام کی روحانی تحریک اور پاکیزہ جماعت کہتے ہیں، اور دوسری طرف ان کی اجتماعی شناخت اس مقام تک گر چکی تھی کہ ہیرا منڈی بطور علامت قادیانیت کے ساتھ جوڑی جانے لگی۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ ایک مسلسل تاریخی، سماجی اور اخلاقی انحطاط کا نتیجہ ہے جو خود قادیانی مصادر میں محفوظ ہو چکا ہے۔

ہیرا منڈی کو منگے منڈی بنانے کی واردات

قیام لاہور کے ایام میں محبوب رایوں کے مکان میں ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس نے ایک بھری مجلس میں حضرت اقدس کو گالیاں دیں اور آپ کامل صبر اور ضبط نفس کی وجہ سے خاموش رہے۔ اس گندہ دہن کے متعلق حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رضی اللہ عنہ کی ایک شائع شدہ روایت مل گئی ہے جس میں اس شخص کا نام دیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ محبوب رایوں کے مکان واقع منگے منڈی لاہور کا واقعہ ہے۔

(حیات احمد جلد سوم صفحہ 401،402)

اس اقتباس میں سب سے نمایاں اور چونکا دینے والا نکتہ یہ ہے کہ قادیانی مصنف نے "ہیرا منڈی" جیسے بدنام اور متعین مقام کا نام بدل کر "منگے منڈی" لکھ دیا ہے، حالانکہ خود قادیانی لٹریچر کے متعدد مستند حوالہ جات پہلے ہی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ محبوب رائے کا مکان ہیرا منڈی، لاہور میں واقع تھا اور مرزا قادیانی نے وہیں قیام کیا۔ یہاں سوال یہ نہیں کہ واقعہ پیش آیا یا نہیں، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ مقام کا نام کیوں بدلا گیا؟ اگر واقعہ سچا تھا اور اس میں کوئی قباحت نہ تھی تو پھر "ہیرا منڈی" لکھنے میں کیا عار تھی؟ اس تبدیلی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو خود اس مقام کی غلاظت اور بدنامی کا شدید احساس تھا اور وہ جانتا تھا کہ قاری کے سامنے اگر اصل نام آئے گا تو مرزا قادیانی کی تقدس آمیز شخصیت سخت سوالات کی زد میں آ جائے گی۔

یہ طرزِ عمل محض لفظی تبدیلی نہیں بلکہ صریح تاریخی تحریف ہے۔ تاریخ نویسی کا اصول یہ ہے کہ واقعہ جیسے پیش آیا، اسے اسی طرح، اسی جگہ اور اسی نام کے ساتھ نقل کیا جائے، خواہ وہ حقیقت کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔ مگر یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ قادیانی مصنف اپنے جعلی مسیح کو بچانے کے لیے نہ صرف مقام کا نام بدل رہا ہے بلکہ اس تبدیلی کے ذریعے قاری کے ذہن سے ہیرا منڈی کے تمام اخلاقی، سماجی اور تاریخی پس منظر کو مٹانا چاہتا ہے۔ یہ رویہ خود اس بات کا خاموش اقرار ہے کہ ہیرا منڈی کا ذکر مرزا قادیانی کے لیے دفاع کے قابل نہیں تھا، اسی لیے اسے پردۂ خفا میں ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

اس سے ایک اور نہایت اہم حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ قادیانی مؤرخین اپنے دعووں کی حفاظت کے لیے واقعات کو نہیں بلکہ تاریخ کو موڑتے ہیں۔ جب مقام بدل دیا جائے تو سوال، اعتراض اور الزام خود بخود کمزور پڑ جاتا ہے، اور یہی اس تحریف کا اصل مقصد

ہے۔ گویا مسئلہ واقعے کا نہیں، بلکہ اس کے ظاہر ہو جانے کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی محبوب رائے کا مکان ہیرا منڈی میں بتایا جاتا ہے اور کبھی اسی مکان کو "منگے منڈی" میں منتقل کر دیا جاتا ہے، حالانکہ لاہور کا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ مقامات ہیں۔

نتیجتاً یہ حوالہ قادیانی مصنفین کی علمی دیانت پر ایک اور کاری ضرب ہے اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی کے ناپسندیدہ پہلوؤں کو چھپانے کے لیے نہ صرف تاویلیں گھڑی گئیں بلکہ مقامات، ناموں اور تاریخی حقائق تک کو بدلنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی گئی۔ یہ طرزِ تحریر نہ کسی امام، نہ کسی مجدد اور نہ ہی کسی مہدیِ برحق کے ماننے والوں کو زیب دیتا ہے، بلکہ یہ ایک ایسے گروہ کی علامت ہے جو اپنے دعووں کی کمزوری کو تاریخ کے چہرے پر نقاب ڈال کر چھپانا چاہتا ہے۔

اختتامیہ

اس رسالہ میں ہم نے کسی الزام، قیاس یا مخالفانہ جذبات کے تحت نہیں، بلکہ خالص قادیانی مآخذ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح کی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کا قیام لاہور کے اس مقام پر رہا جو برصغیر کی تاریخ میں بدکاری، فحاشی اور بازارِ حسن کی علامت کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ یہ قیام محض گزرنے یا مجبوری کا نہیں تھا بلکہ باقاعدہ رہائش، ملاقاتوں، بیعتوں اور صداقت کے اولین اعترافات کا مرکز وہی جگہ بنی جسے دنیا ہیرا منڈی کے نام سے جانتی ہے۔

اس پورے باب میں سب سے اہم بات یہ سامنے آئی کہ جس شخص کو امام مہدی، مسیح موعود بلکہ بعد ازاں نبی قرار دیا گیا، اس کی عملی زندگی کے ابتدائی اور فیصلہ کن لمحات ایسے ماحول میں بسر ہوئے جو نہ صرف شریعتِ اسلامیہ بلکہ عام انسانی غیرت اور اخلاق کے بھی

منافی ہے۔ مزید یہ کہ قادیانی مؤرخین نے خود اس حقیقت کو کبھی صراحت سے بیان کیا اور کبھی نام بدل کر، مقامات بدل کر، یا عبارات نرم کر کے چھپانے کی کوشش کی، جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ معاملہ محض اتفاقی نہیں بلکہ قابلِ شرم تھا۔

یہ بھی سامنے آیا کہ خود لاہور کے عام، بلکہ بدقماش کہلانے والے لوگ بھی اس قیام اور دعووں کو ناپسند کرتے تھے، جبکہ بیعتیں خفیہ طور پر کی جا رہی تھیں، اور خوف اس بات کا تھا کہ کہیں عوامی ردِعمل شدت اختیار نہ کر جائے۔ یہ سب امور اس بیانیے کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں جو مرزا قادیانی کی شخصیت کو تقدس، عصمت اور الٰہی انتخاب کے قالب میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ رسالہ دراصل ایک تمہید ہے، ایک دروازہ ہے، جس کے بعد وہ ابواب کھلتے ہیں جن میں مزید سنگین اور چونکا دینے والے حقائق قادیانی کتب ہی کی گواہی سے سامنے آئیں گے۔ آئندہ رسائل میں بالترتیب ان امور پر مفصل روشنی ڈالی جائے گی جن میں لکھی طوائف کے حالات، کنچنیوں کی کمائی، بازارِ حسن کے معاملات، مجروں کی محفلیں، اور ان سب کے ساتھ مرزا قادیانی کے تعلقات کا تحقیقی جائزہ شامل ہوگا۔

ہم واضح کرتے ہیں کہ آنے والے ہر رسالہ میں نیا حوالہ، نئی بحث اور نیا زاویہ پیش کیا جائے گا، سابقہ مواد کی تکرار سے اجتناب کیا جائے گا، اور فیصلہ قارئین کے فہم، ضمیر اور دیانت پر چھوڑا جائے گا۔ اگر پہلا رسالہ سوالات پیدا کرتا ہے تو آنے والے ابواب ان سوالات کے ایسے جوابات فراہم کریں گے جن سے صرفِ نظر ممکن نہ ہوگا۔

یہ سلسلہ یہاں ختم نہیں ہوتا، بلکہ یہیں سے اصل پردہ اٹھنا شروع ہوتا ہے۔

ماموریت کا گیارھواں سال

سفر لاہور

(۱۸۹۲ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جنوری ۱۸۹۲ء کے تیسرے ہفتہ میں لاہور والوں پر اتمام حجت کے لئے سفر لاہور اختیار فرمایا۔ حضورؑ لاہور اسٹیشن سے قیامگاہ تک یکے میں سوار ہو کر پہنچے۔ ابتداء حضور نے منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر لاہور کی کوٹھی واقع چونا منڈی میں قیام فرمایا۔ لیکن جب وہ جگہ کافی نہ رہی تو آپ محبوب رایوں کے مکان واقع ہیرا منڈی میں تشریف لے گئے۔

ایک فاتر العقل شخص کا حملہ

حضرت اقدسؑ قیام لاہور کے دوران میں مسجد مولوی رحیم اللہ صاحب میں جو (لنگے منڈی میں میاں چراغ الدین صاحب کے مکانات کے سامنے تھی) نمازیں ادا فرماتے تھے۔ ایک روز حضور ظہر یا عصر کی نماز پڑھ کر سیدھا متھا بازار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے جہاں حضور محبوب رایوں کے مکان میں مقیم تھے۔ حضور کے پیچھے خدام دس گز کے فاصلے پر تھے۔ کہ ایک شخص اچانک آکر لپٹ گیا اور شور مچانے لگا کہ مہدی تو میں ہوں تم نے کیوں دعویٰ کیا ہے؟ وہ نہ تو آپ کو اٹھا سکا نہ گرا سکا۔ حضرت اقدسؑ کے بعض خدام نے اسے پکڑ کر الگ کر دیا۔ وہ اسے مارنا چاہتے تھے مگر حضور نے مسکرا کے ارشاد فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو جانے دو۔ معذور ہے وہ تو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا عہدہ میں نے سنبھال لیا ہے۔

حضرت اقدسؑ کی طرف سے صبر کا ایک بے نظیر نمونہ

حضرت اقدسؑ جہاں ٹھہرے تھے وہاں لاہور کے مسلمان ہندو مرد عورت ہر مذہب و ملت کے لوگ بڑی کثرت سے آتے مختلف سوال کرتے تھے۔ حضرت اقدسؑ ان کے شافی جوابات دیتے اور وہ باادب سنتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ مجلس میں

مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

''جنوری ۹۲ء میں حضرت اقدسؑ لاہور تشریف لے گئے ابتداً چونے منڈی میں منشی میران بخش کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔ وہاں آپ نے ایک تقریر کی اور حضرت حکیم الامۃ نے بھی تقریر کی تھی۔ اس کے بعد محبوب رایوں کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔ فروری میں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے حضرت اقدسؑ کا مباحثہ ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت نواب صاحب کو لاہور آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ البتہ آپ جلسہ سالانہ ۹۲ء میں شریک ہوئے۔''

مارچ ۹۳ء میں حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی دو روز کے لئے دعا کی خاطر قادیان آنے کی آپ کو تحریک فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ مع التسلیم۔ خاکسار نورالدین۔ **اللھم اجعلہ کَاِسۡمِہٖ** آمین۔ بگرامی خدمت حضرت نواب صاحب مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش پرداز

۱- عرق اور افسنتین۔ دونوں وقت سحر اور افطار کے وقت کھانے سے اول گو دس منٹ ہی پہلے کیوں نہ ہو کھالیں۔

۲- معدہ پر روغن کا ملنا خلّو معدہ کے وقت انسب ہے اور رمضان شریف میں وہ دوپہر اور رات کے دس بجے کافی ہے۔ اگر دو وقت نہ ہو سکے تو ایک ہی وقت کافی ہے۔ دوپہر کے وقت۔

یہاں تک آپ کے ۱۳ مارچ ۹۳ء کے کرم نامہ کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اپنی صفات میں اپنے افعال باہمہ کامل عدل اور کامل رحم کے بالکل مستغنی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ کامل علم کامل قدرت کامل خدائی کو غنا لازمی ہے۔ پھر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ حیؔ اور ستیّر ہے۔ کیا معنی بڑا حیا والا اور پردہ پوش ہے۔ یہ میری باتیں سرسری نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ حضرتؑ جب آپ کے لئے دعا پر زور دیتے تب ہی آپ کے لئے صبر اور تقویٰ کا حکم نازل ہوتا حضرتؑ حیران رہ جاتے کہ یہ کیا معاملہ ہے آخر یہ صلاح ٹھہری کہ پیارا نواب صرف دو روز کے واسطے یہاں آجاوے۔ مطلب یہ تھا کہ بعض وقت روبرو ہونے سے حجاب جلد اُٹھ جاتا ہے۔ ان چند روزوں میں آپ کے لئے توجہ پیش تھی آپ زیادہ تر خوف الٰہی اور خشیتِ رَبانی سے کام لیتے اور مجھے یقین

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (غیر مبائع)

ولادت: ۲؍ ۱۸۷۲ء بیعت: ۱۸۹۲ء وفات: ۱۲۔فروری ۱۹۳۶ء

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب دونوں بھائیوں نے ۱۸۹۲ء میں لاہور میں ہی حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ دونوں نہایت ہی مخلص تھے اور سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ افسوس کہ حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب تو ۱۹۰۰ء میں وفات پا گئے۔ لیکن جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے لمبی عمر پائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں اخلاص سے کام کیا۔

آپ کی بیعت کا واقعہ نہایت ہی ایمان افزا ہے۔ آپ کی عمر ابھی اٹھارہ انیس سال کی ہی تھی اور آپ میڈیکل کالج کی سیکنڈ ایئر کلاس کے طالب علم تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور محبوب رایوں کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں قیام فرمایا۔ آپ زیارت کیلئے پہنچے۔ پہلے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ سے ملاقات کر کے لطف اندوز ہوئے اور پھر حضرت اقدس کی زیارت کر کے بے اختیار کہہ اٹھے کہ ''یہ شخص صادق ہے جھوٹا نہیں'' چنانچہ بیعت کر کے واپس لوٹے۔ اگلے روز آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی پہلی ملاقات میں ہی بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد دونوں بھائیوں میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی جس کو آپ کے والد دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب سے قرآن شریف ختم کیا۔ بیعت کے ایک سال بعد محترم مرزا یعقوب بیگ صاحب قادیان پہنچے اور وہاں سے ہی یکے بعد دیگرے دو تبلیغی خطوط اپنے والد محترم کو لکھے۔ حضرت اقدس کی آپ کی طرف خاص توجہ تھی۔ اس لئے حضور کی دعاؤں سے بیعت کے بعد ہر سال وظیفہ ملتا رہا اور کالج سے فارغ ہوتے ہی ہاؤس سرجن کا عہدہ مل گیا۔

امرتسر میں جب حضرت اقدس کا عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہو رہا تھا۔ اس میں یہ دونوں بھائی شامل ہوتے رہے۔ اس مباحثہ کے دوران میں ان کے والد مرحوم مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور نے بھی بیعت کر لی۔ جس سے دونوں بھائیوں کو بہت ہی خوشی ہوئی۔ اب تو فدائیت کا یہ حال تھا کہ اگر کالج میں

مرزا اکبر بیگ صاحب:

مرزا اکبر بیگ صاحب ۳۱۳ صحابہؓ کے قابل فخر گروہ میں سے تھے۔ چنانچہ اس فہرست میں ان کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ "۲۲۱۔ مرزا اکبر بیگ صاحب کلانور ۵" آپ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح خلاف ثانیہ سے وابستہ رہے۔ آپ کے اکلوتے بیٹے مرزا مبارک بیگ صاحب صحابی ہیں۔ ۶ اور خلافت ثانیہ سے وابستہ ہیں۔ مرزا اکبر بیگ صاحب محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔ "رسیدات آمدنی مدرسہ" (تعلیم الاسلام) کے عنوان کے تحت مرزا اکبر بیگ صاحب کمر مسانی ضلع میانوالی عہ" آپ کے متعلق ایک اندراج ہمیں ملتا ہے۔ ۷ آپ نے ۱۲ جولائی ۱۹۲۷ء کو کلانور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔ افسوس کہ مزید سوانح ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکے۔

مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کی ولادت اور تعلیم وغیرہ:

مکرم مرزا ایوب بیگ صاحبؓ ماہ اگست ۱۸۷۵ء میں بمقام کلانور (ضلع گورداسپور) پیدا ہوئے۔ ان ایام میں پنجاب میں عام طور پر کثرت سے بارشیں ہو رہی تھیں۔ بلکہ کئی جگہ سیلاب بھی آئے تھے۔ آپ کے والدین اس خیال سے کہ کہیں سکونتی مکان گر نہ جائے۔ دیوان خانہ میں آ گئے تھے۔ اور وہیں مرزا صاحب کی ولادت ہوئی۔ قبول احمدیت سے قبل آپ کو نمازوں کی باقاعدہ ادائیگی کی طرف توجہ نہ تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی امور سے لگاؤ نہ تھا۔ آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پاتے رہے اور بی۔ اے تک تعلیم پائی اور بعد ازاں چیفس کالج لاہور میں بطور سائنس ماسٹر کام کرتے رہے۔

قبولِ احمدیت:

مباحثہ دہلی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاہور میں کئی روز تک قیام رکھا۔ * ان ایام

* معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ حضرت اقدسؑ کا مباحثہ دہلی میں مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی سے آخر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں ہوا (بحوالہ الحق دھلی) اور بیعت کا واقعہ فروری ۱۸۹۲ء کا ہے۔ اور مباحثہ دہلی کے بعد حضورؑ لاہور تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ دہلی سے پٹیالہ اور وہاں سے قادیان تشریف لے آئے۔ (دیکھئے روایت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم مندرجہ سیرۃ المہدی حصہ دوم نمبر ۴۱۷ و مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۳۲۴ و صفحہ ۳۲۵ و مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۴ میں مندرج مکتوب مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۲ء جو حضورؑ نے قادیان سے تحریر فرمایا) شائید سہو قلم ڈاکٹر صاحب محترم مباحثہ لاہور کی بجائے مباحثہ دہلی کا ذکر کر گئے کیونکہ حضورؑ جنوری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لے گئے اور "محبوب رایوں" کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں مقیم ہوئے۔ (بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۳۲۹) اور لاہور میں مولوی عبد الحکیم صاحب کلانوری سے ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو حضورؑ کا مباحثہ ختم ہوا۔ (بحوالہ اشتہار حضورؑ ۳/ فروری ۱۸۹۲ء مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ دوم صفحہ ۹۶)۔ (مؤلف)۔

میں لاہور میں مخالفت کا زور تھا۔ بیہودہ لوگ گلی کوچوں میں گندہ دہانی کرتے' اور جھوٹے لغو اور بے ہودہ قصے حضرت اقدسؑ کے خلاف مشہور کیا کرتے تھے۔ اکثر لوگوں کا ہجوم حضورؑ کے مکان کے گرد رہتا تھا۔ اور اندیشہ تھا کہ بد قماش لوگ مکان میں گھس کر حملہ نہ کر دیں۔ بیعت کرنے والوں کو مخالفین تنگ کرنے کی کوشش کرتے تھے اس وجہ سے بیعت کا کئی دفعہ اظہار بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مرزا ایوب بیگ صاحبؓ اور آپ کے حقیقی بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک دوسرے سے خفیہ بیعت کی۔

مرزا ایوب بیگ صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ میں دو تین روز تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتا' اور لوگوں کے ساتھ حضورؑ کی گفتگو سُنتا رہا۔ ۵ فروری ۱۸۹۲ء کو اسلامیہ ہائی سکول سے کہ جہاں میں پڑھتا تھا' چار بجے بعد دوپہر واپس آیا۔ تو حضرتؑ کی قیام گاہ پر پہنچا۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ جس میں ایسا خشوع و خضوع اور حضورِ قلب میسر آیا کہ پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ طبیعت میں بے حد رقت تھی اور آنکھوں میں آنسو۔ حضرت اقدسؑ بالا خانہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔ میرا دل تڑپتا تھا کہ صادق و مرسل من اللہ کی فوراً بیعت کرلوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کس طرح حضورؑ کی خدمت میں پہنچوں۔ دل قابو میں نہ تھا۔ یہاں تک کہ میری بلند آواز سے رونے تک نوبت پہنچی اور ہچکی بندھ گئی۔ ایک ہم جماعت بھی میرے ساتھ تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر مرزا محمد اسماعیل صاحب نیچے اُترے۔ * تو اُن سے کہا کہ ہم دونوں طالب علم اس وقت حضورؑ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے نہایت مہربانی وشفقت سے دونوں کو اپنے پاس بالا خانہ میں بلا لیا۔ میں نے عرض کی کہ ہم دونوں بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے ہماری درخواست منظور فرمالی۔ پہلے میرے ہم جماعت کو بیعت کے لئے اندر بُلایا ان دنوں حضورؑ ہر ایک سے علیٰحدہ علیٰحدہ بیعت لیا کرتے تھے۔ اور دس شرائط بیعت میں سے ہر ایک کی نسبت تفصیل وار بیان کرکے اس پر کاربند رہنے کے لئے اقرار لیتے تھے جس وقت میرا ہم جماعت اندر بیعت کررہا تھا۔ میرے دل میں تضرع اور خشیت اللہ نے اور بھی زور کیا۔ اس وقت تین چار دفعہ میری آنکھوں کے سامنے بجلی کی طرح ایک نور کی چمک نظر آئی۔ پھر حضورؑ نے مجھے بیعت کے لئے اپنے پاس بُلا لیا۔ اور پھر جب مجھے حضورؑ نے دیکھا تو فرمایا کہ آپ کے چہرہ سے رشد اور سعادت ٹپکتی ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اور

* مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمد اسمٰعیل صاحبؓ خادم حضرت اقدسؑ جو بعد میں پریس مین کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جو حضورؑ کے آباؤ اجداد کے ہمراہ سمرقند سے وارد ہندوستان ہوکر قادیان میں آباد ہوئے۔ آپ کو حضورؑ کی خدمت کا بہت موقعہ ملا۔ آپ فسادات ۱۹۴۷ء میں قادیان میں فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ (مؤلف)

"گو الیکشن سے پہلے لیگ نے مجھے اپنا ٹکٹ نہیں دیا تھا لیکن اب جبکہ میں خدا کے فضل سے آزاد امیدوار کے طور پر کامیاب ہو گیا ہوں میں اپنی جماعت کی ہدایت کے ماتحت پھر دوبارہ اپنے آپ کو مسلم لیگ کی ممبری کے لئے پیش کرتا ہوں" [1]

اس ضمن میں دوسری مثال شیخ فیض محمد صاحب پلیڈر کی ہے جو یونینسٹ ٹکٹ پر (حلقہ ڈیرہ غازیخاں دیہاتی سے) کامیاب ہوئے اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔[2] جماعت احمدیہ نے شیخ صاحب سے بھی تعاون کیا۔[3]

پنجاب کی ہندو صحافت کی برہمی اور شرمناک پراپیگنڈا

جماعت احمدیہ کی طرف سے مسلم لیگی ممبروں سے تعاون پر کانگرسی حلقے سخت بوکھلا گئے اور ہندو صحافت کھلم کھلا دشنام طرازی اور افترا پردازی پر اُتر آئی۔ اس حقیقت کا اندازہ لگانے کے لئے ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ سردار شوکت حیات خاں مسلم لیگی امیدوار تھے۔ احمدی مردوں اور عورتوں نے انہیں مسلمانوں کا بہترین سیاسی نمائندہ سمجھتے ہوئے ووٹ دیئے۔ بات صرف اس قدر تھی۔ مگر ہندو اخبار "پرتاپ" (۱۵ فروری ۱۹۴۶ء) کی اشاعت میں اس واقعہ کو اخلاق سوز اور شرمناک رنگ سے جگہ دی۔ چنانچہ اس نے لکھا کہ:۔

"لدھیانہ ۱۴ فروری۔ آج ٹانگوں اور لاریوں میں پولنگ اسٹیشنوں پر مسلمان عورتوں کو لایا گیا۔ سردار شوکت حیات کے حق میں ووٹیں ڈلوانے کے لئے قادیان سے احمدیہ لڑکیوں اور ہیرا منڈی سے بازاری عورتوں کو لایا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے سروں پر سبز رنگ کے دوپٹے لئے ہوئے تھے" [4]

نیشنلسٹ اور کانگرس نواز علماء کی مسلم لیگ پر تنقید

انتخابات میں جماعت احمدیہ اور مسلم لیگ کے باہمی تعاون پر نیشنلسٹ اور کانگرس نواز علماء کی طرف سے مسلم لیگ اور قائداعظم پر بہت تنقید کی گئی۔ چنانچہ ناظم اعلیٰ مرکزیہ جمعیتہ علماء ہند نے "تحریک پاکستان

---

[1] "الفضل" ۲۵ تبلیغ/فروری ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۲۔ [2] "قائداعظم اور دستور ساز اسمبلی" صفحہ ۱۸۳۔ [3] "الفضل" ۲۸ تبلیغ/فروری ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۲۔ [4] اخبار "الفضل" ۱۹ تبلیغ/فروری ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء) نے اس شرمناک پراپیگنڈا کے جواب میں "آریہ سماجی اخلاق کا جنازہ" کے عنوان سے ایک شذرہ سپرد قلم کیا جس میں لکھا "اس خبر سے سوائے اس کے کہ نامہ نگار کے ناپاک اخلاق اور ایڈیٹر کی گندی ذہنیت آشکارا ہو جائے ہمیں تو اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ لیکن اتنا ہم ضرور پوچھیں گے کہ اگر یہی خبر نامہ نگار کی بہو بیٹیوں یا ایڈیٹر پرتاپ کی ماں بہنوں کے متعلق شائع ہو تو کیا وہ ان کو ناگوار نہیں گذرے گی اور ان کے دلوں کو صدمہ نہیں پہنچے گا اور خصوصاً اس وقت جبکہ اس خبر میں صداقت کا ایک ذرہ بھی نہ ہو۔ اگر تمہارے اخلاق اس قدر گندے ہو چکے ہیں کہ ان میں شرافت اور انسانیت کا ایک شمہ بھی باقی نہیں رہا تو بیشک ایک دوسرے کو گالیاں دو اور درندگی کا مظاہرہ جیسے چاہو کرو مگر خدا کے لئے شریف پردہ نشین لڑکیوں کو تو درمیان میں نہ لاؤ"۔

فدائی تھے۔ مولوی عبداللہ غزنوی سے بھی انہوں نے بیعت کی ہوئی تھی۔ اور مولوی محمد حسین صاحب سے بھی تعلقات رکھتے تھے اس لئے کہ خود مولوی محمد حسین صاحب بھی غزنوی صاحب کے خاص معتقدین میں سے تھے۔

اِس جلسہ کے برکات

جیسا کہ پہلے میں نے بیان کیا ہے کہ باوجود علماء کی مخالفت کے اور عین جلسہ کے قریب جلسہ میں شمولیت کو روکنے کے لئے ایک فتویٰ شائع کیا گیا مگر تائید ربّانی نے اپنا کرشمہ دکھایا۔ کہ اس جلسہ میں ایسے لوگ شریک ہوئے جو اپنے علم وفضل اور دنیوی وجاہت وعزت کے عملی رنگ کے مخلص مسلمان تھے اور ایک کثیر جماعت سلسلہ میں داخل ہوئی اور اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل نظام کی بنیاد رکھی گئی اور حضرت اقدس نے باوجود مختلف قسم کی مصروفیتوں اور سفروں کے آسمانی فیصلہ اور نشان آسمانی دو رسالے شائع کئے۔ اور ایک ضخیم کتاب حقیقت اسلام کے اظہار کے لئے لکھنی شروع کی جس کا نام **آئینہ کمالات اسلام** رکھا اور یہ کتاب فروری ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی جس کا کسی قدر تفصیلی ذکر ۱۸۹۳ء کے واقعات میں انشاء اللہ العزیز ہوگا۔

بعض ضروری تصریحات اور متروکہ واقعات

گالیاں دینے والا کون تھا

قیام لاہور کے ایام میں محبوب رایوں کے مکان میں ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس نے ایک بھری مجلس میں حضرت اقدس کو گالیاں دیں اور آپ کامل صبر اور ضبط نفس کی وجہ سے خاموش رہے۔ اس گندہ دہن کے متعلق حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رضی اللہ عنہ کی ایک شائع شدہ روایت مل گئی ہے جس میں اس شخص کا نام دیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

محبوب رایوں کے مکان واقع منگے منڈی لاہور کا واقعہ ہے۔ (مرتب) کہ ایک سائیں

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

لکھی طوائف کے کوٹھے پر

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر

یہ رسالہ سابقہ باب "مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں" کا منطقی تسلسل ہے، مگر یہاں محض عمومی قیام نہیں بلکہ مخصوص کوٹھے، مخصوص طوائف، اور مخصوص مقام کے ساتھ مرزا قادیانی کے قیام کا دعویٰ زیرِ بحث آئے گا۔ اس رسالے میں جذباتی الزام نہیں بلکہ معاصر اخبارات، غیر قادیانی مصادر، اور تاریخی شہادتوں کی بنیاد پر وہ حقائق پیش کیے جائیں گے جن سے یہ بات ناقابل تردید طور پر سامنے آتی ہے کہ لاہور میں مرزا قادیانی کا قیام سنہری مسجد کے بالمقابل لکھی طوائف کے کوٹھے پر تھا۔ یہ محض اخلاقی سوال نہیں بلکہ دعویٰ دیانت، دعویٰ اصلاح، اور دعویٰ الہام کی بنیادوں پر ایک کڑا احتساب ہے۔

لکھی طوائف کا کوٹھا

یہ دجال ملتان کی شہادت سے فارغ ہو کر لاہور میں پہنچا۔ اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا۔ اور ملا محمد بخش صاحب مہتمم اخبار جعفر زٹلی اور منشی امام الدین صاحب نے اس دجال کو اسکے کفریات پر بحث کرنے کے لئے للکارا۔ تو دم دبا کر بھاگ گیا۔ اور اسکے بھاگنے پر شہر کے لڑکے اسکے پیچھے ہو لئے اور تالیاں بجاتے اور وہ بھاگا پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہو رہے۔ چنانچہ پرچہ اخبار جعفر زٹلی لاہور مورخہ 1897ء میں کہا ہے" مرزا کادیانی لاہور میں۔ مرزا جی دورہ کرتے ہوئے 29 اکتوبر لاہور میں پہنچے سنہری مسجد کے سامنے لکھی طوائف کے مکان پر اترے۔ ہر چند ہمنے انکو مباحثہ کے لئے کہا۔ مگر وہ اپنی کرتوتوں سے

مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دیا۔"

(اشاعۃ السنۃ، کادیانی کی شکست، نمبر 9، جلد 18 صفحہ 282)

پیش کردہ اقتباس میں سب سے پہلے قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ یہاں روایت قادیانی مصادر سے نہیں بلکہ ایک غیر قادیانی، معاصر صحافتی شہادت سے پیش کی جا رہی ہے، یعنی اخبار جعفر زٹلی لاہور (1897ء)، جس کی حیثیت ایک زمانہ واقعہ کے عینی مشاہد کی ہے۔ یہ امر اس دعویٰ کو غیر معمولی وزن دیتا ہے، کیونکہ یہاں نہ مذہبی تعصب کا الزام چلتا ہے اور نہ بعد کی گھڑی ہوئی کہانی کا شبہ رہتا ہے۔

دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ خبر میں قیام کی جگہ کو نہایت صراحت سے بیان کیا گیا ہے: سنہری مسجد کے سامنے لکھی طوائف کے مکان پر اترے"۔ یہ بیان نہ مبہم ہے، نہ مجمل، اور نہ ہی محض محاورہ۔ لاہور کے جغرافیے اور سماجی ساخت سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ سنہری مسجد کے متصل علاقہ اور وہاں کے کوٹھے کس نوعیت کے تھے۔ اس وضاحت کے بعد یہ تاویل ممکن نہیں رہتی کہ قیام کسی شریف یا غیر مشتبہ مقام پر تھا۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اس اقتباس میں مرزا قادیانی کے اخلاقی فرار کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے۔ جب ملا محمد بخش اور منشی امام الدین جیسے افراد نے کفریات پر علمی بحث کے لیے للکارا تو مباحثے سے گریز کیا گیا۔ یہاں فرار محض جسمانی نہیں بلکہ فکری و اعتقادی کمزوری کی علامت ہے۔ یہی نہیں بلکہ عوامی ردِعمل تالیاں، نعرے، اور شہر کے لڑکوں کا پیچھا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس قیام اور طرزِ عمل کو لاہوری عوام نے بھی ناپسندیدگی اور تضحیک کی نظر سے دیکھا۔

چوتھا اور نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ یہ تمام واقعہ کسی دشمن کی تحریر نہیں بلکہ ایک معروف اخبار کی رپورٹ ہے، جس نے نہ صرف قیام کا مقام بتایا بلکہ یہ بھی درج کیا کہ مرزا قادیانی کسی

مسئلے کا جواب دیے بغیر وہاں سے نکل گیا۔ یہ خاموشی خود ایک گواہی ہے ایسی گواہی جو دعویٰ صدق کے بلند بانگ نعروں کے ساتھ کسی صورت ہم آہنگ نہیں ہوتی۔

یہاں سوال یہ نہیں کہ کوئی عام شخص کہاں ٹھہرا، بلکہ سوال یہ ہے کہ جس نے خود کو اصلاحِ خلق، تجدیدِ دین، بلکہ بعد ازاں منصبِ نبوت تک کا مدعی بنایا اس کے افعال اس کے دعووں سے ہم آہنگ ہیں یا نہیں۔ اگر کسی شخص کے افعال اس کے دعووں کی جڑ کاٹ دیں تو پھر اس کے لیے الہامات، پیش گوئیاں اور تاویلات سب غیر مؤثر ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ اصولی نکتہ ہے جسے یہ رسالہ واضح کرتا ہے۔

یہ رسالہ محض ایک مقام کے تعین پر ختم نہیں ہوگا، بلکہ آئندہ ابواب میں: لکھی طوائف کی حیثیت، اس کوٹھے کی سماجی نوعیت، وہاں کے روابط، اور قادیانی مصادر میں ان امور پر پائی جانے والی خاموشی یا تحریف کو الگ الگ، مستند حوالہ جات کے ساتھ زیرِ بحث لایا جائے گا۔ یوں قاری کے سامنے ایک مکمل تصویر آئے گی، جس میں دعویٰ، کردار اور حقیقت تینوں کا تقابل خود بولتا نظر آئے گا۔

لکھی طوائف کا کوٹھا اور قادیانی مصادر

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ ایک دفعہ ملتان کسی مقدمہ میں گواہی دینے کی کیلئے تشریف لے گئے۔ میں نے اُس وقت خواہش کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ میری عمر اس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے ملتان میں کیا کیا دیکھا۔ جب ہم واپس آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں بھی ایک دو دن ٹھہرے۔ انہی دنوں کسی دوست نے شہر کے اندر آپ کی دعوت کی۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ کھانے کی

دعوت تھی یا اُس دوست نے کسی اور تقریب پر آپ کو بلایا تھا۔ جس وقت آپ وہاں سے واپس آ رہے تھے تو وزیر خان کی تی مسجد یا سنہری مسجد کے قریب بہت بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ مفتی محمد صادق صاحب بھی اُن دنوں وہیں قریب رہتے تھے اور میاں تاج دین صاحب وہیں رہتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن میں سے کس دوست کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔

(خطبات محمود جلد 18، صفحہ 392، سال 1937)

(قادیانی اخبار الفضل 11 ستمبر 1937ء، صفحہ 6)

(تذکار مہدی صفحہ 503)

شرم سے مبہم مقام، مگر حقیقت بے نقاب

اس واقعہ کی سب سے اہم اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ غیر قادیانی ذرائع نے جس مقام کو صراحت کے ساتھ "لکھی طوائف کا کوٹھا، سنہری مسجد کے سامنے" قرار دیا ہے، وہی واقعہ قادیانی کتب میں موجود تو ہے مگر مقام کو جان بوجھ کر مبہم اور گول مول بنا دیا گیا ہے۔ یہ طرزِ عمل محض اتفاق نہیں بلکہ ایک واضح تاریخی تحریف اور اخلاقی بد دیانتی کا ثبوت ہے۔

قادیانی روایت میں اعتراف موجود ہے کہ مرزا قادیانی ملتان سے واپسی پر لاہور میں سنہری مسجد یا وزیر خان مسجد کے قریب ٹھہرے، ہجوم ہوا، لوگ جمع ہوئے، اور دوستوں کے مکانات کا ذکر آیا۔ لیکن یہاں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ:

اگر قیام کسی شریف، معروف اور قابل ذکر مقام پر تھا تو پھر مقام کا نام واضح طور پر کیوں نہیں لیا گیا؟

تاریخ نویسی کا اصول یہ ہے کہ جہاں حقیقت صاف ہو، وہاں ابہام نہیں رکھا جاتا۔ ابہام وہاں رکھا جاتا ہے جہاں سچ بتانے میں شرم آتی ہو۔

مبہم الفاظ دراصل پردہ پوشی ہیں

قادیانی مصنف لکھتا ہے:

"میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود اُن میں سے کس دوست کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔"

یہ جملہ بظاہر لاعلمی ظاہر کرتا ہے، مگر درحقیقت یہ ایک دانستہ اسلوبِ فرار ہے۔ کیونکہ:

1. واقعہ غیر معمولی تھا، ہجوم ہوا، شور برپا ہوا، مسجدوں کا حوالہ آیا۔

2. ایسے حالات میں یہ کہنا کہ "یاد نہیں" یا "معلوم نہیں"، علمی دیانت کے خلاف ہے۔

3. خاص طور پر جب اسی واقعہ کو غیر قادیانی اخبارات اور رسائل مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے ہوں۔

یہاں "یاد نہیں" کہنا دراصل "بتا نہیں سکتے" کا مہذب متبادل ہے۔

مقام چھپانا خود جرم کا قرینہ ہے

عدالت، تاریخ اور تحقیق تینوں میں ایک مسلمہ اصول ہے:

اگر کوئی شخص واقعہ مان لے مگر مقام چھپا دے تو یہی چھپاؤ خود الزام کی تائید بن جاتا ہے۔

قادیانی روایت یہ مان رہی ہے کہ:

☆ لاہور میں قیام ہوا۔

☆ سنہری مسجد کے قریب تھا۔

☆ ہجوم اکٹھا ہوا۔

☆ لوگوں نے سخت ردعمل دکھایا۔

☆ لیکن یہ نہیں بتایا جا رہا کہ وہ کون سا مکان تھا۔

جبکہ مخالف روایت صاف کہتی ہے: سنہری مسجد کے سامنے، لکھی طوائف کا کوٹھا

اب قاری خود فیصلہ کرے: صاف بات کہنے والا زیادہ معتبر ہے یا بات کو دھندلا دینے والا؟

یہ اختلاف روایت نہیں، نیت کا اختلاف ہے

یہ کہنا درست نہیں کہ یہاں دو مختلف روایات ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک روایت سچ بول رہی ہے اور دوسری روایت سچ چھپا رہی ہے۔

اگر قادیانی روایت جھوٹی ہوتی تو: وہ واقعہ ہی منکر ہو جاتی، لاہور میں قیام سے انکار کر دیتی، ہجوم اور مسجدوں کے ذکر کو رد کر دیتی۔

لیکن ایسا کچھ نہیں کیا گیا، بلکہ: واقعہ مان لیا، وقت مان لیا، جگہ کا دائرہ مان لیا، بس اصل مقام کا نام غائب کر دیا، یہی وہ مقام ہے جہاں تاریخ بولتی ہے اور تحریف خاموش ہو جاتی ہے۔

اس واقعہ کا خلاصہ

اس اقتباس سے درج ذیل امور ناقابل انکار طور پر ثابت ہوتے ہیں:

1. مرزا قادیانی کا لاہور میں قیام ایک تسلیم شدہ تاریخی حقیقت ہے۔

2. قیام سنہری مسجد کے متصل علاقے میں تھا، جو ہیرا منڈی کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔

3. قادیانی کتب میں واقعہ موجود ہے مگر مقام کو جان بوجھ کر مبہم رکھا گیا ہے۔

4. غیر قادیانی ذرائع اسی واقعہ کو واضح طور پر "لکھی طوائف کے کوٹھے" سے جوڑتے ہیں۔

5. مقام چھپانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اصل مقام قابل بیان نہیں تھا۔

یہی وہ نکتہ ہے جہاں سے اگلا رسالہ "مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر" ایک الزام

نہیں بلکہ دستاویزی حقیقت بن کر سامنے آتا ہے، اور آئندہ ابواب میں اسی حقیقت کے مزید ناقابل تردید شواہد پیش کیے جائیں گے۔

لکھی طوائف کے کوٹھے پر موجودگی کی باہمی تصدیق اور تاریخی تطبیق

پہلے حوالے میں غیر قادیانی ماخذ "اشاعۃ السنۃ" نے صراحت کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا کہ مرزا قادیانی ملتان سے واپسی پر لاہور میں سنہری مسجد کے متصل "لکھی طوائف" کے مکان پر ٹھہرا، مباحثہ سے گریز کیا اور عوامی ملامت کے ساتھ شہر سے نکل گیا۔ یہ بیان اپنی نوعیت میں عینی شہادت، مقامِ وقوع کی تعیین، تاریخ اور سیاق سب کچھ واضح کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں قادیانی ماخذات "خطبات محمود"، "الفضل" اور "تذکار مہدی" اسی سفرِ ملتان کے بعد لاہور میں "سنہری مسجد/ وزیر خان مسجد کے قریب" قیام اور ہجوم کے جمع ہونے کی بات تو مانتے ہیں، مگر قیام گاہ کا نام مبہم رکھ دیتے ہیں۔ یہی ابہام دراصل تصدیق کا قرینہ بنتا ہے، کیونکہ مقام، زمانہ، ہجوم اور دعوت چاروں عناصر دونوں روایتوں میں مشترک ہیں؛ اختلاف صرف قیام گاہ کے نام کو چھپانے میں ہے، جو تاریخی تطبیق کے اصول کے مطابق نفی نہیں بلکہ تقویت شمار ہوتی ہے۔

مقام کی تعیین میں شرمناک حذف اور اعترافِ ضمنی

قادیانی روایت کہتی ہے کہ "دوست کے مکان" پر دعوت تھی، مگر یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ وہ مکان سنہری مسجد کے قریب تھا اور واپسی پر بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ غیر قادیانی روایت اسی مخصوص مقام پر "لکھی طوائف کے کوٹھے" کی تعیین کرتی ہے۔ جب ایک فریق مقام کو صاف لفظوں میں نام لیتا ہے اور دوسرا اسی مقام کی جغرافیائی شناخت تو مانتا ہے مگر نام گول کر دیتا ہے، تو تاریخ نویسی میں یہ طرزِ عمل اعترافِ ضمنی سمجھا جاتا ہے۔ اگر واقعی کوئی معزز رہائشی

مکان ہوتا تو نام چھپانے کی حاجت نہ تھی؛ نام چھپانا خود اس امر کی شہادت ہے کہ اصل حقیقت بیان کرنے میں حیا یا مصلحت مانع تھی۔

دعویٰ مہدیت و مسیحیت کے معیار کے مقابلے میں عملی تضاد

اب یہاں تقابل ضروری ہے۔ مدعیِ مہدیت و مسیحیت کے لیے محض ذاتی زہد کا دعویٰ کافی نہیں، بلکہ "مظانِ تہمت" سے بچنا، دعوت کے اسلوب میں شفافیت اور عوامی اخلاق کے اعلیٰ معیار کی پابندی لازم ہوتی ہے۔ جب قیام ایسی جگہ پر ہو جس کی شہرت ہی بدکاری سے وابستہ ہو، اور پھر اس قیام کو اپنے ہی مصنفین مبہم بنانے پر مجبور ہوں، تو یہ عملی تضاد مدعا کو کمزور کر دیتا ہے۔ مہدی یا مسیح کا منصب شبہات کو جنم دینے والی جگہوں سے اجتناب اور کردار کی ایسی علانیت چاہتا ہے جس میں مخالف بھی تہمت کی جرأت نہ کرے؛ یہاں صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔

مباحثہ سے فرار اور دعویٰ صداقت کی کمزوری

پہلے ماخذ کے مطابق مباحثہ کی للکار پر پسپائی اختیار کی گئی۔ قادیانی ماخذات مباحثہ کے واقعہ کو نہیں جھٹلاتے، صرف سیاق کو دھندلا دیتے ہیں۔ دعویٰ صداقت کا تقاضا یہ ہے کہ علمی و دینی اعتراضات کا سامنا کیا جائے، نہ کہ مقام اور واقعہ دونوں کو مبہم کر کے تاریخ میں چھوڑ دیا جائے۔ یہ رویہ دعویٰ کی اخلاقی قوت کو گھٹاتا ہے اور یہ سوال کھڑا کرتا ہے کہ اگر مدعا حق تھا تو صاف گوئی کیوں نہ اپنائی گئی۔

باہمی شواہد سے ثابت موجودگی اور دعویٰ کا انہدام

ان دونوں حوالہ جاتی سلسلوں کو ملا کر نتیجہ واضح ہے: سفرِ ملتان کے بعد لاہور میں سنہری مسجد کے قرب و جوار میں قیام ایک مسلم امر ہے؛ غیر قادیانی ماخذ قیام گاہ کو "لکھی طوائف کے

کوٹھے" کے طور پر متعین کرتا ہے، جبکہ قادیانی ماخذ اسی مقام کو مان کر نام چھپاتا ہے۔ یہ تطبیق مرزا قادیانی کی اس مقام پر موجودگی کو مضبوط بناتی ہے۔ جب اس موجودگی کو دعویٰ مہدیت ومسیحیت کے اخلاقی و دعوتی معیار پر پرکھا جائے تو دعویٰ اپنے ہی عملی قرائن سے متناقض دکھائی دیتا ہے اور یہی تقابل اس دعویٰ کے انہدام کے لیے کافی ہے۔

مقام، ماحول اور دعویٰ ایک ناقابلِ انکار تقابل

ان دونوں رسالوں کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو سب سے نمایاں حقیقت یہ ابھر کر سامنے آتی ہے کہ مرزا قادیانی کے لاہور کے اسفار محض وقتی قیام یا اتفاقی ٹھہراؤ نہیں تھے، بلکہ وہ باقاعدہ طور پر ایسے مقامات پر مقیم رہا جو اُس وقت بھی اور آج بھی بدکاری، فحاشی اور فسق و فجور کے مراکز سمجھے جاتے ہیں۔ ہیرا منڈی جیسے علاقے میں قیام اور پھر سنہری مسجد کے بالمقابل لکھی طوائف کے کوٹھے پر ٹھہرنا یہ دونوں امور مل کر ایک مسلسل طرزِ عمل کی نشاندہی کرتے ہیں، نہ کہ کسی مجبوری یا عارضی انتظام کی۔

تاریخی تضاد اور قادیانی تحریف

قادیانی مصادر ایک طرف خود اس قیام کی تصدیق کرتے ہیں، مگر دوسری طرف مقام کے تعین میں ابہام، ناموں کی تبدیلی، اور فرضی تعبیرات پیش کر کے اصل حقیقت کو دھندلانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ کہیں ہیرا منڈی کو "محبوب رایوں کا مکان" کہا جاتا ہے، کہیں "منگے منڈی" جیسا غیر متعلقہ نام گھڑ دیا جاتا ہے، اور کہیں "کسی دوست کا مکان" کہہ کر بات کو مبہم چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ طرزِ تحریر خود اس بات کا ثبوت ہے کہ مصنفین اصل مقام کے ذکر سے گریزاں ہیں، اور یہ گریز کسی سادہ احتیاط کا نہیں بلکہ ایک واضح تاریخی چھپاؤ (concealment) کی علامت ہے۔

لکھی طوائف کا کوٹھا: خارجی و داخلی شہادت کا اتصال

غیر قادیانی ماخذ (اشاعۃ السنۃ، اخبار جعفر زٹلی) مرزا قادیانی کی لکھی طوائف کے کوٹھے پر موجودگی کو صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جبکہ قادیانی کتب اسی واقعے کو تسلیم کرتے ہوئے مقام کو گول کر جاتی ہیں۔ جب خارجی شہادت واضح ہو اور داخلی شہادت مبہم مگر واقعاتی طور پر ہم آہنگ ہو، تو تاریخ میں اسے تطبیقِ شہادت کہا جاتا ہے، جو کسی واقعہ کے ثبوت کو مزید مضبوط کر دیتی ہے۔ یہاں یہی صورت حال ہے۔

دعویٰ مسیحیت و مہدیت کا عملی امتحان

اب سوال یہ نہیں رہتا کہ مرزا قادیانی لاہور آیا یا نہیں، بلکہ اصل سوال یہ بنتا ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو مسیح موعود، مہدی آخر الزمان، بلکہ بعد ازاں نبی ثابت کرنے کی جسارت کی، اُس کا عملی انتخابِ مقام کیا اس کے دعووں کے شایانِ شان تھا؟

یہاں تقابل خود بخود قائم ہو جاتا ہے:

دعویٰ یہ کہ وہ خدا کی طرف سے امت کی تطہیر کے لیے مبعوث ہے، اور عمل یہ کہ قیام ایسے مراکز میں جہاں عام صالح مسلمان بھی جانے سے کتراتے تھے۔

دعویٰ یہ کہ وہ فتنوں سے بچانے آیا ہے، اور حقیقت یہ کہ خود فتنہ انگیز ماحول میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہے۔

اخلاقی معیار کا سماجی ردِ عمل

یہ بھی قابل غور ہے کہ انہی مقامات کے بدقماش اور گنہگار لوگ بھی مرزا قادیانی کی موجودگی کو ناپسند کرتے، اسے نازیبا سمجھتے، اور اس کے دعووں کو سنجیدگی سے قبول نہیں کرتے تھے۔ یہ سماجی ردِ عمل خود اس بات کا اعلان ہے کہ مرزا قادیانی کا کردار اور مقام، حتیٰ کہ اخلاقی اعتبار سے بھی، اُس کے بلند دعووں کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

ان دونوں رسالوں کو یکجا کرنے سے جو تصویر بنتی ہے وہ نہ صرف مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت و مہدیت کو سخت سوالات کے کٹہرے میں کھڑا کرتی ہے، بلکہ قادیانی تاریخ نگاری کے اس انداز کو بھی بے نقاب کرتی ہے جس میں مقامات، ناموں اور واقعات کو بدل بدل کر ایک مصنوعی تقدس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہ رسالے محض الزامات کا مجموعہ نہیں بلکہ خود قادیانی اور غیر قادیانی مصادر کے باہمی تقابل سے اخذ کردہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہیں جسے نظر انداز کرنا اب علمی دیانت کے خلاف ہے۔

یہ مجموعی تبصرہ دراصل آئندہ آنے والے رسائل جیسے کنچنیوں کی کمائی، طوائفوں کے مجرے اور دیگر متعلقہ ابواب کے لیے فکری اور تحقیقی بنیاد فراہم کرتا ہے، جہاں اسی تسلسل کو مزید دستاویزی شواہد اور تقابلی دلائل کے ساتھ آگے بڑھایا جائے گا، تاکہ قاری کے سامنے مرزا قادیانی کی اصل سوانحی تصویر بلا کم و کاست آسکے۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ ملتان کسی مقدمہ میں گواہی دینے کیلئے تشریف لے گئے ۔ میں نے اُس وقت خواہش کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں ۔ چنانچہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے ۔ میری عمر اُس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے ملتان میں کیا کیا دیکھا ۔ جب ہم واپس آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں بھی ایک دو دن ٹھہرے ۔ اُنہی دنوں کسی دوست نے شہر کے اندر آپ کی دعوت کی ۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ کھانے کی دعوت تھی یا اُس

دوست نے کسی اور تقریب پر آپ کو بلایا تھا ۔ جس وقت آپ وہاں سے واپس آ رہے تھے تو وزیر خان کی مسجد یا سنہری مسجد کے قریب بہت بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا ۔ مفتی محمد صادق صاحب بھی اُن دنوں وہیں قریب رہتے تھے اور میاں تاج دین صاحب وہیں رہتے تھے ۔ میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن میں سے کس دوست کے مکان پر تشریف لے گئے تھے ۔ بہر حال جب واپس آئے تو مسجد کے قریب بہت بڑا ہجوم تھا اور جونہی لوگوں نے آپ کی گاڑی دیکھی انہوں نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں ۔ بعض گالیاں دینے لگ گئے ، بعض نے آپ کے خلاف نعرے لگائے اور شور سے آسمان سر پر اٹھا لیا ۔ شاید یہ نظارہ میرے ذہن سے اُتر جاتا اور میں اِس واقعہ کو بالکل بھول جاتا مگر بچپن کی عمر کے لحاظ سے ایک بات میں نے ایسی دیکھی کہ جس نے اس نظارہ کے نقوش کو بہت گہرے طور پر میرے دماغ پر ثبت کر دیا ۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڈھا شخص جس کی داڑھی ناف تک پہنچ رہی تھی ، ۷۵۔ ۸۰ سال اس کی عمر ہوگی ، اُس کا قد لمبا اور جسم دُبلا پتلا تھا ۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ پر زرد زرد پٹیاں باندھی ہوئی تھیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا ہاتھ زخمی ہے اور ہاتھ پہنچے کے آگے سے کٹا ہوا تھا ۔ اپنے اس ٹنڈ کو دوسرے صحیح ہاتھ پر مار رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ ہائے ہائے مرزا ، ہائے ہائے مرزا ۔ اپنے بچپن کے لحاظ سے یہ نظارہ میرے لئے ایک عجیب نظارہ تھا کہ ایک شخص کا ہاتھ کٹا ہوا ہے اور اُس پر ہلدی وغیرہ اس نے باندھی ہوئی ہے مگر وہ اپنا ٹُنڈ دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے ہائے ہائے مرزا ، ہائے ہائے مرزا ۔ بے شک یہ چیزیں ہوئیں اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اِن باتوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور وہ اپنے دل میں کہتے ہوں گے کہ دیکھا ! ہم نے احمدیوں کا کیسا ناطقہ بند کیا ، ان کو کیسا ذلیل اور کیسا رُسوا کیا ۔ مگر دنیا کی نگاہوں

۶ روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ ستمبر ۳۷ء نمبر ۲۱۱ جلد ۲۵

تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کہنے لگے۔ کہ ہم سے تو انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر اسی غصہ میں وُہ سارے ہندوستان میں پھرے اور آپ پر کفر کا فتوے لگایا۔ اور کہا کہ میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا تھا اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤنگا مگر نتیجہ کیا نکلا۔ انہوں نے اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے لئے ہاؤ ہو کا شور بھی مچالیا آپ کو گالیاں بھی دی گئیں۔ آپکو بُرا بھلا بھی کہا گیا۔ آپ کے خلاف لوگوں کو مشتعل بھی کیا گیا۔ مگر

آخر فتح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی حاصل ہوئی

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ ملتان کسی مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ میں نے اس وقت خواہش کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں چنانچہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے میری عمر اس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں۔ کہ میں نے ملتان میں کیا کیا دیکھا۔ جب ہم واپس لَوٹے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں بھی ایک دو دن ٹھہرے۔ انہی دنوں کسی دوست نے شہر کے اندر آپ کی دعوت کی۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ کھانے کی دعوت تھی یا اس دوست نے کسی اور تقریب پر آپ کو بلایا تھا جس وقت آپ وہاں سے واپس آرہے تھے۔ تو زیرخان کی مسجد یا سنہری مسجد کے قریب

بہت بڑا ہجوم

اکٹھا ہو گیا۔ مفتی محمد صادق صاحب بھی ان دنوں وہیں قریب رہتے تھے۔ اور میاں تاج دین صاحب بھی وہیں رہتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں سے کس دوست کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ بہرحال جب واپس آئے تو مسجد کے قریب بہت بڑا ہجوم تھا۔ اور جونہی لوگوں نے آپ کی گاڑی دیکھی۔ انہوں نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ بعض گالیاں دینے لگ گئے۔ بعض نے آپ کے خلاف نعرے لگائے۔ اور شور سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ شاید یہ نظارہ میرے ذہن سے اتر جاتا۔ اور میں اس واقعہ کو بالکل بھول جاتا۔ مگر

بچپن کی عمر کے لحاظ سے ایک بات

میں نے ایسی دیکھی۔ کہ جس نے اس نظارہ کے نقوش کو بہت گہرے طور پر میرے دماغ پر ثبت کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڈھا شخص جس کی ڈاڑھی ناف تک پہونچ رہی تھی۔ ۷۵، ۸۰ سال اس کی عمر ہوگی۔ اس کا قد لمبا اور جسم دبلا پتلا تھا۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ پر زرد زرد پٹیاں باندھی ہوئی تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کا ہاتھ زخمی ہے۔ اور ہاتھ پہنچے کے آگے سے کٹا ہُوا تھا۔ اپنے اس ٹنڈ کو دوسرے صحیح ہاتھ پر مار رہا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا کہ ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا۔ اپنے بچپن کے لحاظ سے یہ نظارہ میرے لئے

ایک عجیب نظارہ

تھا۔ کہ ایک شخص کا ہاتھ کٹا ہُوا ہے اور اس پر ہلدی وغیرہ اس نے باندھی ہوئی ہے۔ مگر وُہ اپنا ٹنڈ دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا۔ بے شک یہ چیزیں ہوئیں۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان باتوں کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور وُہ اپنے دل میں کہتے ہونگے۔ کہ دیکھا ہم نے احمدیوں کا کیسا ناطقہ بند کیا۔ ان کو کیسا ذلیل اور کیسا رسوا کیا۔ مگر دنیا کی نگاہوں میں جو ذلت ہو۔ وہ

خدا تعالےٰ کے نزدیک عزت

ہوتی ہے۔ اور دنیا کی نگاہوں میں جو عزت ہو وُہ خدا تعالےٰ کے نزدیک ذلت ہوتی ہے۔ جس وقت وُہ تمام لوگ ہنسی کر رہے تھے جس وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ سمجھتے تھے۔ کہ انہوں نے ساری دنیا میں تبلیغ احمدیت کے راستے بند کر دیئے ہیں۔ اس وقت ہر گالی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مل رہی تھی وُہ آپ کے

انعامات اور خطابات اور القابات کی فہرست

میں لکھی جارہی تھی۔ آخر یہ ان گالیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ جو ہم یہاں بیٹھے ہیں اور کس بات کا نتیجہ ہے۔ پس وہ جتنا جتنا کہتے ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا یعنے نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مر گئے ہیں۔ اور وُہ آپ کا سیاپا کر رہے ہیں۔ اتنا ہی فرشتے کہتے آپ کو اور زندگی ملے آپ کو اور درجہ ملے۔ اور آخر وہی بات پوری ہوئی جو خدا اور اسکے فرشتوں نے کہی۔ وُہ بات تو پوری نہ ہوئی۔ جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہی تھی۔ تو دنیا کی طرف سے جو عزتیں آتی ہیں۔ وُہ کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔ ہاں جو عزت خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے وہی حقیقی عزت ہوتی ہے۔ اور وُہ انہی کو ملتی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی خشیت اپنے دل میں رکھتے ہوں۔ ظاہری علوم کے رٹ لینے سے وُہ عزت نہیں مل سکتی۔ تو انسان کے لئے دنیا میں

ہر مقام پر گرنے کا خطرہ

ہے۔ سوائے اس کے کہ وُہ ایسے مقام پر پہونچ جائے۔ جہاں خدا خود اسے محفوظ قرار دے دے اور کہہ دے کہ اب تیرے گرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔

غرض سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں بتایا ہے۔ کہ تم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی دعا ہمیشہ پڑھتے رہو۔ یہ نہ ہو کہ ترقی کرتے کرتے تم کسی مقام پر پہونچ کر خوش ہو جاؤ اور سمجھ لو کہ اب ہم ایسے مقام پر پہونچ گئے ہیں کہ ہمارا ایمان خراب نہیں ہو سکتا فرمایا۔ یہ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں جو چاہو کرو۔ تمہارا حق نہیں۔ کیونکہ خدا جب کسی بندے کو کہتا ہے کہ اب تو بچ گیا ہے تو پھر اس کے بعد اس کی نگرانی بھی کرتا ہے۔ لیکن بندہ جب اپنے متعلق خود بخود یہ مقام تجویز کر لیتا ہے۔ تو چونکہ نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا اس لئے وُہ ٹھوکر کھاتا اور گر جاتا ہے۔

یہ وُہ سورۃ ہے جو ہم پانچ وقت نمازوں میں روزانہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر پانچوں نمازوں کی ہر ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور خدا تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں۔ کہ الٰہی منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد ہم

ارتداد کے گڑھے میں

نہ گر جائیں۔ پھر وُہ بات جس کا کسی نماز میں چار دفعہ کسی نماز میں پانچ دفعہ کسی نماز میں دس دفعہ اور کسی نماز میں گیارہ دفعہ ہم اقرار کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد بھی انسان بعض دفعہ مغضوب اور ضال بن جاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اس سے زیادہ بے وقوفی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی گورکن روزانہ قبریں کھودے۔ اور لوگوں کو اپنے ہاتھ سے لحد میں اتارے۔ اور پھر لوگوں سے یہ کہے کہ کیا لوگ مر بھی جاتے ہیں۔ جب وہ روزانہ لوگوں کو دفن کرتا۔ اور ان کی قبریں کھودتا ہے۔ تو اس کا موت پر تعجب کرنا بے وقوفی نہیں تو اور کیا کہلائے گا۔ اسی طرح ایک انسان جب روزانہ پانچ دفعہ خدا تعالےٰ کے حضور جاتا اور کئی کئی رکعتوں میں تواتر اور تسلسل کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ

نے جو ریویو کیا اس میں لکھا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد تیرہ سَو سال کے عرصہ میں کسی ایک شخص نے بھی اپنے قول اور عمل سے اسلام کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی حضرت مرزا صاحبؑ نے کی ہے۔ مگر پھر وہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جنہوں نے آپ پر کُفر کا فتویٰ لگایا اور تمام ہندوستان میں آپ کی مخالفت کی آگ بھڑکائی۔ محض اس لئے کہ میری ہتک ہوئی ہے، مجھ سے اپنے دعویٰ کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔ اور دراصل پہلا غصہ انہیں آپ پر یہی تھا۔ چنانچہ جب کسی شخص نے انہیں بتایا کہ آپ ایک ایسی کتاب لکھ رہے ہیں جس میں وفاتِ مسیح کا ذکر آتا ہے۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی کہنے لگے کہ ہم سے تو انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر اسی غصہ میں وہ سارے ہندوستان میں پھرے اور آپ پر کُفر کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا تھا اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤں گا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ انہوں نے اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے لئے ہاؤ ہو کا شور بھی مچالیا، آپ کو گالیاں بھی دی گئیں، آپ کو بُرا بھلا بھی کہا گیا۔ آپ کے خلاف لوگوں کو مشتعل بھی کیا گیا مگر آخر فتح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی حاصل ہوئی۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ ملتان کسی مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ میں نے اُس وقت خواہش کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ میری عمر اُس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے ملتان میں کیا کیا دیکھا۔ جب ہم واپس آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں بھی ایک دو دن ٹھہرے۔ اُنہی دنوں کسی دوست نے شہر کے اندر آپ کی دعوت کی۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ کھانے کی دعوت تھی یا اُس دوست نے کسی اور تقریب پر آپ کو بلایا تھا۔ جس وقت آپ وہاں سے واپس آرہے تھے تو وزیر خان کی مسجد یا سنہری مسجد کے قریب بہت بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی اُن دنوں وہیں قریب رہتے تھے اور میاں تاج دین صاحب وہیں رہتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن میں سے کس دوست کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ بہر حال جب واپس آئے تو مسجد کے قریب بہت بڑا ہجوم تھا اور جونہی لوگوں نے آپ کی گاڑی دیکھی انہوں نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ بعض گالیاں دینے لگ گئے، بعض نے آپ کے خلاف نعرے لگائے اور شور سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ شاید یہ نظارہ

حضرات ناظرین میں کہیں کا جاگیردار نہیں۔ بڑا مالدار نہیں۔ سرکاری ملازم نہیں بلکہ ایک گوشہ نشین قومی خادم ہوں۔ تاہم عام مسلمانوں کا خادم اور فرقہ اہل حدیث کا ریپریزنٹیٹو سمجھکر گورنر جنرل اور لفٹنٹ گورنر اور انکے ماتحت حکام مجھے کرسی دیتے ہیں۔ اور انکے دربار میں جانیکا اتفاق ہوتا ہے۔ تو وہاں بھی کرسی ملتی ہے۔ پھر اگر عدالت میں بوقت اظہار مجھے کرسی نہ ملی (جو کسی کو بھی نہیں ملتی۔ اور خود دجال کادیانی کو عدالت ملتان میں نہیں ملی) تو اسمیں کونسی توہین ہوئی۔ جسکو دجال کادیانی اور انکے اتباع شیطانی اسپر لون مرچ لگا کر اور بغلیں بجاکر شہرت دے رہے ہیں۔

حضرات توہین تو وہ ہے جو اس غلط تشہیر کے تھوڑے ہی دنوں بعد دجال کادیانی کو نصیب ہوئی۔ اور بیت ؎

دیدی کہ چون ناحق پروانہ شمع را ✣ چندان اماں نداد کہ شب را سحر کند

کی تصدیق ہوگئی۔ یہ دجال ملتان کی شہادت سے فارغ ہو کر لاہور میں پہنچا۔ اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا۔ اور ملا محمد بخش صاحب مہتمم اخبار جعفر زٹلی اور منشی امام الدین صاحب نے اس دجال کو اسکے کفریات پر بحث کرنے کے لئے للکارا۔ تو دُم دبا کر بھاگ گیا۔ اور انکے بھاگنے پر شہر کے لڑکے انکے پیچھے ہو لئے۔ اور تالیاں بجاتے اور وہ بھاگا بھاگا پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے۔ چنانچہ پرچہ اخبار جعفر زٹلی لاہور مورخہ ۱۸۹۲ء میں کہا ہے۔

"مرزا کادیانی لاہور میں۔ مرزا جی دورہ کرتے ہوئے ۲۹۔ اکتوبر کو لاہور میں پہنچے سنہری مسجد کے سامنے لکھی طوائف کے مکان پر اُترے۔ ہر چند ہمنے انکو مباحثہ کے لئے کہا۔ مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دیکے بات یہ ہے کہ مرزا جی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں تین کلمے بھی نہیں رکھتے۔ غرض کہ مرزا جی جیسے آئے تھے

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

کی

رنڈی استانی

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی کی رنڈی استانی

یہ تیسرا رسالہ دراصل سابقہ دونوں رسائل "مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں" اور "مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر" کا فکری و تحقیقی تسلسل ہے۔ پہلے رسالے میں یہ بات مستند قادیانی مآخذ سے واضح کی جا چکی کہ مرزا قادیانی کا لاہور میں قیام محض اتفاقی یا عارضی نہیں تھا بلکہ وہ شہر کے بدنام ترین علاقے، یعنی ہیرا منڈی، میں باقاعدہ مقیم رہا۔ دوسرے رسالے میں اس قیام کی نوعیت مزید کھل کر سامنے آئی کہ یہ رہائش کسی عام مکان میں نہیں بلکہ ایک معروف طوائف کے کوٹھے پر تھی، جسے قادیانی مؤرخین نے دانستہ طور پر مبہم اور فرضی مقامات کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی۔

اب یہ تیسرا رسالہ اس بحث کو ایک نئے اور نہایت نازک مگر فیصلہ کن مرحلے میں داخل کرتا ہے۔ یہاں محض قیام یا رہائش کا تذکرہ مقصود نہیں، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اس ماحول سے کیا حاصل کیا؟ اور اس کے اثرات اس کی فکر، تعلیم، جماعت سازی اور نام نہاد روحانیت پر کیسے مرتب ہوئے؟

اس رسالے میں یہ دعویٰ دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے گا کہ مرزا قادیانی کا ہیرا منڈی سے تعلق محض مکانی یا وقتی نہ تھا، بلکہ وہ وہاں کے کرداروں خصوصاً طوائفوں سے فکری و عملی طور پر متاثر ہوا، حتیٰ کہ بعض معاملات میں انہی کو بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے لیے تعلیمی و فکری ماخذ کے طور پر پیش کیا۔ یہی وہ پس منظر ہے جس نے اس کی جماعت کے اخلاقی سانچے، روحانی تصورات اور مذہبی ترجیحات کو ایک عجیب اور مسخ شدہ رخ دیا۔

یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسیح موعود، مہدیِ معہود بلکہ بعد ازاں

نبی ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہو، اس کے لیے اساتذہ، مربّی اور نمونہ ہائے عمل کا معیار کیا ہونا چاہیے تھا؟ کیا ایسے منصب عظیم کے دعویدار کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ بدکاری کے مراکز سے فکری غذا حاصل کرے اور پھر اسی کو اپنے مریدوں کے لیے بالواسطہ نمونہ بنا دے؟

اس رسالے میں پیش کیے جانے والے حوالہ جات حسبِ سابق قادیانی لٹریچر، ان کے اپنے مصنفین اور ان ہی کے اعترافات پر مبنی ہوں گے۔ کوئی الزام، کوئی تعبیر اور کوئی نتیجہ محض مصنف کی رائے پر قائم نہیں کیا جائے گا، بلکہ ہر نکتہ اپنے ہی دعویداروں کی کتابوں سے اخذ کر کے قارئین کے سامنے رکھا جائے گا، تاکہ فیصلہ دلیل کی بنیاد پر ہو، جذبات کی بنیاد پر نہیں۔

یہ باب دراصل اس سوال کا جواب فراہم کرے گا کہ ہیرا منڈی سے وابستگی کا منطقی انجام کیا تھا؟ اور یہ وابستگی مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت، مہدیت اور روحانیت کے ساتھ کس درجہ متصادم ہے۔ آئندہ صفحات میں آنے والے شواہد اسی مقدمے کی تفصیل، تشریح اور حتمی سمت متعین کریں گے۔

رنڈی سے عبرانی سیکھنے کا واقعہ

مفتی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:
"مجھے کوئی دینی خدمت سونپیں" حضور نے فرمایا: ہم چاہتے ہیں کہ یہ بھی ثابت کریں کہ عبرانی زبان بھی عربی سے نکلی ہے لیکن یہاں کوئی عبرانی پڑھا ہوا نہیں ہے جو عبرانی زبان کے الفاظ کی فہرست بنائے جیسا کہ دوسری زبانوں کے الفاظ کی ہم نے فہرستیں بنوائی ہیں۔ پس آپ لاہور میں کسی سے عبرانی سیکھیں پھر آ کر ہمیں سنائیں۔
یہ ایک انتہائی دقیق علمی کام تھا جو اُن کے مرشد نے تفویض کیا

تھا۔لاہور میں عبرانی کے اُستاد کی تلاش کی مگر ناکامی ہوئی۔صرف یہ معلوم ہوا کہ انارکلی کے چوباروں میں کوئی رنڈی رہتی ہے جو عبرانی جانتی ہے، وہاں آپ نے مناسب خیال نہ کیا اور یہ معاملہ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کر دیا۔حضور نے فرمایا: انما الاعمال بالنیات آپ چلے جائیں آپ کی نیت پر آپ کو ثواب ہوگا۔مفتی صاحب اُس کے پاس پہنچے تو اس نے بتایا کہ چند دن میں اُس کا ایک ہم وطن یہودی آنے والا ہے جو عبرانی پڑھا سکے گا۔اس طرح ایک ٹیوٹر کا انتظام ہوگیا۔صرف تین ماہ میں آپ نے عبرانی سیکھ لی تا کہ الفاظ کی فہرست بنا کر حضرت اقدس علیہ السلام خدمت میں پیش کرسکیں۔اس سلسلے میں آپ نے عبرانی بائبل کو بغور پڑھا تو اُس میں بہت سی پیشگوئیاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کے متعلق اصلی حالت میں ملیں جبکہ تراجم میں اُن کو مشتبہ کر دیا گیا تھا۔یہ مواد آپ وقتاً فوقتاً حضرت اقدس خدمت میں پیش کرتے جو آپ اپنی کتب میں شامل فرماتے۔عبرانی تحریر بھی مفتی صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔تحفہ گولڑویہ کے صفحات 114, 117 اور 138 پر ایسی تحریریں موجود ہیں۔کچھ حوالے اربعین نمبر 4 کے تتمہ ص 8 پر بھی درج فرمائے۔(خلاصہ الفضل 3 جنوری 1945 صفحہ 5)

(حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 54،53)

نکتہ نمبر 1: دینی خدمت کے نام پر ایک غیر شرعی عمل

اس اقتباس میں سب سے پہلا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ جس کام کو" دینی خدمت" کہا جا رہا

ہے وہ اپنی اصل میں نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے، اور نہ ہی امت کے مسلمہ علمی منہج سے۔ ایک شخص یہ عرض کرتا ہے کہ مجھے کوئی دینی خدمت سونپی جائے، تو جواب میں اسے نہ قرآن کی تعلیم، نہ حدیث کی خدمت، نہ فقہ، نہ دعوت، نہ اصلاحِ عقائد، بلکہ یہ ہدف دیا جاتا ہے کہ "یہ بھی ثابت کریں کہ عبرانی زبان عربی سے نکلی ہے"۔ یہ مقصد اپنی نوعیت میں ایک قیاسی، نظری اور غیر ثابت شدہ دعویٰ ہے جس کا دین کی بنیادی تعلیمات سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں۔ اہلِ اسلام کے ہاں "دینی خدمت" وہی سمجھی جاتی ہے جو وحیِ الٰہی کے فہم، اس کی تبلیغ، اس پر عمل اور امت کی اصلاح سے متعلق ہو، نہ کہ زبانوں کی نسلی نسبتیں ثابت کرنے جیسے ثانوی اور غیر ضروری مباحث۔

یہاں مسئلہ صرف عبرانی زبان سیکھنے کا نہیں، بلکہ اس کام کو مرشد کی طرف سے ایک نہایت دقیق دینی فریضہ بنا کر پیش کرنا ہے، حالانکہ نہ نبی کریم ﷺ، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نہ ائمۂ مجتہدین نے کبھی دین کی خدمت کو اس نوع کے دعووں سے مشروط کیا۔ اگر عبرانی عربی سے نکلی ہوتی تو یہ بات امت کے جلیل القدر مفسرین، محدثین اور لسانی ماہرین صدیوں پہلے واضح کر چکے ہوتے، اس کے لیے نہ انارکلی کے چوباروں کے چکر لگانے کی ضرورت تھی اور نہ ایسے مشتبہ ذرائع اختیار کرنے کی۔

اس نکتے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ہاں "دینی خدمت" کا تصور کتاب وسنت کے بجائے ذاتی نظریات اور غیر ثابت شدہ دعووں کے گرد گھومتا ہے۔ یہی طرزِ فکر آگے چل کر ایسے افعال اور فیصلوں کو بھی دین کے نام پر جائز قرار دیتی ہے جن کا شریعتِ اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ یہ پہلا نکتہ ہی اس پورے قصے کی فکری بنیاد کو بے نقاب کر دیتا ہے کہ یہاں دین کی خدمت نہیں، بلکہ ایک مخصوص ذہنیت کے دعووں کے لیے لوگوں کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

نکتہ نمبر 2: عبرانی کو عربی سے نکالنے کا جاہلانہ دعویٰ

اس اقتباس میں دوسرا بنیادی نکتہ یہ سامنے آتا ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ ثابت کرنے کی خواہش ظاہر کی کہ "عبرانی زبان عربی سے نکلی ہے" اور اس مقصد کے لیے الفاظ کی فہرستیں تیار کروانے کا منصوبہ بنایا۔ یہ نکتہ اپنی نوعیت میں محض ایک لسانی بحث نہیں بلکہ براہِ راست مرزا قادیانی کے فکری منہج، علمی اہلیت اور دعویٰ مسیحیت و مہدیت کی حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے۔ سب سے پہلے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ زبانوں کے ماخذ اور ارتقا کا تعین جدید یا قدیم لسانیات کا موضوع ہے، نہ کہ کسی مدعیٔ الہام یا خود ساختہ مسیح کا منصب۔ انبیاء علیہم السلام کا فریضہ زبانوں کے نسب نامے بنانا یا لسانی قیاسات گھڑنا نہیں بلکہ وحیِ الٰہی کی تبلیغ، شریعت کی تشریح اور اخلاقی و عملی اصلاح ہوتا ہے۔ یہاں مرزا قادیانی ایک ایسے علمی منصوبے میں الجھتے نظر آتے ہیں جو نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے، اور نہ ہی امت کے مسلمہ ائمۂ لغت و لسانیات کے منہج سے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ سامی زبانوں (عربی، عبرانی، سریانی وغیرہ) کے باہمی تعلق پر امت کے جلیل القدر علماء صدیوں پہلے گفتگو کر چکے ہیں، مگر کسی معتبر عالم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عبرانی، عربی سے "نکلی" ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ سب ایک ہی لسانی خاندان (Semitic languages) سے تعلق رکھتی ہیں۔ مرزا قادیانی کا اس کو اس انداز میں پیش کرنا کہ جیسے یہ کوئی نیا، الہامی انکشاف ہو، دراصل علمی دنیا میں پہلے سے موجود مباحث کو اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش ہے۔ یہ طرزِ عمل بعینہٖ وہی ہے جو جھوٹے مدعیانِ نبوت اختیار کرتے ہیں، یعنی پرانی بات کو نئے دعوے کے ساتھ جوڑ کر اسے اپنی "صداقت" کا ثبوت بنانے کی کوشش۔

تیسری بات، اس دعوے کے لیے جس طریق کار کو اختیار کیا گیا، وہ خود اس بات کا

ثبوت ہے کہ یہ کام نہ وحی کی بنیاد پر تھا اور نہ کسی یقینی علم پر۔ اگر واقعی یہ بات الہامی ہوتی تو مرزا قادیانی کو نہ کسی استاد کی تلاش کی ضرورت ہوتی، نہ شاگردوں کو لاہور، انارکلی اور مشکوک مقامات کی خاک چھاننے کی حاجت پیش آتی۔ انبیاء علیہم السلام کے علوم "کسبی" نہیں ہوتے بلکہ "وہبی" ہوتے ہیں۔ یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے: پہلے ایک نظریہ گھڑا گیا، پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے انسانی ذرائع، قیاسات اور مشتبہ اساتذہ تلاش کیے گئے۔ یہ طرزِ عمل ایک محقق کا ہوسکتا ہے، مگر نبی یا مہدی کا ہرگز نہیں۔

چوتھی بات، اس دعوے کے پس منظر میں مرزا قادیانی کا اصل مقصد بھی واضح ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ عبرانی متون سے ایسی تعبیرات نکلوائی جائیں جنہیں اپنی ذات پر منطبق کر کے نبوت و مسیحیت کے لیے "ثبوت" کے طور پر پیش کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر عبرانی بائبل سے مبینہ پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں تراجم میں "مشتبہ" قرار دے کر اصل عبرانی متن کو مرزا قادیانی کے حق میں استعمال کیا گیا۔ یہ طریقہ دراصل نصوص کے ساتھ وہی کھیل ہے جو پہلے بھی مرزا قادیانی قرآن و حدیث کے ساتھ کھیل چکے تھے، یعنی من چاہی تاویل، خودساختہ معنی اور دعویٰ کی موافقت میں متن کو موڑ دینا۔

اس طرح نکتہ نمبر 2 یہ ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا معاملہ نہ صرف رہبانیت یا ہیرا منڈی سے تعلق تک محدود ہے، بلکہ علمی سطح پر بھی ان کا پورا منصوبہ ایک جھوٹے دعویٰ کو سہارا دینے کے لیے گھڑا گیا تھا۔ ایک سچا نبی یا امام مہدی امت کو زبانوں کے نسب نامے نہیں سکھاتا بلکہ ایمان، تقویٰ اور اتباعِ رسول ﷺ کی طرف بلاتا ہے، جبکہ یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔

نکتہ نمبر 3: "دینی خدمت" کے نام پر غیر شرعی توجیہ

اس نکتے میں بنیادی خرابی یہ ہے کہ ایک واضح طور پر غیر مناسب، مشتبہ اور اخلاقی لحاظ

سے ناپسندیدہ راستے کو محض "نیت" کے سہارا اسے جائز قرار دیا جا رہا ہے۔اقتباس کے مطابق جب لاہور میں عبرانی سکھانے والا کوئی نہ ملا تو "انارکلی کے چوباروں میں رہنے والی رنڈی" کی طرف اشارہ ہوا، اور اس پر مرزا قادیانی کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات''، یعنی تم چلے جاؤ، نیت پر ثواب ہوگا۔ یہ طرزِ استدلال علمی، شرعی اور اخلاقی تینوں حوالوں سے فاسد ہے۔

اوّل، نیت حرام کو حلال نہیں کرتی۔ نیت عبادات میں قبولیت کا معیار ہے، نہ کہ ممنوعات کو مباح بنانے کا آلہ۔ اگر نیت ہی سب کچھ ہوتی تو سود، رشوت، زنا، شراب سب اچھی نیت کے نام پر جائز ہو سکتے تھے، جو بدیہی طور پر باطل ہے۔ یہاں نیت کا سہارا لے کر ایک ایسے ماحول میں جانے کی اجازت دی گئی جو بذاتِ خود فتنہ، تہمت اور اخلاقی فساد کا مرکز تھا۔

دوم، دینی خدمت کے لیے ذرائع کا پاک ہونا شرط ہے۔ اگر مقصد دین کی خدمت بتایا جا رہا ہے تو اس کے لیے اختیار کیا جانے والا راستہ بھی شریعت اور اخلاق کے معیار پر پورا اترنا چاہیے۔ ایک مدعیِ مسیح و مہدی کی طرف سے یہ رہنمائی کہ "رنڈی کے پاس جا کر علم حاصل کرو" نہ صرف خود اس کے دعووں کے منہ پر طمانچہ ہے بلکہ اس کے پیروکاروں کے لیے خطرناک مثال بھی قائم کرتی ہے۔ یہ وہی منطق ہے جس کے ذریعے بعد میں ہر غیر شرعی فعل کو دین کی خدمت کا لیبل لگا کر جائز کہا جا سکتا ہے۔

سوم، یہ واقعہ مرزا قادیانی کے ہیرا منڈی سے فکری و عملی تعلق کو تقویت دیتا ہے۔ پہلے رسائل میں قیام، سکونت اور میل جول کے شواہد آئے؛ یہاں اسی سلسلے کا ایک اور رخ سامنے آتا ہے کہ تعلیم و علمی کام کے لیے بھی اسی گندے ماحول کو قابلِ رجوع سمجھا گیا۔ اگر یہ محض ایک اتفاق ہوتا تو اسے فوراً رد کیا جاتا، مگر یہاں تو باقاعدہ ترغیب دی جا رہی ہے۔

چہارم، مدعیٔ الہام و بعثت کی ذمہ داری عام لوگوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ایک عام شخص اگر ایسی لغزش کرے تو وہ اپنی ذات تک محدود رہتی ہے، مگر جو شخص خود کو دین کا احیا کرنے والا، مجدد، مسیح یا مہدی کہتا ہو، اس کا ہر عمل اسوہ بن جاتا ہے۔ اس اقتباس میں دکھایا گیا طرزِ عمل اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہاں نہ نبوی احتیاط ہے، نہ مجددانہ وقار، بلکہ محض مصلحت کے نام پر حدود شکنی ہے۔

خلاصہ یہ کہ نکتہ نمبر 3 میں نیت کے غلط اور خطرناک استعمال کو بے نقاب کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ نہ صرف مرزا قادیانی کے دعویٰ ہائے عظیمہ کے ساتھ صریح تضاد رکھتا ہے بلکہ اس پورے رسالے کے مرکزی مقدمے کو مضبوط کرتا ہے کہ ہیرا منڈی اور اس سے وابستہ کردار محض حادثاتی نہیں، بلکہ ایک مسلسل ذہنی و عملی وابستگی کا نتیجہ ہیں۔

نکتہ نمبر 4: مرزا قادیانی کا ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ“ فاسد استدلال

اس نکتے میں سب سے سنگین اور فکری طور پر خطرناک پہلو یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ایک واضح طور پر مشتبہ بلکہ فاسد عمل کو جائز ٹھہرانے کے لیے حدیثِ نبوی ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ“ کو ڈھال بنایا۔ یہاں اصل مسئلہ عبرانی زبان سیکھنا نہیں بلکہ کس جگہ سے، کس ذریعے سے، اور کس ماحول میں سیکھنے کی اجازت دی جا رہی ہے، اور وہ بھی ایک ایسے شخص کی طرف سے جو خود کو مسیحِ موعود، مہدی، بلکہ بعد میں نبی ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے۔

اسلام میں نیت عمل کی روح ضرور ہے، مگر نیت کبھی حرام یا مشتبہ ذریعے کو حلال نہیں بناتی۔ یہی وہ بنیادی اصول ہے جسے مرزا قادیانی نے یا تو سمجھا نہیں، یا جان بوجھ کر مسخ کیا۔ اگر صرف نیت کافی ہوتی تو پھر شراب پینے والا، سود کھانے والا، یا فحاشی کے مراکز میں جانے والا ہر شخص ”نیک نیت“ کا دعویٰ کر کے بری الذمہ ہو جاتا۔ حالانکہ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ

وسائل بھی پاک ہوں اور مقاصد بھی۔

یہاں سوال یہ نہیں کہ مفتی محمد صادق کی نیت کیا تھی، بلکہ سوال یہ ہے کہ ایک مبعوث، مہدی، اور مسیح کہلانے والا شخص کیا ایسا حکم دے سکتا ہے جو بدکاری کے مراکز تک جانے کا دروازہ کھول دے؟ انبیاء علیہم السلام کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ شبہ والی چیزوں سے بھی روکتے ہیں، نہ کہ خود ان کے لیے فتوے گھڑتے ہیں۔ نبی کا کام امت کو سدِّ ذرائع سکھانا ہوتا ہے، نہ کہ "نیت" کا سہارا دے کر دروازے کھلوانا۔

اس مقام پر حدیث ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' کو پیش کرنا دراصل حدیث کی روح کے ساتھ کھلا کھلواڑ ہے۔ یہ حدیث اخلاص کے باب میں ہے، نہ کہ فواحش، اختلاط، اور بدنام مقامات کے جواز کے باب میں۔ اگر مرزا قادیانی واقعی قرآن وسنت کا فہم رکھتا تو وہ یہ جانتا کہ نیت کا تعلق قابلِ جواز عمل سے ہوتا ہے، نہ کہ بذاتِ خود ممنوع یا مشتبہ عمل سے۔

یہی وہ نکتہ ہے جہاں مرزا قادیانی کا "روحانی مقام" بری طرح بے نقاب ہوتا ہے۔ ایک طرف دعویٰ یہ کہ وہ امام مہدی ہے، اور دوسری طرف دین کا یہ حال کہ بدنام رنڈی کے کوٹھے تک جانے کے لیے حدیث کا غلط استعمال کر کے اجازت دی جا رہی ہے۔ یہ طرزِ فکر کسی نبی، کسی مہدی، یا کسی مجدد کی نہیں ہو سکتی، بلکہ یہ وہی انداز ہے جو ہر زمانے کے گمراہ مدعیانِ نبوت اور جعلی صوفیاء اختیار کرتے رہے ہیں۔

یہ نکتہ ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ہاں نہ شریعت کا وقار محفوظ ہے، نہ حدیث کا احترام، اور نہ ہی اخلاقی حدود کی پاسداری۔ آئندہ نکات میں یہی روش مزید واضح ہو کر سامنے آئے گی کہ کس طرح ہیرا منڈی کی فضا نے مرزا قادیانی کے فکر وفہم کو مسخ کیا، اور اسی مسخ شدہ فکر کو اس نے "روحانیت" کے نام پر اپنی جماعت میں پھیلایا۔

نکتہ نمبر 5: حدیثِ نبوی ﷺ پر تمسخر

اس نکتے میں سب سے بنیادی اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ ایک جلیل القدر حدیثِ نبوی ﷺ کو ایک صریحاً مشتبہ بلکہ اخلاقی طور پر قبیح فعل کے جواز کے لیے استعمال کیا گیا۔ حدیث "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات"

کا مفہوم یہ ہرگز نہیں کہ حرام، مشتبہ یا فتنہ انگیز راستے اختیار کر کے انہیں صرف "نیت" کے پردے میں حلال یا باعثِ ثواب بنالیا جائے۔ شریعتِ اسلامیہ میں نیت کا اعتبار ہمیشہ عمل کے دائرۂ شریعت میں ہونے کے بعد ہوتا ہے، نہ کہ شریعت کے واضح احکام کو پامال کر کے۔

قرآن وسنت کا قطعی اصول یہ ہے کہ جو راستہ بذاتِ خود گناہ، فتنہ یا بدکاری تک لے جانے والا ہو، اس میں داخل ہونا ہی ممنوع ہے، چاہے نیت کتنی ہی پاکیزہ ہونے کا دعویٰ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہِ اسلامی میں "سدّ الذرائع" کا اصول مسلم ہے، یعنی وہ تمام ذرائع بھی بند کیے جاتے ہیں جو حرام تک پہنچاتے ہوں۔ انارکلی کے "چوباروں" میں رنڈی کے پاس جانا، چاہے مقصد علم سیکھنا بتایا جائے، شریعت کی نظر میں نہ صرف مشتبہ بلکہ تہمت اور فتنہ کا دروازہ کھولنے والا فعل ہے۔

یہاں حدیث کو جس انداز سے پیش کیا گیا، وہ دراصل نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے ساتھ فکری خیانت ہے۔ اگر صرف نیت ہی سب کچھ ہوتی تو شراب بنانے والا کہہ سکتا تھا کہ میں تجارت کی نیت سے کررہا ہوں، زنا کرنے والا کہہ سکتا تھا کہ نفس کی اصلاح مقصود ہے، اور چور کہہ سکتا تھا کہ میں تجربہ حاصل کررہا ہوں۔ شریعت نے کبھی ایسی من مانی اجازت نہیں دی۔

مزید یہ کہ ایک مدعیٔ مسیح ومہدی کی نسبت یہ تصور پیش کرنا کہ وہ اپنے قریبی شاگرد کو ایک بدنام جگہ جانے کا مشورہ دے اور اسے ثواب کی امید دلائے، اس دعویٰ کی روح کو خود

اسی مقام پر دفن کر دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا منصب لوگوں کو شبہات سے نکالنا ہوتا ہے، نہ کہ انہیں شبہات میں دھکیل کر حدیث کے الفاظ سے ڈھال فراہم کرنا۔

یہ نکتہ اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ قادیانی فکر میں حدیث و شریعت کو اصول کے طور پر نہیں بلکہ ضرورت کے وقت ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا۔ جہاں حکم مانع ہو وہاں تاویل، اور جہاں خواہش ہو وہاں نیت کا سہارا۔ یہی طرزِ فکر آگے چل کر ہیرا منڈی، لکھی طوائف، اور رنڈیوں سے "تعلیم" جیسے شرمناک ابواب تک لے جاتا ہے۔

پس نکتہ نمبر 5 دراصل پورے رسالے کی فکری بنیاد کو عیاں کرتا ہے کہ یہاں نہ شریعت کی حرمت باقی ہے، نہ حدیث کی عظمت، بلکہ سب کچھ ایک شخص کے دعوے کو بچانے کے لیے قربان کر دیا گیا ہے، اور یہی طرزِ عمل کسی نبی، کسی مہدی، اور کسی مصلحِ امت کی شان نہیں ہو سکتی۔

نکتہ نمبر 6: عبرانی زبان کو وحی و نبوت کے اثبات کا ذریعہ بنانا

اس اقتباس سے ایک نہایت بنیادی خرابی سامنے آتی ہے کہ عبرانی زبان کی تعلیم اور اس سے ماخوذ الفاظ و پیشگوئیوں کو اس طرح پیش کیا گیا گویا وہ خود نبوت و مسیحیت کے اثبات کا مستقل معیار ہوں، حالانکہ منہجِ نبوت میں زبانیں بذاتِ خود دلیل نبوت نہیں ہوتیں بلکہ وحیِ الٰہی، معجزہ، صدقِ دعویٰ اور سابقہ انبیاء کی صریح بشارات ہی اصل معیار ہیں۔ یہاں معاملہ یہ ہے کہ پہلے ایک مفروضہ قائم کیا گیا کہ عبرانی عربی سے نکلی ہے، پھر اس مفروضے کو ثابت کرنے کے لیے ایسے اسباب اختیار کیے گئے جو نہ علمی دیانت کے مطابق ہیں اور نہ شرعی احتیاط کے، اور آخر میں عبرانی بائبل کی عبارات کو اس طرح موڑا گیا کہ انہیں اپنے دعوے کے حق میں "اصلی حالت" قرار دے کر پیش کیا گیا، جبکہ تراجم کو مشتبہ ٹھہرایا گیا۔ یہ طرزِ عمل علمی

تحقیق نہیں بلکہ نتائج پہلے سے طے کر کے دلائل تراشنے کی مثال ہے۔

نبوی طریق یہ نہیں کہ کسی زبان کے الفاظ کی فہرستیں بنوا کر، پھر ان الفاظ سے اپنی ذات کے لیے پیشگوئیاں برآمد کی جائیں، بلکہ قرآنِ مجید نے انبیاء کے بارے میں واضح کیا کہ ان کی صداقت کھلے دلائل، اعلیٰ اخلاق، اللہ کی اطاعت اور شریعت کی کامل پابندی سے پہچانی جاتی ہے۔ یہاں الٹا یہ ہے کہ ایک غیر ثابت شدہ لسانی نظریے کو بنیاد بنا کر اپنی تصنیفات میں شامل کیا جا رہا ہے اور اسے نبوت کے حق میں دلیل بنایا جا رہا ہے۔ مزید یہ کہ عبرانی بائبل سے ایسی پیشگوئیوں کا دعویٰ کیا گیا جن کے اصلی ہونے کا فیصلہ خود مدعی کے حلقے میں بیٹھ کر کیا گیا یہ خود تصدیقی دائرہ ہے، جسے نہ اصولِ حدیث قبول کرتے ہیں اور نہ اصولِ تفسیر و تاریخ۔

اس نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان، لغت اور ترجمہ یہ سب علومِ معاونہ ہیں، اصل دین نہیں۔ جب معاونہ علوم کو اصل بنا دیا جائے اور اصل (وحیِ قطعی، سنتِ ثابتہ، اجماعِ امت) کو پسِ پشت ڈال دیا جائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہر متن کو خواہش کے مطابق موڑا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اقتباس میں عبرانی سیکھنے کا پورا قصہ دعویٔ نبوت کی تقویت کے لیے استعمال ہوا، حالانکہ منہجِ اسلام میں نہ کسی نبی نے اپنی نبوت لغت سے ثابت کی اور نہ کسی زبان کے اصل سے۔ یہ اس دعوے کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے، نہ کہ اس کی قوت کو۔

نکتہ نمبر 7: دینی تعلیم کے نام پر حرام وسیلے کو جائز قرار دینا

اس اقتباس سے ایک نہایت سنگین اصولی خرابی سامنے آتی ہے، اور وہ یہ کہ دینی علم کے حصول کے لیے بھی اگر حرام، مشتبہ اور اخلاقی طور پر گندے ذرائع اختیار کر لیے جائیں تو انہیں نیت کے نام پر درست قرار دے دیا جائے۔ یہاں مسئلہ صرف عبرانی زبان سیکھنے کا نہیں بلکہ ذریعۂ تعلیم کا ہے، کیونکہ اسلام میں مقصد جتنا بھی بلند ہو، اگر اس تک پہنچنے کا راستہ

حرام ہو تو وہ مقصد بھی شرعاً مردود ہو جاتا ہے۔ شریعت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ الوسائل لها أحكام المقاصد، یعنی جس کام کا نتیجہ جس درجے کا ہو، اس تک لے جانے والا ذریعہ بھی اسی حکم میں شمار ہوگا۔ اگر ذریعہ فحش، گناہ، یا بدکاری سے جڑا ہو تو وہ کسی حال میں عبادت یا دینی خدمت نہیں بن سکتا۔

اس روایت میں واضح ہے کہ عبرانی سکھانے والی عورت انارکلی کے چوباروں میں رہنے والی رنڈی کے طور پر معروف تھی، اور یہ بات خود راوی نے تسلیم کی کہ وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ یہ اعتراف بذاتِ خود اس امر کا ثبوت ہے کہ معاملہ مشتبہ نہیں بلکہ صریحاً غیر شرعی تھا۔ اس کے باوجود مرزا قادیانی کی طرف منسوب یہ جملہ کہ "نیت اچھی ہے، ثواب ہوگا" شریعتِ اسلامیہ کے اس بنیادی اصول کو پامال کرتا ہے کہ حرام راستے سے خیر پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہی منطق قبول کر لی جائے تو پھر چوری، بدکاری، رشوت اور فحاشی سب کچھ دینی خدمات کے نام پر جائز ٹھہر سکتا ہے، جو اسلام کی اخلاقی بنیادوں کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ طرزِ فکر کسی عام شخص کی لغزش نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی طرف منسوب ہے جو خود کو مسیح، مہدی اور الٰہی مامور قرار دیتا ہے۔ جس شخصیت کا دعویٰ یہ ہو کہ وہ امت کی اصلاح کے لیے کھڑا کیا گیا ہے، اس سے تو یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ حرام کے دروازے بند کرے گا، نہ یہ کہ حرام کے قریب جانے کے لیے دینی تاویلات گھڑے۔ اس نکتے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تعلیمات میں شریعت کی پابندی اصل نہیں بلکہ مقصد کے نام پر ہر حد عبور کرنے کا نظریہ موجود ہے، جو صوفیانہ اصلاح نہیں بلکہ عملی اباحیت کی بنیاد ہے۔

یہی نکتہ اس پورے رسالے کی روح سے جڑتا ہے کہ ہیرا منڈی، انارکلی اور رنڈیوں سے وابستہ ماحول محض اتفاقی واقعات نہیں بلکہ ایک مسلسل فکری روش کا نتیجہ ہیں، جہاں گناہ کو

نیت کے پردے میں چھپا کر تقدس عطا کیا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مرزا قادیانی کے دعویٰ اصلاحِ امت اور اسلامی مزاج کے درمیان تصادم پوری شدت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

نکتہ نمبر 8: رنڈی کے ذریعے علمِ عبرانی اور ”وحی و الہام“ کی بنیاد

اس نکتے میں اصل خرابی محض اخلاقی نہیں بلکہ علمی و دینی ہے، کیونکہ یہاں علمِ وحی اور الہامی دعوؤں کی بنیاد ایک ایسی راہ پر رکھی جارہی ہے جو نہ اہلِ علم کے ہاں معتبر ہے اور نہ شریعت کے اصولوں کے مطابق۔ قادیانی روایت کے مطابق عبرانی زبان کی تعلیم ایک انارکلی کی رنڈی کے توسط سے حاصل ہوئی، پھر اسی ذریعے سے عبرانی بائبل کے ایسے اقتباسات اخذ کیے گئے جنہیں بعد میں ”پیشگوئیاں“ اور ”الہامی تائیدات“ بنا کر پیش کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ اگر دعویٰ مسیحیت ومہدیت سچا اور خدائی تائید یافتہ تھا تو اس کے ثبوت کے لیے ایسے مشکوک اور محلِّ تہمت ذرائع کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اہلِ سنت کے ہاں اصول مسلم ہے کہ وحی، الہام یا دینی استدلال کے مصادر پاکیزہ، معتبر اور اہلِ تقویٰ کے ہاتھوں منتقل ہوتے ہیں، نہ کہ ایسے مقامات اور افراد کے واسطے سے جن پر خود شریعت نے سخت قیود لگائی ہیں۔

یہاں ایک اور بنیادی علمی خلل بھی سامنے آتا ہے کہ عبرانی بائبل کے اصل متن کو سمجھنے اور اس سے استدلال کرنے کے لیے نہ صرف زبان پر عبور درکار ہوتا ہے بلکہ یہودی و مسیحی متون کی تفسیری روایت، سیاق وسباق اور نصوص کے تاریخی پس منظر کا علم بھی لازم ہے۔ چند ماہ میں کسی ”ٹیوٹر“ کے ذریعے زبان سیکھ کر، پھر اپنی پسند کے معانی اخذ کر کے انہیں نبوی پیشگوئیوں پر منطبق کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ اس سے یہ تاثر مضبوط ہوتا ہے کہ پہلے سے

قائم کردہ دعوے کو سہارا دینے کے لیے بعد میں متون کو کھینچ تان کر استعمال کیا گیا، نہ کہ متون سے غیر جانب دارانہ طور پر حق اخذ کیا گیا۔

مزید یہ کہ اگر اس سارے عمل کو ''انما الاعمال بالنیات'' کے پردے میں جائز ٹھہرایا جائے تو پھر دین میں ہر ناجائز وسیلہ نیت کے نام پر جائز قرار پائے گا، جو صریحاً باطل ہے۔ شریعت میں نیت وسیلے کی اصلاح نہیں کرتی بلکہ صحیح نیت کے ساتھ صحیح طریقہ بھی شرط ہے۔ اس طرح یہ نکتہ واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دعوؤں کی علمی عمارت ایسے کمزور، مشکوک اور غیر شرعی ستونوں پر کھڑی کی گئی جو نہ نبوت کے شایانِ شان ہیں اور نہ مہدیت کے۔

نکتہ نمبر 9: عبرانی بائبل کا مطالعہ

اس میں یہ بات نمایاں ہے کہ مفتی نے عبرانی بائبل کا بغور مطالعہ کیا اور اس میں بہت سی پیشگوئیاں حضرت نبی کریم ﷺ اور مرزا قادیانی کے متعلق اصلی حالت میں دریافت کیں، جبکہ تراجم میں یہ پیشگوئیاں مشتبہ یا مبہم کر دی گئی تھیں۔

یہاں اہم پہلو یہ ہے کہ یہ کام خود مرزا قادیانی کے زیرِ نگرانی انجام پایا، اور مفتی نے جو مواد جمع کیا وہ بعد میں حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا گیا اور ان کی کتب میں شامل بھی ہوا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مطالعہ اور تحقیق قادیانیانہ روایت کے مطابق درستگی اور حوالہ جات کے ساتھ کیا گیا لیکن اس میں یہ بھی بحث طلب ہے کہ ایک ایسے شخص کے لیے جو دعویٰ مہدیت اور نبوت کرتا ہے، یہ کام اس کے دینی اور علمی کردار کی توثیق نہیں بلکہ اس کے فریب اور دعووں کے لیے ذرائع کے طور پر استعمال کیا گیا۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں، مبعوثین اور نبیوں کی شان یہ ہے کہ وہ حقائق کو لوگوں کی ہدایت کے لیے پیش کرتے ہیں نہ کہ اپنی ذات کے دعووں کو ثابت کرنے کے لیے۔ اس تناظر میں، یہ کام اگرچہ علمی طور پر قابل توجہ ہو سکتا ہے، مگر مرزا قادیانی کے مبعوث یا نبی ہونے

کا ثبوت نہیں ہے، بلکہ یہ صرف ایک زیرِ نگرانی تحقیقی سرگرمی ہے جو اس کے دعوے کی حمایت کے لیے پیش کی گئی۔

اس نکتہ کا خلاصہ یہ ہے کہ:

عبرانی بائبل کے مطالعہ سے اصلی پیشگوئیاں دریافت ہوئیں۔

تراجم میں یہ پیشگوئیاں مبہم کر دی گئی تھیں۔

مرزا قادیانی نے اپنے مرید کے ذریعے یہ مواد جمع کرایا۔

قرآن و حدیث کے معیار پر یہ کسی بھی دعوے نبوت یا مہدیت کی تصدیق نہیں کرتا۔

نکتہ نمبر 10: عبرانی زبان کے الفاظ کی فہرست

اس میں یہ بات اہم ہے کہ مفتی نے عبرانی زبان کے الفاظ کی فہرست بنانے کا کام مرزا قادیانی کی خدمت میں انجام دیا، تا کہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ عبرانی زبان عربی سے نکلی ہے۔

یہاں کئی پہلو قابل غور ہیں:

1. علمی مقصد کی تصریح:

مرزا قادیانی نے یہ کام مفتی کو اس لیے سونپا کہ عبرانی کے الفاظ کی فہرست مرتب ہو اور اس سے لسانی اور تاریخی تحقیق میں فائدہ ہو۔ اس کام کا مقصد محض علمی تحقیق تھا نہ کہ کسی دعویٰ نبوت یا مہدیت کی تصدیق۔

2. غیر معمولی اور غیر معقول ذریعہ:

مفتی نے استاد کی تلاش کے دوران عبرانی سیکھنے کے لیے انارکلی کی چوباروں میں ایک رنڈی کے پاس جانا پڑا، کیونکہ وہ واحد شخص تھا جو عبرانی جانتی تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی روایت میں اخلاقی اور شرعی حدود کی کوئی رعایت نہیں کی گئی، اور مرزا قادیانی یا اس کے مرید نے غیر اسلامی ماحول سے علم حاصل کرنے کو جائز سمجھا۔

3. قرآن و حدیث کی روشنی:

اسلام میں علم حاصل کرنا اہم ہے، لیکن قرآن اور حدیث واضح طور پر شبہ والی جگہوں، گناہگار یا فاسق ماحول میں داخل ہونے سے روکتا ہے تاکہ شخص کی عزت، شرف اور دین محفوظ رہے (مثال کے طور پر سورہ النور 24:27 میں گھر میں داخل ہونے کی اجازت کے لیے اجازت لینے کی تاکید کی گئی ہے)۔ مرزا قادیانی اور اس کے مرید نے اس نصیحت کی خلاف ورزی کی اور گناہگار یا غیر اخلاقی ماحول میں علمی حصول کو جائز سمجھا۔

4. ملازمت اور عملی اخلاقیات پر اثر:

یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قادیانی طبقہ اپنی علمی اور مذہبی سرگرمیوں میں بھی اسلامی اصولوں کو نظرانداز کرتا ہے، اور یہ حقیقت مرزا قادیانی کے دعویٰ مہدیت یا نبوت کے لیے ایک بڑا اعتراض ہے۔

یہ نکتہ واضح کرتا ہے کہ قادیانی ماحول میں حتیٰ علمی کام بھی اخلاقیات اور شریعت کی خلاف ورزی کے ساتھ انجام پاتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علمی کام کی حقیقت پر غور کرنے کے باوجود، یہ کام مرزا قادیانی یا اس کے مرید کی نیت یا اخلاقی معیار کو جائز نہیں بناتا، اور یہ کسی بھی دعویٰ مہدیت یا نبوت کے لیے مضبوط دلیل نہیں ہے۔

نکتہ نمبر 11: تین ماہ میں عبرانی سیکھی

یں اہم پہلو یہ ہے کہ مفتی نے تین ماہ کے مختصر عرصے میں عبرانی سیکھ کر الفاظ کی فہرست تیار کی اور مرزا قادیانی کی خدمت میں پیش کی۔

1. تیزی سے سیکھنا اور علم کا دائرہ:

تین ماہ میں عبرانی سیکھنا اور بائبل کے الفاظ کو بغور پڑھ کر فہرست مرتب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ کام کا حجم اور معیار کافی حد تک مبالغہ آمیز ہے۔ یہ قادیانی کتابوں میں ایک قابل

تعریف علمی کوشش کے طور پر پیش کیا گیا ہے، مگر حقیقت میں یہ بھی قابل اعتراض ہے کہ یہ علم غیر اخلاقی ماحول (رنڈی کے کوٹھے) سے حاصل کیا گیا۔

2.غیر اسلامی وسائل سے علم:

قرآن و حدیث ہمیں سکھاتے ہیں کہ علم حاصل کرنا فرض ہے، مگر اس کا طریقہ بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہیے۔شبہ یا گناہ کے ماحول میں داخل ہونا ممنوع ہے تا کہ تہمت اور فحاشی سے بچا جا سکے (سورہ النور 24:27)۔ یہاں مفتی نے رنڈی کے پاس جانا جائز سمجھا، اور یہ واضح طور پر اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

3.علمی مقصد بمقابلہ اخلاقی معیار:

اگرچہ مقصد علم کا حصول تھا اور حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کرنے کا تھا، مگر اس طریقہ کار نے اخلاقی اور شرعی حدود کی خلاف ورزی کی۔ یہ واضح کرتا ہے کہ قادیانی طبقہ علم اور روحانیت کے نام پر غیر اخلاقی اور فاسق طریقہ کار کو جائز سمجھتا تھا۔

4.دعویٰ مہدیت و نبوت کے تناظر میں اثر:

امام مہدی یا نبی کے لیے ضروری ہے کہ ان کی زندگی قرآن وسنت کے مطابق ہو، اخلاق و کردار میں اعلیٰ مقام ہو، اور شبہ یا غیر اخلاقی جگہوں سے دور رہیں۔ مفتی کے اس واقعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی کے مرید یا خود مرزا قادیانی نے اخلاقی اور اسلامی معیار کی خلاف ورزی کی، جس سے ان کے مہدیت کے دعوے پر سوال پیدا ہوتا ہے۔

یہ نکتہ واضح کرتا ہے کہ قادیانی روایت میں علمی کام بھی شبہ ناک جگہ سے حاصل کیا گیا، جسے صرف علمی مقصد کی نیت کے ذریعے جائز قرار دیا گیا۔ اسلام میں نیت اہم ہے، مگر عمل بھی اس کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ یہ واقعہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدین کے اخلاقی معیار پر ایک سنگین اعتراض کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

نکتہ نمبر 12: مرزا کی پیش گوئیاں عبرانی میں

اس میں اہم پہلو یہ ہے کہ مفتی نے عبرانی بائبل کو بغور پڑھا اور پیشگوئیاں مرزا قادیانی کے متعلق اصل حالت میں دریافت کی، جبکہ تراجم میں ان کو مشتبہ کر دیا گیا تھا۔

1. علمی کوشش اور مقصد:

مفتی نے بائبل کے اصل متن سے حقائق تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اس کا مقصد علمی تھا، تاکہ الفاظ کی فہرست بنا کر مرزا قادیانی کی خدمت میں پیش کی جاسکے۔ قادیانی روایت میں یہ ایک بڑی علمی کوشش کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

2. اخلاقی اور شرعی تناظر:

اگرچہ مقصد علم تھا، مگر یہ علم غیر اسلامی اور غیر اخلاقی ماحول (رنڈی کے کوٹھے) سے حاصل کیا گیا۔ قرآن و حدیث ہمیں بتاتے ہیں کہ علم حاصل کرنے کا عمل بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہیے، اور شبہ یا فحاشی والی جگہوں سے بچنا واجب ہے۔ یہاں، علم حاصل کرنے کے طریقے نے اخلاقی حدود کی خلاف ورزی کی، جس سے عمل میں تضاد ظاہر ہوتا ہے۔

3. دعویٰ مہدیت و نبوت کے تناظر میں اثر:

مرزا قادیانی کے مبینہ دعویٰ مہدیت کے سلسلے میں یہ واقعہ اہم ہے، کیونکہ امام مہدی یا نبی کے لیے ضروری ہے کہ ان کی زندگی پاکیزہ، اخلاقی اور شریعت کے مطابق ہو۔ اگر ان کے مریدین یا علم حاصل کرنے والے شبہ ناک جگہوں پر جاتے ہیں، تو یہ ان کے دعوے پر سوالیہ نشان ہے۔

4. اصل متن بمقابلہ تراجم:

مفتی نے اصل عبرانی متن سے پیشگوئی دریافت کی، جسے تراجم میں مشتبہ کر دیا گیا تھا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ علمی کام کے نتائج اصل متن سے جڑے ہوئے تھے، مگر اس کی حیثیت اخلاقی

اور شرعی لحاظ سے قابل اعتراض ہے۔

نکتہ نمبر 12 سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قادیانی روایت میں علمی کوشش کو صرف مقصد کی نیت سے جائز قرار دیا گیا، جبکہ عمل کے طریقے نے اسلامی اور اخلاقی حدود کی خلاف ورزی کی۔ یہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدین کے دعوے مہدیت و نبوت پر ایک اخلاقی اور علمی اعتراض کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عمیق نظر سے دیکھا تو اتارنے والے قہار کا مجھے مشاہدہ ہوا جو رب العالمین ہے اور میرے پر کھولا گیا کہ آیت موصوفہ اور اشارات ملفوفہ عربی کے فضائل کی طرف ہدایت کرتی ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ ام الالسنہ ہے اور قرآن پہلی کتابوں کا ام یعنی اصل ہے اور مکہ تمام زمین کا ام ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 9 منن الرحمن ص 183)

مسیح زمان کو اللہ تعالیٰ نے اس کام پہ لگایا اور انصار بھی مہیا فرما دیئے۔ مفتی صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''مجھے کوئی دینی خدمت سونپیں''

حضورؑ نے فرمایا:

''ہم چاہتے ہیں کہ یہ بھی ثابت کریں کہ عبرانی زبان بھی عربی سے نکلی ہے لیکن یہاں کوئی عبرانی پڑھا ہوا نہیں ہے جو عبرانی زبان کے الفاظ کی فہرست بنائے جیسا کہ دوسری زبانوں کے الفاظ کی ہم نے فہرستیں بنوائی ہیں ۔ پس آپ لاہور میں کسی سے عبرانی سیکھیں پھر آ کر ہمیں سنائیں۔''

یہ ایک انتہائی دقیق علمی کام تھا جو اُن کے مرشد نے تفویض کیا تھا۔ لاہور میں عبرانی کے اُستاد کی تلاش کی مگر ناکامی ہوئی۔ صرف یہ معلوم ہوا کہ انارکلی کے چوباروں میں کوئی رنڈی رہتی ہے جو عبرانی جانتی ہے، وہاں آپ نے مناسب خیال نہ کیا اور یہ معاملہ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؑ نے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات

آپ چلے جائیں آپ کی نیت پر آپ کو ثواب ہوگا۔ مفتی صاحب اُس کے پاس پہنچے تو اس نے بتایا کہ چند دن میں اُس کا ایک ہم وطن یہودی آنے والا ہے جو عبرانی پڑھا سکے گا۔ اس طرح ایک ٹیوٹر کا انتظام ہوگیا۔ صرف تین ماہ میں آپ نے عبرانی سیکھ لی تا کہ الفاظ کی فہرست بنا کر حضرت

اقدس علیہ السلام خدمت میں پیش کر سکیں۔ اس سلسلے میں آپ نے عبرانی بائبل کو بغور پڑھا تو اُس میں بہت سی پیشگوئیاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اصلی حالت میں ملیں جبکہ تراجم میں اُن کو مشتبہ کر دیا گیا تھا۔ یہ مواد آپ وقتاً فوقتاً حضرت اقدس علیہ السلام خدمت میں پیش کرتے جو آپ اپنی کتب میں شامل فرماتے۔ عبرانی تحریر بھی مفتی صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ تحفہ گولڑویہ کے صفحات 117,114 اور 138 پر ایسی تحریریں موجود ہیں۔ کچھ حوالے اربعین نمبر 4 کے تتمہ ص 8 پر بھی درج فرمائے۔ (خلاصہ الفضل 3 جنوری 1945ء صفحہ 5)

الٰہی تمغہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس کام میں معاونت کرنے والوں کو دلی دُعاؤں سے نوازا اور آخر میں جو نام تحریر فرمائے اُن میں چھٹا نام اخویم مفتی محمد صادق صاحب بھیروی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہم اس جگہ اپنے ان دوستوں کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے جنہوں نے ہمارے اس کام میں زبانوں کا اشتراک ثابت کرنے کے لئے مدد دی ہے۔ ہم نہایت خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے مخلص دوستوں نے اشتراک السنہ ثابت کرنے کے لئے وہ جان فشانی کی ہے جو یقیناً اس وقت تک اس صفحۂ دنیا میں یادگار رہے گی جب تک کہ یہ دنیا آباد رہے۔ ان مردانِ خدا نے بڑی بہادری سے اپنے عزیز وقتوں کو ہمیں دیا ہے اور دن رات بڑی محنت اور عرق ریزی اُٹھا کر اس عظیم الشان کام کو انجام دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو جنابِ الٰہی میں بڑا ثواب ہوگا کیونکہ وہ ایک ایسے جنگ میں شریک ہوئے ہیں جس میں عنقریب اسلام کی طرف سے فتح کے نقارے بجیں گے پس ہر ایک اُن میں سے الٰہی تمغہ پانے کا مستحق ہے۔ میں اس کیفیت کو بیان نہیں کرسکتا کہ وہ کیوں کر ہر یک جلسہ میں اشتراک نکالنے کے لئے اندر ہی اندر صدہا کوس نکل جاتے تھے اور پھر کیوں کر کامیابی کے ساتھ واپس آ کر کسی لفظ مشترک کا تحفہ پیش کرتے تھے یہاں

ذکر حبیب علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک کی ایمان افزا باتیں

۲۶ دسمبر جلسہ سالانہ پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے مندرجہ بالا عنوان پر جو تقریر فرمائی۔ اسکی پہلی قسط درج ذیل کی جاتی ہے:۔

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی

تمہید

اللہ کریم کا شکر ہے کہ باوجود اکثر علیل رہنے کے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ میں آج پھر اس جلسہ میں ذکر حبیب کی کچھ باتیں احباب کرام کو سناؤں۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ کریم اپنے فضل اور رحم اور کرم کے وسیلہ سے اس تقریر کو میرے اور سننے اور پڑھنے والوں کے لئے ازدیاد ایمان و عرفان اور اپنی پاک رضامندیوں کے حصول کا ذریعہ بنائے آمین۔

مکرمی ناظر صاحب دعوت و تبلیغ نے جب مجھے ذکر حبیب پر تقریر کرنے کے واسطے فرمایا۔ تو میں نے سوچا، کہ اس سال کے جلسہ میں میں ان امور کا تذکرہ کروں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے مبارک زمانہ میں مجھے حضور کے طفیل خدمت دین اسلام کی کیا توفیق ملی۔ اس تھوڑے سے وقت میں سب باتیں تو بیان نہیں ہو سکتیں۔ مگر بعض باتیں بطور نمونہ بیان کر دی جائینگی۔

عبرانی زبان سیکھنا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل جن دینی خدمات میں حصہ لینے کی مجھے توفیق حاصل ہوئی۔ ان میں سے ایک عبرانی زبان کا سیکھنا اور اس کے ذریعہ تورات اور صحف انبیاء میں سے پیشگوئیوں کا نکالنا ہے۔ اس امر کا ذکر سامعین کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ میں نے عبرانی زبان کس طرح سے سیکھی اور اسے سیکھ کر دین اسلام کی تائید میں کیا باتیں پیش کیں۔ اسکی ابتدا یوں ہوئی۔ کہ ان دنوں مخالفین اسلام کی طرف سے ایک اعتراض پیش ہوا۔ کہ پہلی کتب مقدسہ جن قوموں کے واسطے نازل ہوئیں۔ ان کی زبان میں وہ کتابیں نازل ہوئیں۔ قرآن شریف کے متعلق جو دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہ یہ تمام قوموں اور تمام ملکوں کے واسطے ہے۔ تو پھر کیا سبب ہے۔ کہ یہ کتاب صرف عربی زبان میں نازل ہوئی۔ جو ایک ہی ملک کی اور ایک ہی قوم کی زبان تھی۔

عربی ام الالسنہ

اس اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ تمام زبانیں جو دنیا میں رائج ہیں۔ در اصل عربی زبان سے ہی نکلی ہیں۔ تمام قوموں کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ جو کہ میں تھے۔ اور اسی واسطے مکہ کو قرآن شریف میں ام القریٰ کہا گیا ہے۔ یعنی تمام بستیوں کی ماں۔ اور عربی زبان کو ام الالسنہ کہا جاتا ہے۔ یعنی تمام زبانوں کی ماں۔ ہر ایک شخص اور قوم کو اس زبان کا سیکھنا آسان ہو سکتا ہے۔ جو تمام زبانوں کی ماں ہے۔ کسی ودسری زبان کی طرف رجوع کرنے کی نسبت اس زبان کی طرف رجوع کرنا زیادہ سہل ہے۔ جس سے ہماری زبان نکلی ہے۔ اس لئے شریعت کی آخری کتاب عربی زبان میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس کا پڑھنا اور سیکھنا ہر قوم اور زبان کے واسطے برابر ہے۔ اس امر کو ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مختلف رائج الوقت زبانوں کے الفاظ کی فہرستیں بنوائیں۔ انگریزی۔ فارسی۔ سنسکرت اور بعض دیگر زبانوں کی فہرستیں تیار کی گئیں ان فہرستوں کے تیار کرنے میں یہ عاجز بھی مصروف رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان فہرستوں میں سے ایک ایک لفظ لیکر ثابت کیا۔ کہ یہ سب الفاظ عربی سے نکلے ہیں۔ اور بعض اصول قائم فرمائے۔ جن کے ذریعہ یہ امر ثابت کیا گیا۔ اور اس مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کتاب تصنیف کی۔ جس کا نام منن الرحمٰن ہے۔ اس کتاب میں حضور نے بدلائل ثابت کیا ہے۔ کہ تمام زبانوں کا آپس میں اشتراک ہے۔ اور یہ تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں۔ جو کہ سب سے پہلی اور الہامی زبان ہے۔ اور اس میں کمالات فوق العادت پائے جاتے ہیں۔ جب کتاب منن الرحمٰن زیر تصنیف تھی۔ ان ایام میں یہ عاجز لاہور میں ملازم تھا۔ اور رخصت لے کر عموماً قادیان آ کر رہتا تھا۔ یا بعض دفعہ صرف اتوار کے لئے آ جاتا تھا۔ ایک دفعہ میں آیا ہوا تھا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ کوئی دینی خدمت میرے سپرد کی جائے۔ حضور ؑ نے فرمایا۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہ بھی ثابت کریں۔ کہ عبرانی زبان بھی عربی سے نکلی ہے۔ لیکن یہاں کوئی عبرانی پڑھا ہوا نہیں۔ جو عبرانی زبان کے الفاظ کی فہرست بنا سکے۔ جیسا کہ اور زبانوں کی فہرستیں ہم نے بنوائی ہیں۔ پس آپ لاہور میں کسی سے عبرانی زبان سیکھنے کی کوشش کریں۔ اور پھر آ کر ہمیں سنائیں۔ حضور سے یہ حکم پا کر میں نے لاہور میں بہت تلاش کیا۔ مگر کسی یہودی کا پتہ نہ ملا۔ صرف اتنا معلوم ہوا۔ کہ انار کلی بازار کے چوباروں میں ایک یہودن رنڈی رہتی ہے۔ مگر اس کے پاس جانا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ اسی اثناء میں جب مجھے پھر قادیان آنے کا اتفاق ہوا۔ تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں یہ بات عرض کی۔ حضور ؑ نے فرمایا۔ آپ اس کے پاس چلے جائیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ آپ نے ایک نیک نیت کے ساتھ جانا ہے۔ آپ کے لئے اس میں ثواب ہوگا۔ حضور علیہ السلام سے یہ حکم پا کر میں لاہور واپس جانے پر اس یہودن کے ہاں گیا۔ اور اس سے عبرانی زبان سیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے کہا۔ کہ میں تو عبرانی نہیں جانتی۔

ایک یہودی استاد

لیکن میرا ہموطن ایک یہودی عنقریب لاہور آنے والا ہے۔ وہ عبرانی زبان کا عالم ہے۔ آپ مجھے اپنا ایڈریس دے جائیں۔ جب وہ آئیگا۔ میں آپ کو اطلاع کر دوں گی۔ چنانچہ چند روز کے بعد اس نے اطلاع کی۔ کہ وہ یہودی عالم آ گیا ہے۔ اور انار کلی کی سرائے میں اترا ہوا ہے۔ پس میں اس سے ملنے کے لئے گیا۔ اور اس کے ساتھ عبرانی پڑھنے کے لئے وقت اور فیس مقرر کی۔ تقریباً تین ماہ کے عرصہ میں میں نے اتنی عبرانی پڑھ لی۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں الفاظ کی فہرست پیش کرنے کے قابل ہو گیا۔ در اصل عربی جاننے والے کے لئے عبرانی سیکھنا بہت آسان ہے۔

عبرانی عربی سے نکلی ہے۔

تب میں قادیان حاضر ہوا۔ اور وہ فہرست حضور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور نے عربی لغت کی بڑی کتاب لسان العرب اپنے پاس رکھی۔ اور ایک ایک لفظ کو سنکر اسکو عربی سے نکلا ہوا ثابت کیا۔ اس طرح یہ خدمت خدا تعالیٰ کے فضل سے سرانجام ہوئی۔ اور اسکے بعد میں نے عبرانی بائیبل کو غور سے پڑھا۔ تو اس میں سے بہت سی پیشگوئیاں حضرت نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مجھے ملیں۔ جو کہ اصل عبرانی زبان کے پڑھنے کے سوا سمجھ میں نہ آسکتی تھیں کیونکہ عیسائیوں نے ترجمے ایسے رنگ میں کئے ہیں۔ کہ پیشگوئیاں مشتبہ ہو گئیں۔ پس وہ پیشگوئیاں وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کرتا رہا اور حضور نے انہیں اپنی کتابوں میں جو ان دنوں زیر تصنیف تھیں۔ درج کیا۔ چنانچہ ان کتابوں میں عبرانی زبان کے الفاظ کی کاپی نویسی بھی میرے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ ان پیشگوئیوں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ (جو احباب زیادہ تفصیل سے دیکھنا چاہیں۔ وہ میری کتاب بائیبل کی بشارات بحق سرور کائنات کا مطالعہ کریں)

دانیال نبی کی پیشگوئی

دانیال نبی کی پیشگوئی جو کتاب دانیال کے بارھویں باب میں ہے۔ یہ دوہری پیشگوئی ہے۔ یعنی حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دونوں کا درمیانی وقت ۱۲۹۰ سال بتلایا گیا ہے۔ میں نے یہ پیشگوئی بائیبل میں سے نکال کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ اور حضور نے اسے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۲۱ میں درج کیا۔ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں عبرانی حروف کی کاپی نویسی بھی میں نے کی تھی۔ اس کے متعلق یہ عرض کر دینا ضروری ہے۔ کہ عیسائیوں کے ترجمہ کے ساتھ میں نے بعض الفاظ میں اختلاف کیا ہے۔ عیسائیوں کا کیا ہوا ترجمہ وہاں درست نہیں ہے۔

یسعیاہ نبی کی پیشگوئی

دوسری پیشگوئی یسعیاہ نبی کی ہے۔ باب اکتالیس آیت دوسری میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ صادق کو مشرق سے مبعوث کریگا اور اس کے زمانہ کے کیا نشان ہوں گے۔ اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۲۱ پر درج کیا تھا۔

یسوع صلیب پر نہ مرا

یسوع کے صلیب پر نہ مرنے کے متعلق ایک پیشگوئی کتاب یسعیاہ باب ۵۳ میں سے نکال کر میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جو کہ حضور نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۳۸ پر مع اصل عبرانی درج کی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرے گا۔ بلکہ بچ جائیگا اور لمبی عمر پائیگا۔

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

کنجریوں کے جھرمٹ میں

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں

(کنجری، کنچنی، طوائف ایک ہی لفظ کے مختلف نام ہیں)

مقدمہ

یہ رسالہ کتاب ''مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی'' کے اس تسلسل کی ایک اہم کڑی ہے، جس میں اب تک مرزا غلام احمد قادیانی کے لاہور، ہیرا منڈی، اور بعض مخصوص مشتبہ مقامات سے تعلق پر قادیانی مآخذ کی روشنی میں گفتگو کی جا چکی ہے۔ زیرِ نظر رسالہ اس بحث کو ایک نئے زاویے سے آگے بڑھاتا ہے، جہاں محض قیام یا آمد و رفت نہیں، بلکہ قادیانی لٹریچر میں مذکور ایسے واقعات کو یکجا کیا جا رہا ہے جن میں طوائفوں، مجروں، بازارِ حسن، اور ان سے وابستہ افراد کا ذکر براہِ راست یا بالواسطہ موجود ہے۔

اس رسالے کا مقصد کسی فرد یا جماعت پر بلا دلیل الزام تراشی نہیں، بلکہ خود قادیانی کتب، سوانح، ملفوظات اور تاریخی تذکروں سے ایسے اقتباسات پیش کرنا ہے جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو مسیح موعود، مہدی منتظر، اور اللہ کی طرف سے مامور قرار دیا، اس کے ماحول، صحبت، قیام اور ذوق کا رخ کن سمتوں میں رہا۔

یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ قادیانی لٹریچر میں نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی بلکہ اس کے بعض بیٹوں، قادیانی خلفاء اور جماعت کے چند نمایاں افراد کے حوالے سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں طوائفوں، مجروں، اور بازارِ حسن کے تذکروں کو یا تو معمولی بنا کر پیش کیا گیا یا نیت اور تاویل کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی گئی۔

یہ رسالہ اسی طرزِ فکر کو موضوعِ بحث بناتا ہے اور یہ سوال اٹھاتا ہے کہ:

کیا انبیاء، مہدیین اور مجددین کا معیارِ حیات وہی ہوتا ہے جو قادیانی مصادر میں دکھایا جا رہا ہے؟

کیا قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے ماحول، ایسی صحبت اور ایسے مشاغل کسی بھی دینی پیشوا کے شایانِ شان ہو سکتے ہیں؟

اور کیا یہ سب واقعات محض اتفاقات ہیں، یا ایک مسلسل ذہنی و عملی رجحان کی نشان دہی کرتے ہیں؟

زیرِ نظر رسالے میں ہر بات صرف قادیانی مآخذ سے لی جائے گی، حوالہ مکمل دیا جائے گا، اور قاری پر چھوڑا جائے گا کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ یہ کردار نبوت و مہدیت کے دعوے سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔

یہ رسالہ نہ کسی افسانہ نگاری کا حصہ ہے، نہ مخالفانہ جذباتیت کا بلکہ یہ ایک تحقیقی دستاویز ہے جو آئندہ آنے والے ابواب جن میں مخصوص افراد، مخصوص واقعات اور مخصوص مقامات پر تفصیلی گفتگو ہو گی اور محققین کے لیے تحقیقی و فکری بنیاد فراہم کرتا ہے۔

مرزا قادیانی اور غیر محرم عورتیں

اسلام نے انسانی معاشرے کی پاکیزگی اور اخلاقی توازن کے لیے عورت کی عصمت، پردے اور غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط سے اجتناب کو بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ قرآن و سنت میں بار بار اس امر کی تاکید ملتی ہے کہ تنہائی، بے تکلفی اور غیر ضروری میل جول گناہ کی طرف پہلا قدم بن جاتا ہے، اسی لیے شریعت نے ان تمام راستوں کو ابتدا ہی میں بند کر دیا ہے جو فتنہ و فساد پر منتج ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تصانیف میں انہی اسلامی اصولوں کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کی سخت الفاظ میں تلقین بھی کرتا ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے تقویٰ کو مثال بنا کر یہ لکھتا

ہے کہ نبی کریم ﷺ پاکدامن عورتوں سے بھی مصافحہ نہیں فرماتے تھے، اور یہ کہ قصداً عورت کی طرف نظر اٹھانا بھی بدنگاہی کا پیش خیمہ ہے۔ اسی طرح وہ غیر محرم عورتوں سے پردے کو لازمی قرار دیتا اور پردہ نہ کرنے والی عورتوں کے بارے میں سخت وعیدیں بیان کرتا ہے۔

لیکن جب قادیانی لٹریچر ہی کے اندر درج واقعات کو سامنے رکھا جائے تو ایک واضح تضاد ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ایک طرف عمومی مسلمانوں کے لیے سخت شرائط، اور دوسری طرف مرزا قادیانی کے لیے وہ سب کچھ مباح قرار دینا جو وہ خود دوسروں کے لیے ناجائز ٹھہراتا ہے۔ قادیانی اخبارات اور کتب میں یہ بات صراحت سے لکھی گئی کہ غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا مرزا قادیانی کے لیے نہ صرف جائز تھا بلکہ اسے ''باعثِ برکت'' قرار دیا گیا، کیونکہ اسے ''نبی معصوم'' سمجھا جاتا تھا۔

یہی نہیں، قادیانی مصادر میں یہ تفصیلات بھی موجود ہیں کہ مرزا قادیانی کے گھر میں مختلف غیر محرم عورتیں مستقل رہتی تھیں، رات کے اوقات میں عورتوں کا پہرہ ہوتا تھا، بعض عورتیں آدھی رات تک پنکھا جھلتی رہتیں، اور ان سب کو روحانی لذت اور سرور کے الفاظ میں بیان کیا گیا۔ ان واقعات پر نہ تو اہلِ خانہ کی طرف سے کوئی اعتراض دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی مریدوں کی جانب سے، بلکہ انہیں روحانیت کا حصہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

اسی تسلسل میں عورتوں کے حُسن پر گفتگو، چہروں کے خد و خال کا موازنہ، خوابوں میں عورتوں کا ظہور، اور حتیٰ کہ بوڑھی ملازماؤں سے متعلق ایسے واقعات بھی قادیانی کتب میں درج ہیں جنہیں عام اسلامی اخلاقیات کے معیار پر رکھ کر دیکھا جائے تو شدید سوالات جنم لیتے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ انہی روایات کے آخر میں مرزا قادیانی کو ''انبیاء کی طرح حسن شناس'' ثابت کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔

مزید برآں، قادیانی جماعت کے اندرونی لٹریچر میں ایسے خطوط اور بیانات بھی شائع

ہوئے جن میں خود قادیانیوں کے درمیان اخلاقی الزامات زیر بحث آئے، اور یہ سب کچھ قادیانی اخبارات میں شائع ہو کر محفوظ ریکارڈ کا حصہ بن گیا۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ یہ تمام مواد مخالفین کی تحریروں سے نہیں بلکہ قادیانی جماعت کی اپنی کتب، اخبارات اور بیانات سے ماخوذ ہے۔

اسی لیے اس رسالے میں کسی بیرونی الزام یا قیاس آرائی پر انحصار نہیں کیا جا رہا، بلکہ ''گھر کی گواہی'' کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اگر ان واقعات پر تنقید کی جاتی ہے تو اسے الزام تراشی کہنا علمی دیانت کے خلاف ہوگا، کیونکہ یہ سب کچھ خود قادیانی مصادر میں محفوظ ہے۔

یہی وہ پس منظر ہے جس میں رسالہ ''مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں'' مرتب کیا جا رہا ہے، تاکہ قادیانی لٹریچر میں بیان کردہ عورتوں سے متعلق واقعات کو یکجا کر کے یہ سوال اٹھایا جاسکے کہ جس شخص کی زندگی میں یہ سب کچھ درج ہو، کیا اسے اسلامی معیار پر امام، مہدی یا نبی مانا جاسکتا ہے؟

آئندہ صفحات میں انہی حوالہ جات کو ایک ایک کر کے پیش کیا جائے گا، تاکہ قاری خود فیصلہ کرے کہ قادیانیت اور اسلامی حیا و شرم ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں۔

غیر محرم سے پردہ اور مرزا قادیانی کا موقف

ہمارے سید و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفیٰ کا تقویٰ دیکھیے کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاکدامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کر لینے کے لیے آتی تھیں بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 449)

یہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا ایک نمونہ ہے کہ ہر گز قصداً کسی عورت کی طرف

نظر اٹھا کر نہ دیکھو کہ یہ بدنظری کا پیش خیمہ ہے۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 447)

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان اُن کے ساتھ ساتھ ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 86)

مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ میرے ساتھ شفا خانہ میں ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر کام کرتی ہے اور وہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ وہ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ تو جائز نہیں ہے۔ آپ کو عذر کر دینا چاہیے کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 363،362)

ان اقتباسات میں مرزا قادیانی خود اسلامی آدابِ معاشرت بیان کرتا ہے جو بعینہٖ قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ ان میں عورت و مرد کے اختلاط، نظر اور جسمانی قربت سے سخت اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ بات بطور اصول درست ہے، لیکن مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب یہی اصول خود اسی شخصیت کی عملی زندگی سے متصادم نظر آئیں۔

غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا

سوال ششم: حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟

جواب: وہ نبی معصوم ہیں، ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔

(قادیانی اخبار الحکم قادیان جلد 11 نمبر 13 مورخہ 17 اپریل 1907ء)

یہ حوالہ واضح طور پر ایک نظری تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف عورت سے مصافحہ ناجائز، دوسری طرف غیر عورتوں سے جسمانی خدمت کو رحمت و برکت قرار دینا ایک ایسی تاویل ہے جس کی کوئی نظیر نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں۔ یہاں "نبی معصوم" کا دعویٰ بطور جواز استعمال ہوا ہے، جو خود دعوئ نبوت کی تقویت بن جاتا ہے۔

ٹانک وائن (شراب) کا استعمال اور اس پر فتوے

مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیا خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے۔ اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام (مرزا غلام احمد)

(خطوط امام بنام غلام، صفحہ 5)

یہ حصہ محض ایک فعل نہیں بلکہ اخلاقی معیار کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے۔ ٹانک وائن شراب ایک واضح نشہ آور مشروب کو علاج کے نام پر جائز ٹھہرانا، پھر اس پر بعد کے پیروکاروں کا دفاعی فتوے دینا، یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ شخصیت کو شریعت پر فوقیت دی جا رہی ہے۔

نوجوان لڑکیوں کو بلا کر جسمانی خدوخال پر گفتگو

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ مدت کی بات ہے جب میاں ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی پہلی بیوی فوت ہوگئی اور ان کو دوسری بیوی کی تلاش ہوئی تو ایک دفعہ حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں۔ ان کو میں لاتا ہوں، آپ ان کو دیکھ لیں۔ پھر ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے آپ کی شادی کر دی جاوے۔ چنانچہ حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں، آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں چنانچہ میاں ظفر احمد صاحب نے ان کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے ان کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ تمھیں کونسی لڑکی پسند ہے؟ وہ نام تو کسی کا جانتے نہ تھے، اس لیے انھوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے، وہ اچھی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میری رائے لی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا۔ پھر آپ خود فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا چہرہ لمبا ہوتا ہے، وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بدنما ہو جاتا ہے۔ لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔۔۔۔۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اللہ کے نبیوں میں خوبصورتی کا احساس بھی بہت ہوتا ہے۔ دراصل جو شخص حقیقی حسن کو پہچانتا اور اس کی قدر کرتا ہے۔ وہ مجازی حسن کو بھی ضرور پہچانے گا۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 240،241)

یہ روایت سماجی اور اخلاقی لحاظ سے انتہائی حساس ہے۔ بغیر سرپرست کے لڑکیوں کو بلانا، انہیں دیکھنا، اور گول منہ، لمبا منہ جیسے تبصرے کرنا نہ دینی وقار کے مطابق ہے اور نہ مشرقی سماجی اقدار کے۔ یہاں نبیوں کو حسن کا شعور ہوتا ہے جیسی توجیہ مزید اشکال پیدا کرتی

ہے۔

خواب میں نسوانی مناظر

آج میں نے بوقت صبح صادق چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے۔ اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے، اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں۔ اور وہ پانی لا کر ایک گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی، یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پیروں سے سر تک سرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لیے اشتہار دیئے تھے۔ لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا اس نے کہا، یا دل میں کہا کہ میں آگئی ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ آجاوے! اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوئی۔۔۔۔۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات صفحہ 158، 159)

یہ خواب محض ایک ذاتی کیفیت نہیں بلکہ اسے الہامی یا قابل ذکر بنا کر شائع کیا گیا۔ دینی تاریخ میں انبیاء وصالحین کے خواب پاکیزہ، علامتی اور اخلاقی پیغام کے حامل ہوتے ہیں، جب کہ یہاں خواب کی نوعیت نفسانی تاثر چھوڑتی ہے، جو سوالات کو جنم دیتی ہے۔

رات کا نسوانی پہرہ

مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب نے بواسطہ مولوی

عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت میں، میں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں سونے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے، ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجو، منشیانی اہلیہ محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 725)

رات کے وقت متعدد غیر محرم عورتوں کا پہرہ دینا، وہ بھی اس ہدایت کے ساتھ کہ کوئی بات کروں تو جگا دینا، یہ طرزِ عمل نہ نبوی اسوہ سے ثابت ہے اور نہ صوفیانہ احتیاط سے۔ یہاں بھی پردہ اور خلوت کے اصول مجروح ہوتے ہیں۔

مائی تابی کا مستقل قیام

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی تابی قادیان کے قریب ایک بوڑھی عورت تھی جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے گھر میں رہتی تھی اور اچھا اخلاص رکھتی تھی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 758)

یہ روایت بذاتِ خود معمولی لگ سکتی ہے، لیکن جب اسے دیگر حوالہ جات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو ایک مسلسل رجحان سامنے آتا ہے کہ غیر محرم عورتوں کا گھر میں قیام معمول سمجھا جاتا تھا، جو عمومی اسلامی طرزِ زندگی سے ہٹ کر ہے۔

مائی کوکو کی جلیبیاں

مائی کاکو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے سامنے میاں عبدالعزیز صاحب پٹواری سیکھواں کی بیوی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے لیے کچھ تازہ جلیبیاں لائی۔ حضرت صاحب نے ان میں سے ایک جلیبی اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ اس وقت ایک راولپنڈی کی عورت پاس بیٹھی تھی۔ اس نے گھبرا کر حضرت صاحب سے کہا حضرت یہ تو ہندو کی بنی ہوئی ہیں۔ حضرت صاحب نے کہا تو پھر کیا ہے۔ ہم جو سبزی کھاتے ہیں، وہ گوبر اور پاخانہ کی کھاد سے تیار ہوتی ہے اور اسی طرح بعض اور مثالیں دے کر اسے سمجھایا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 759)

یہاں اصل مسئلہ جلیبی نہیں بلکہ محفل کی نوعیت اور ماحول ہے۔ غیر محرم عورتوں کے ساتھ اس طرح کی نشستیں، اور پھر مذہبی مثالوں سے بات کو ہلکا کرنا، دینی سنجیدگی کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

بھانو کا واقعہ

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین (مرزا قادیانی کی بیوی) نے ایک دن سنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی، حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لیے اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں، وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد

حضرت صاحب نے فرمایا بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی "ہاں جی تدے تے تہاڈی لتاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں این۔" یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 722)

یہ واقعہ بظاہر ایک لطیفہ بنا کر بیان کیا گیا ہے، مگر درحقیقت یہ جسمانی قربت اور غیر ضروری اختلاط کو ظاہر کرتا ہے، جسے کسی بھی دینی شخصیت کے لیے محلِّ نظر سمجھا جاتا ہے، خصوصاً جب دعویٰ غیر معمولی دینی مقام کا ہو۔

زینب بیگم کی رات بھر خدمت

ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی خدمت میں رہی ہوں، گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقع آیا کہ عشا کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر بھی اس

حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 789)

یہ روایت صراحت کے ساتھ بتاتی ہے کہ ایک نوجوان لڑکی نصف رات یا پوری رات غیر محرم مرد کے پاس خدمت میں موجود رہتی تھی۔ چاہے نیت کچھ بھی بیان کی جائے، شرعی اصول نیت پر نہیں، ظاہری صورتِ حال پر حکم لگاتے ہیں۔

ڈاکٹرنی کا طویل قیام

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کی ایک بیوی ڈاکٹرنی کے نام سے مشہور تھی۔ وہ مدتوں قادیان آ کر حضور (مرزا قادیانی) کے مکان میں رہی اور حضور کی خدمت کرتی تھی۔ اس بے چاری کو سل کی بیماری تھی۔ جب وہ فوت ہوگئی تو اس کا ایک دوپٹہ حضرت صاحب نے دعا کے لئے یاد دہانی کے لئے بیت الدعا کی کھڑکی کی ایک آہنی سلاخ سے بندھوا دیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 631)

یہاں بھی وہی مسئلہ ہے: ایک غیر محرم عورت کا طویل عرصہ قیام، خدمت، اور پھر اس کی یادگار کو دعا سے جوڑنا۔ یہ طرزِ عمل جذباتی تقدیس (emotional sanctification) کی مثال بن جاتا ہے، جو شریعت میں ثابت نہیں۔

زنا سے متعلق شائع شدہ خط

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انھوں نے کبھی کبھی زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی)

پر اعتراض نہیں ۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ۔ ہمیں
اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے ۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے ۔
(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 534)
(قادیانی اخبار الفضل، 31 اگست 1938ء، صفحہ 6)

یہ سب سے سنگین حوالہ ہے، کیونکہ یہ داخلی قادیانی حلقے سے آیا ہوا الزام ہے، نہ کہ مخالفین کی طرف سے ۔ اگر یہ الزام غلط تھا تو اسے شائع کرنا ہی ایک بہت بڑا سوال ہے، اور اگر درست مانا گیا تو پھر ولی، مسیح یا مہدی کے دعوے خود بخود محلِّ نظر ہو جاتے ہیں ۔

ان تمام حوالہ جات کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو ایک واضح تصویر بنتی ہے:

ایک طرف تحریری طور پر سخت اسلامی اصول، اور دوسری طرف عملی زندگی میں ان اصولوں سے مسلسل انحراف ۔ یہی عمل و قول کا تضاد اس رسالے کا مرکزی نکتہ ہے، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر آئندہ ابواب میں مزید تفصیلی گفتگو کی جائے گی ۔

مرزا کی بیوی ایک مضبوط آدمی کر لے

ہمارے گجرات (پنجاب) میں سوامی جی تشریف لائے اور آ کر لیکچر دیا۔ایک شخص نے سوامی جی سے سوال کیا۔جس عورت کا خاوند کنجری کے پاس جائے اُس کی عورت کیا کرے؟ انہوں نے فرمایا: اس کی عورت بھی ایک مضبوط آدمی رکھ لے۔" (جیون چرتر مصنفہ لیکھر ام و آتمارام صفحہ ۳۵۵)

(مکمل تاریخی پاکٹ بک صفحہ 26)

میں یہاں ایک تحقیقی و تنقیدی انداز اختیار کرتے ہوئے گفتگو کروں گا، کسی الزام کی توثیق یا توہین آمیز زبان اختیار کیے بغیر ۔ مقصد یہ ہوگا کہ ہمارے پیش کردہ حوالے کے فکری، اخلاقی اور منہجی مضمرات واضح کیے جائیں اور اسے سابقہ ابواب میں قائم کیے گئے علمی سوالات

سے مربوط کیا جائے، نہ کہ کوئی نیا الزام گھڑا جائے۔

ہیرا منڈی کے پس منظر میں بیانیے کا تضاد

یہ حوالہ دراصل مرزا قادیانی یا ان کے اہلِ خانہ کے بارے میں براہِ راست کوئی واقعہ بیان نہیں کرتا، بلکہ ایک سماجی و اخلاقی سوال کو پیش کرتا ہے جو اس زمانے میں مختلف مذہبی وسماجی مباحث میں گردش کر رہا تھا۔لیکھرام اور آتمارام کی تصنیف جیون چرتر میں منقول یہ مکالمہ اس ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے جس میں بدکاری کو بدکاری سے بیلنس کرنے کا تصور پیش کیا گیا ہے، یعنی اگر شوہر غلط راستے پر جائے تو بیوی بھی متبادل راستہ اختیار کرے۔ یہ سوچ نہ صرف اسلامی تعلیمات بلکہ عمومی اخلاقی اصولوں کے بھی صریح خلاف ہے۔

اہم نکتہ یہ ہے کہ آپ کی سابقہ گفتگو میں جو تاریخی حوالہ جات پیش کیے گئے، ان میں مرزا قادیانی کے ہیرا منڈی جیسے مشتبہ ماحول میں قیام، طوائفوں کے محل وقوع کے قریب رہائش، اور اخلاقی احتیاط کے تقاضوں سے غفلت پر سوال اٹھایا گیا تھا۔اب یہ حوالہ اسی بحث کو ایک نئے زاویے سے جوڑتا ہے: اگر کسی مذہبی پیشوا یا مدعیِ اصلاح کی زندگی میں ایسے مقامات اور ماحول کا بار بار ذکر آئے جہاں اخلاقی شبہات پیدا ہوں، تو لازماً یہ سوال جنم لیتا ہے کہ گھریلو زندگی، ازدواجی اعتماد اور سماجی تاثر پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس اقتباس میں بیان کردہ سوچ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔قرآن وسنت میں بدکاری کا جواب بدکاری نہیں بلکہ صبر، تقویٰ، اصلاح اور احتساب بتایا گیا ہے۔اگر کسی تحریک یا فرد کے گرد ایسا ماحول یا ایسی باتیں منسوب کی جائیں جن سے یہ تاثر ملے کہ اخلاقی بگاڑ کو جواز دیا جا رہا ہے، تو یہ خود اس تحریک کے دعویٰ اصلاح و روحانیت پر ایک سنجیدہ سوال بن جاتا ہے۔

سابقہ ابواب میں ہم نے یہ نکتہ قائم کیا تھا کہ ایک مدعیِ مہدویت یا مسیحیت سے یہ توقع

کی جاتی ہے کہ وہ شبہات سے بالاتر زندگی گزارے، تاکہ نہ اس کی ذات پر انگلی اٹھے اور نہ اس کے ماننے والوں کے لیے فکری انتشار پیدا ہو۔ موجودہ حوالہ اسی بحث کو تقویت دیتا ہے کہ جب مذہبی شخصیات کے گرد غیر محتاط بیانیے یا اخلاقی ابہام پیدا ہوں تو اس کے اثرات صرف فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے عقیدتی ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ حوالہ کسی مخصوص واقعے کا ثبوت فراہم کرنے سے زیادہ ایک اخلاقی سوال کھڑا کرتا ہے، اور وہ سوال یہی ہے کہ: کیا ایسی سوچ، ایسے ماحول اور ایسے بیانیے کسی بھی صورت میں دین کی اصلاح، روحانیت یا نبوی اسوہ کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتے ہیں؟ یہی وہ نکتہ ہے جو ہمارے اس رسالے کو سابقہ مباحث سے جوڑتا ہے اور قاری کو غور و فکر پر مجبور کرتا ہے۔

کنجری کی توبہ، توبہ نہیں ہوتی

طلب علم ہر مرد عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ سے ظاہر ہے مگر اوّل علوم دینیہ کا حصول فرض ہے۔ جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہوجاویں اور ان کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہوجاوے تب ان مروجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی حرج نہیں۔ اصل میں ان مسلمانوں کی موجودہ روش بہت ہی خطرناک ہے۔ دیکھو! پہلے ایک عورت کو بازاری کنجری بنا کر پھر توبہ کرائی جائے تو وہ کیسی توبہ کرے گی؟ شراب، بدکاری اور بے قید زندگی اس کی عادت ثانی ہوجاوے گی۔ اوّل تو اسے توبہ کرنا ہی مشکل اور اگر کرے بھی تو وہ کیسی توبہ ہوگی؟

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد دہم صفحہ 341)

مولوی حکیم نورالدین کنجری سے نکاح کو تیار

ایک دفعہ ایک کنچنی تائبہ ہو کر ہمارے پاس آئی اور کہا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ہم نے اس کو اسی آیت شریف کے حکم کے مطابق جواب دیا لیکن وہ اس خیال سے باز نہ آئی۔اور ہمارے پیچھے پڑی رہی تو ہم نے جواب دیا کہ ایک علیحدہ مکان لے لے۔اور گندے کام کو بالکل ترک کردے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرا یہ نام ہٹادے۔

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 201)

ہمارے دیے گئے دونوں حوالہ جات کو سامنے رکھ کر تحقیقی اور تنقیدی انداز میں گفتگو کی جاتی ہے، ذاتی زبان یا اضافی الزام تراشی سے گریز کرتے ہوئے صرف نصوص، تضاد اور فکری نتائج واضح کیے جاتے ہیں۔

قادیان کا راسپوٹین اور قادیانی خلیفہ کا فکری تصادم

یہاں اصل مسئلہ کسی فرد کی ذات نہیں بلکہ قادیانی مذہبی فکر کے اندرونی تضاد کا ہے۔ ایک طرف خود مرزا قادیانی کا قطعی، سخت اور اصولی مؤقف ہے، اور دوسری طرف اس کے سب سے قریبی شاگرد اور پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کا بالکل متضاد طرزِ فکر اور عملی رویہ۔

مرزا قادیانی کا مؤقف:

مرزا قادیانی اپنے ملفوظات میں نہایت واضح الفاظ میں یہ اصول قائم کرتا ہے کہ بازاری عورت (کنجری) کی توبہ کرنا انتہائی مشکل ہے۔اگر وہ توبہ کرے بھی تو وہ حقیقی اور معتبر توبہ نہیں ہوتی۔اس کی سابقہ عادات (بدکاری، بے قید زندگی) اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہوتی ہیں۔نتیجتاً ایسی عورت کو معاشرے میں دینی اعتبار سے قابل اعتماد بنانا ممکن نہیں۔ یہ

مؤقف نہ صرف سخت ہے بلکہ حتمی (categorical) نوعیت کا ہے، جس میں کوئی استثنا یا گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔

حکیم نورالدین کا مؤقف:

اس کے برعکس، حکیم نورالدین کے بیان میں درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں کہ ایک کنچنی یعنی کنجری تائب ہو کر ان کے پاس آئی۔ مولوی نے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ مولوی حکیم نورالدین نے نہ توبہ کو رد کیا، نہ اسے ناقابل اعتبار کہا۔ بلکہ شرائط کے ساتھ اسے قابل قبول سمجھا اور عملی راستہ بتایا۔ یعنی ان کے نزدیک کنجری کی توبہ ممکن ہے، قابل قبول ہے اور معاشرتی بحالی (نکاح) تک جا سکتی ہے۔ یہ موقف مرزا قادیانی کے بیان کردہ اصول کی صریح نفی ہے۔

اصل سوال: قادیانی معیارِ صداقت کیا ہے؟

اب یہاں ایک ناگزیر فکری سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی الہام یافتہ، مسیح موعود اور مہدی ہے تو اس کا یہ قطعی اصول کیوں اس کے اپنے پہلے خلیفہ کے عمل سے ٹوٹ رہا ہے؟ اگر حکیم نورالدین کا عمل درست ہے، تو مرزا قادیانی کا بیان کردہ اصول غلط، سخت یا غیر عملی ثابت ہوتا ہے اور اگر مرزا قادیانی کا اصول درست ہے تو پھر حکیم نورالدین نے خود اسی اصول کی خلاف ورزی کیوں کی؟ یہ تضاد معمولی فقہی اختلاف نہیں بلکہ عقیدے کی بنیاد کو متاثر کرتا ہے۔

تضاد فرد میں نہیں، نظام میں ہے

یہ دونوں حوالہ جات یہ ثابت کرتے ہیں کہ قادیانیت میں کوئی واحد، مستحکم اور الہامی اخلاقی معیار موجود نہیں۔ مرشد اور خلیفہ کے بیانات میں ایسا تضاد ہے جو نہ تاویل سے حل ہوتا ہے نہ وقتی اجتہاد کہہ کر ٹالا جا سکتا ہے۔ جس نظام میں گرو اور چیلا ایک بنیادی اخلاقی مسئلے پر

متصادم ہوں، وہاں صداقت کا فیصلہ عقیدت سے نہیں بلکہ تحقیق سے ہوتا ہے۔

یہی نکتہ اس پورے رسالے اور سابقہ مباحث سے منطقی ربط بھی رکھتا ہے کہ مسئلہ کسی ایک واقعے کا نہیں بلکہ ایک مسلسل فکری و عملی تضاد کا ہے، جو قادیانی لٹریچر کے اپنے حوالہ جات سے نمایاں ہو رہا ہے۔

کنجری نیچ ذات

حسب آیت کریمہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اتْقٰكُمْ صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی اُن میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو یا اُن قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام۔ موچی۔ تیلی۔ ڈوم۔ میراسی۔ تھے۔ قصائی۔ جولاہے کنجری۔ تنبولی۔ دھوبی۔ مچھوے۔ بھڑ بھونجے۔ نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔

(روحانی خزائن جلد 15، صفحہ 277)

مرکزی نکتے کا تجزیہ اور منطقی تضاد

ہمارے پیش کردہ حوالہ میں مرزا قادیانی نے واضح طور پر بعض طبقات کو سماجی طور پر نیچ قرار دیتے ہوئے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگرچہ اصل معیار تقویٰ ہے، لیکن پیشہ، نسب اور ولادت کے حوالے سے "کنجری" کو باقاعدہ ایک ذلیل اور مشکوک طبقہ شمار کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ مرزا قادیانی نے محض کسی ایک فرد کے گناہ یا کردار کی بات نہیں کی بلکہ کنجری کو بطور ایک طبقہ ذکر کیا ہے، اور اس کے ساتھ ولادت میں شک جیسے الفاظ استعمال

کر کے اس طبقے کی اخلاقی حیثیت کو انتہائی پست سطح پر رکھا ہے۔

اب یہی وہ مقام ہے جہاں بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے۔اگر مرزا قادیانی کے نزدیک کنجری ایک نیچ، مشکوک اور اخلاقی طور پر ساقط الاعتبار طبقہ ہے، تو پھر تاریخی حوالہ جات کے مطابق اس کا ہیرا منڈی جانا اور لکھی طوائف کے کوٹھے پر آنا جانا کس اصول کے تحت تھا؟ اگر وہ واقعی اصلاح، تبلیغ یا توبہ کروانے کے لیے جاتا تھا تو پھر اس کے اپنے ملفوظات میں کنجری کی توبہ، توبہ نہیں ہوتی جیسا سخت اور مایوس کن نظریہ کیوں موجود ہے؟ اصلاح کا دعویٰ اور توبہ کے امکان کا انکار ایک ساتھ کیسے درست ہو سکتے ہیں؟

دعویٰ اور عمل کا تصادم

یہاں ایک واضح تضاد سامنے آتا ہے:

ایک طرف مرزا قادیانی کنجری کو نیچ ذات، مشکوک النسب اور ناقابل اعتماد قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف انہی کے مراکز (ہیرا منڈی، طوائفوں کے کوٹھے) سے اس کی نسبت کے متعدد حوالہ جات ملتے ہیں۔ اگر وہ طبقہ اس قدر قابل نفرت اور اخلاقی طور پر ناقابل اصلاح تھا تو پھر وہاں بار بار جانے کی کیا دینی، اخلاقی یا اصلاحی توجیہ پیش کی جا سکتی ہے؟ اور اگر وہاں جانا درست تھا تو پھر کنجری کی تحقیر پر مبنی نظریہ خود باطل ٹھہرتا ہے۔

یہ حوالہ دراصل مرزا قادیانی کے اپنے بیان کردہ سماجی و اخلاقی اصولوں کو اسی کے عمل کے مقابل لا کر رکھ دیتا ہے، جہاں نظریہ اور کردار میں ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جو اس رسالے کے تسلسل میں ہیرا منڈی سے تعلق اور کنجری کو نیچ ذات کہنے کے دعووں کو ایک دوسرے کے خلاف بطور دلیل استعمال کرنے کی مکمل بنیاد فراہم کرتا ہے۔

کنچنی کی بنوائی مسجد میں نماز ناجائز ہے

کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ:۔

فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام" 93 کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز درست نہیں ہے۔" فرمایا:۔الحکم نمبر 19 جلد 7 مؤرخہ 24راپریل1903ء صفحہ 11)

(فتاویٰ حضرت مسیح موعود صفحہ 93،92)

کنچنی کی بنوائی مسجد میں نماز جائز ہے

کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد ایک شخص نے دریافت کیا کہ کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ جو جگہ نماز پڑھنے کے واسطے الگ کی گئی ہے یا بنائی گئی ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں۔

(ارشاد نور جلد دوم صفحہ 132)

متضاد اقوال کا اصولی و علمی تجزیہ

ہمارے پیش کردہ دونوں حوالہ جات میں اصل مسئلہ کنجری/کنچنی کے حکم کا نہیں بلکہ مرزا قادیانی کی فکر اور اس کے قادیانی خلفاء کے عملی و فکری تضاد کا ہے۔ یہ تضاد محض جزوی نہیں بلکہ اصولی (Doctrinal) ہے، اور اسی بنیاد پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وحی و الہام کا دعوے دار سچا ہے یا اس کا خلیفہ؟

مرزا قادیانی کا مؤقف

ملفوظات میں مرزا قادیانی واضح طور پر کہتا ہے کہ بازاری عورت کی توبہ حقیقی نہیں ہو سکتی، کیونکہ بدکاری اس کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہوتی ہے۔ یہاں تین باتیں واضح ہوتی ہیں۔

اوّل: مرزا قادیانی کے نزدیک کنجری کی توبہ شرعاً مشکوک بلکہ ناقابل اعتماد ہے۔

دوم: وہ اس طبقے کو اخلاقی طور پر نا قابلِ اصلاح تصور کرتا ہے۔

سوم: وہ توبہ کے عمومی اسلامی تصور (جس میں ہر گناہگار کے لیے دروازہ کھلا ہے) سے انحراف کرتا ہے۔

یہ بات متفقہ اصول کے صریح خلاف ہے کہ سچی توبہ ہر گناہ کو مٹا دیتی ہے، چاہے گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

حکیم نور الدین کا مؤقف:

اس کے برعکس حقائق الفرقان میں حکیم نور الدین کا بیان موجود ہے کہ ایک کنجنی تائبہ ہو کر ان کے پاس آئی، نکاح کی خواہش کی، اور وہ اصولی طور پر نکاح پر آمادہ ہو گئے، محض وقتی شرائط کے ساتھ۔

یہاں تین امور سامنے آتے ہیں۔

اوّل: حکیم نور الدین کنجری کی توبہ کو قابلِ قبول مانتا ہے۔

دوم: وہ اس توبہ کو نکاح کے لیے بھی کافی سمجھتا ہے۔

سوم: اس کا یہ عمل مرزا قادیانی کے بیان کردہ اصول کی صریح نفی ہے۔

گرو سچا یا چیلا؟

یہاں منطقی طور پر تین ہی امکانات بنتے ہیں۔

1. اگر مرزا قادیانی سچا ہے تو حکیم نور الدین نے باطل کام کیا اور ایک ایسی عورت سے نکاح کے لیے رضامندی ظاہر کی جس کی توبہ مرزا کے نزدیک توبہ ہی نہیں۔

2. اگر حکیم نور الدین سچا ہے تو مرزا قادیانی کا بیان غلط، طبقاتی اور غیر اسلامی ثابت ہوتا ہے۔

3. اگر دونوں درست ہیں تو پھر قادیانیت میں وحی، اخلاق اور شریعت کا کوئی مستقل

معیار موجود نہیں، جو جس وقت چاہے الٹ بات کہہ دے۔

یہ تیسرا نتیجہ دراصل قادیانیت کے پورے فکری ڈھانچے کو منہدم کر دیتا ہے۔

ہیرا منڈی سے تعلق کا منطقی نتیجہ

جب مرزا قادیانی ایک طرف کنجری کو نیچ ذات، ناقابل توبہ اور اخلاقی طور پر مردود قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف تاریخی حوالہ جات کے مطابق ہیرا منڈی اور طوائفوں کے کوٹھوں سے اس کا عملی تعلق دکھایا جاتا ہے، تو سوال محض اخلاقی نہیں رہتا بلکہ کردار اور دعویٰ نبوت کے باہمی تصادم کا بن جاتا ہے۔ اسی تضاد کا فطری اثر یہ ہوا کہ قادیانی جماعت میں کنجری کی کمائی کو کہیں ناجائز کہا گیا کہیں جائز، کہیں مسجد بنانے پر ناجائز کا فتویٰ دیا گیا اور کہیں اسی مسجد میں نماز کو جائز قرار دے دیا گیا۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ مرکزِ فکر خود متضاد تھا۔

یہی تضاد ہمارے سابقہ رسائل (1) مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں (2) مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر (3) مرزا قادیانی کی رنڈی استانی، میں مسلسل سامنے آتا رہا ہے کہ مرزا قادیانی نظری طور پر کچھ کہتا ہے اور عملی دنیا میں اس کے اثرات کچھ اور نکلتے ہیں، جنہیں بعد کے خلفاء اپنے اپنے انداز سے جواز فراہم کرتے ہیں۔

یہ حوالہ جات یہ ثابت نہیں کرتے کہ "کنجری سچی ہے یا جھوٹی" بلکہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور اس کے خلفاء سچ پر متفق نہیں تھے اور جو جماعت اپنے بنیادی اخلاقی اصول میں ہی متضاد ہو، وہ ہدایت کا منبع نہیں ہو سکتی۔

کنچنی کا ناچ دیکھنے کی تلقین

ایک چھوٹا سا نکتہ تھا جس نے مجھے اس کا شوق دلایا۔ میں ایک دفعہ
دہلی جا رہا تھا۔ کہ سفر پر جانے سے پہلے حضرت خلیفہ اول نے مجھے کہا
میاں تم نے کبھی کنچنی کا ناچ بھی دیکھا ہے مجھے بہت شرم آئی کہ آپ

نے یہ کیا سوال کیا ہے اور میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ آپ نے فرمایا میاں تم دین سیکھ رہے ہو اگر تمہیں کنچنی کے ناچ کا ہی علم نہیں تو تم اس کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہو تم اسے فن کے طور پر دیکھو اس چیز نے مجھے احساس دلایا کہ علم کے طور پر کوئی چیز بھی بُری نہیں۔

(انوار العلوم جلد 24 صفحہ 478)

کنچنی کے ناچ کی تلقین، فکری انحراف کی آخری حد

اس اقتباس میں جو نکتہ سامنے آتا ہے وہ محض ایک ذاتی واقعہ نہیں بلکہ قادیانی فکر کے اخلاقی و دینی زوال کی واضح تصویر ہے۔ یہاں قادیانی جماعت کے دو نمبر خلیفہ اور مرزا قادیانی کا بیٹا جو بظاہر قادیانیت کے سب سے بڑے نگہبان سمجھے جاتے ہیں، اپنے نوجوان جانشین کو نہ صرف کنچنی کے ناچ کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ اسے علم، فن اور دینی بصیرت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے یہ بات نہایت سنگین ہے۔ شریعتِ محمدی ﷺ میں رقصِ نسواں، فحاشی، عریانی اور فتنہ انگیز مناظر سے نگاہ بچانا ایمان کا تقاضا ہے، نہ کہ ان کو فن کے نام پر دیکھنا۔ قرآن کریم نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیتا ہے اور احادیث میں فتنۂ نسواں کو ایمان کے لیے سب سے بڑا امتحان قرار دیا گیا ہے۔ ایسے میں کسی دینی پیشوا کا یہ کہنا کہ "اگر تم نے کنچنی کا ناچ نہیں دیکھا تو تم رائے کیسے قائم کرو گے" دراصل اسلامی اخلاقیات کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے۔

یہاں ایک اہم فکری ربط بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جب باپ یعنی مرزا قادیانی کی زندگی ہی ہیرا منڈی، طوائفوں کے کوٹھوں، کنجریوں اور مشتبہ ماحول سے وابستہ رہی، اور اس سب کو مختلف تاویلات کے ذریعے جائز یا کم از کم قابلِ نظر انداز ٹھہرایا گیا، تو اس کا اثر لازماً اولاد اور

جماعت کی قیادت میں منتقل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بیٹا اور خلیفۂ زانی کنجنی کے ناچ کو علم اور فن کہہ کر قبول کرنے لگتا ہے۔

یہ اقتباس قادیانی دعویٰ اصلاحِ امت کے لیے ایک خود ساختہ فردِ جرم ہے۔ جو جماعت فحاشی کے مراکز کو تعلیمی تجربہ اور کنجنی کے ناچ کو فکری بالیدگی کا ذریعہ قرار دے، وہ امتِ مسلمہ کی اخلاقی رہنمائی کا دعویٰ کیسے کر سکتی ہے؟ اور جو شخص ایسے نظریات کی بنیاد رکھے، وہ امام مہدی یا مسیح موعود تو درکنار، ایک عام دینی رہنما کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔

مختصراً، یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ قادیانیت میں حرام و حلال، حیا و بے حیائی، علم و فتنہ کی سرحدیں مٹ چکی تھیں، اور یہی فکری انتشار اس جماعت احمدیہ کے باطن کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی ہے۔

کنچنی کے ناچ سے شرم آگئی

> حضرت میر صاحب کے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔ رات کو لوہارو والوں کی طرف سے (کیونکہ وہ نواب لوگ تھے) کنجنی کے ناچ کا انتظام تھا۔ سب لوگ اس ناچ کو دیکھنے میں مشغول تھے۔ مگر حضرت میر صاحب نے بیان فرمایا کہ مجھے اس قدر شرم آئی کہ میں نے ایک دفعہ بھی نظر اُٹھا کر نہ دیکھا۔ میرا سر جھکا رہا۔

(سیرت حضرت نصرت جہاں بیگم صفحہ 174)

حوالہ جاتی تضاد اور تربیتی پس منظر کا تقابلی تجزیہ

اس واقعہ اور اس سے پہلے پیش کیے گئے حوالہ جات کو سامنے رکھا جائے تو ایک نمایاں فکری و عملی تضاد ابھر کر سامنے آتا ہے جو قادیانی قیادت کے اندر موجود مختلف رجحانات اور بیانیوں کو واضح کرتا ہے۔ ایک طرف قادیانی خلافت کے ایک نمایاں فرد کی طرف سے یہ

تلقین سامنے آتی ہے کہ "کنجنی کے ناچ" کو بطور فن اور بطور علم دیکھا جائے، اور اس سے متعلق واقفیت کو دینی فہم کے لیے ضروری قرار دیا جاتا ہے، جبکہ دوسری طرف اسی جماعت کے ایک معزز فرد کا بیان ملتا ہے کہ ایسے ہی ایک موقع پر اسے شدید شرم محسوس ہوئی اور اس نے نگاہ تک اٹھانا گوارا نہ کیا۔

یہ تضاد محض ذاتی مزاج کا فرق نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک گہرا فکری پس منظر کارفرما نظر آتا ہے۔ پہلے حوالہ میں یہ تصور پیش کیا گیا ہے کہ اخلاقی اور سماجی طور پر متنازع امور کو بھی علم اور فن کے نام پر قابل قبول بنایا جا سکتا ہے، اور ان سے واقفیت کو دینی بصیرت کا حصہ سمجھا گیا ہے۔ اس طرزِ فکر کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ایسی سرگرمیوں سے متعلق شرم اور حیا کا تصور ثانوی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

اس کے برعکس دوسرے حوالہ میں میر صاحب کا رویہ ایک بالکل مختلف اخلاقی معیار کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کا شدید شرم محسوس کرنا اور نظریں جھکائے رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ایسے مناظر فطری حیا اور دینی وقار کے منافی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ یا تو ان تک وہ فکری "فتویٰ" اور تلقین نہیں پہنچی تھی جس میں ایسے ناچ کو بطور فن جائز اور مفید قرار دیا گیا، یا پھر انھوں نے اس بیانیے کو دل سے قبول نہیں کیا۔

سابقہ گفتگو سے ربط جوڑا جائے تو یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ قادیانی لٹریچر میں کنجریوں اور طوائفوں سے متعلق بیانات کبھی شدید نفرت اور اخلاقی تنقیص پر مبنی ہیں اور کبھی انھی طبقات سے وابستہ امور کو علمی، فنی یا حتیٰ کہ دینی جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ یہی دوغلا پن بعد کے واقعات میں بھی جھلکتا ہے، جہاں ایک ہی جماعت کے اندر کسی عمل پر شرم کو ایمان کی علامت سمجھا جاتا ہے اور کسی دوسرے بیان میں اسی عمل سے واقفیت کو دینی شعور کا حصہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعات اور حوالہ جات قادیانی قیادت کے اندر موجود اخلاقی اور فکری انتشار کو نمایاں کرتے ہیں۔ ایک طرف حیا، شرم اور دینی وقار کا بیانیہ ہے، اور دوسری طرف انہی اقدار کو "علم" اور "فن" کے نام پر نرم یا غیر مؤثر بنانے کی کوشش۔ یہی تضاد اس پوری بحث کا مرکزی نکتہ بن کر سامنے آتا ہے، اور یہی وہ پس منظر ہے جس میں بعد کے افراد کے رویے اور احساسات کو سمجھا جا سکتا ہے۔

کنچنی کے پاس جانے کی وجہ

حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر کنچنی کے پاس جایا کرتا تھا۔ اس عورت نے ایک دن ایک کنچنی کو بلا کر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے گھر کی عورتوں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آتے ہیں۔ اس نے کہا ہم ناز و نخرے کرتی ہیں۔ پاس بیٹھتا ہے تو لاتیں مارتی ہیں اور طرح طرح کے مخول اور مذاق ہوتے ہیں اس طرح خبیث مردوں کو مزہ آتا ہے اور وہ اور زیادہ ہماری طرف میلان ظاہر کرتے ہیں۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 215)

بنیادی ربط اور تسلسل

اب تک کی تمام گفتگو میں ایک مرکزی نکتہ بار بار سامنے آیا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے قریبی حلقے کا طوائفوں اور کنچنیوں سے تعلق محض الزام نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر کے اندر موجود بیانات سے ثابت کیا جا رہا ہے۔ کبھی اسے علم، کبھی فن، کبھی تجربہ، اور کبھی مزاجِ مرد کے عنوان سے جواز دیا جاتا ہے۔ یہی وہ فضا ہے جس میں باپ کے افعال، خلیفہ کے فتاویٰ اور بیٹوں کے بیانات ایک دوسرے سے جڑتے چلے جاتے ہیں۔

کنچنی کے پاس جانے کی نفسیاتی توجیہ

آخری حوالہ دراصل اس پورے بیانیے کی نفسیاتی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہاں یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ مرد کنچنی کے پاس کسی مجبوری، مظلومیت یا اصلاح کی نیت سے نہیں جاتا بلکہ ناز، نخروں، جسمانی حرکات اور شہوانی لطف کے لیے جاتا ہے۔ یہ بیان خود قادیانی خلیفہ کی زبان سے ہے، جو اس عمل کی حقیقت کو پوری عریانی کے ساتھ واضح کر دیتا ہے۔

یہاں یہ بات نہایت اہم ہے کہ یہ توجیہ مرزا قادیانی کے اپنے طرزِ عمل پر بھی لاگو ہوتی ہے، کیونکہ جب باپ کے بارے میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ وہ بار بار طوائفوں کے کوٹھوں پر کیوں جاتا تھا، تو جواب میں کوئی روحانی، تبلیغی یا اصلاحی دلیل نہیں دی گئی بلکہ وہی نفسیاتی جواز سامنے آیا جو عام خبیث مردوں کے بارے میں بیان کیا گیا۔

باپ کے عمل اور بیٹے کے اعتراف کا تصادم

یہاں ایک اور گہرا تضاد سامنے آتا ہے۔ ایک طرف مرزا قادیانی کنجری کو نیچ ذات، ناپاک کمائی اور ناقابل توبہ قرار دیتا ہے، دوسری طرف اس کا اپنا بیٹا اسی طبقے کے بارے میں یہ وضاحت دے رہا ہے کہ مرد ان کے پاس کیوں جاتے ہیں، گویا یہ ایک فطری اور قابل فہم میلان ہے۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ عملی زندگی میں وہی کام کیے گئے جنہیں زبانی طور پر برا کہا جاتا رہا۔

جماعتی اثرات

اسی تسلسل میں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جب پیشوا خود طوائفوں کے کوٹھوں پر آنا جانا رکھتا ہو، خلیفہ کنچنی کے ناچ کو علم اور فن کہہ کر دیکھنے کی تلقین کرے، اور بیٹا اس میلان کی نفسیاتی توجیہ پیش کرے، تو پھر جماعت کے اندر کنچنی کی کمائی، اس کے ناچ گانے اور اس کے بنوائے ہوئے مقامات کو قابل قبول سمجھا جانا کوئی حادثہ نہیں بلکہ قدرتی نتیجہ ہے۔

یہ حوالہ دراصل تمام سابقہ حوالہ جات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کا طوائفوں سے تعلق کسی وقتی الزام یا مخالفین کی گھڑی ہوئی بات نہیں تھا بلکہ ایک ایسا مسلسل رویہ تھا جسے بعد میں اس کے قریبی حلقے نے کبھی علم، کبھی فن، کبھی نفسیات اور کبھی مردانہ مزاج کے نام پر جواز فراہم کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ محض واقعات کی فہرست نہیں بلکہ ایک مکمل کرداری اور فکری زوال کی تصویر بن کر سامنے آتا ہے۔

مجھے ایک کنچنی ملی

ریل میں مجھے ایک کنچنی ملی۔ میں نے اس سے کہا کہ تو کہاں گئی تھی؟ کہا کہ سبحان اللہ! فلاں حضرت کے یہاں گئی تھی۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ ہماری فقیرنی آ گئی ہے اور اپنے خادم سے کہا اس کو تین سو روپیہ دے دو۔ میں تو ایک دم مالا مال ہو گئی۔

(خطبات نور صفحہ 543)

اس حوالہ سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی ذاتی زندگی اور رویہ نہ صرف اس کے اپنے اعمال پر محدود تھے بلکہ اس کے اثرات اس کے مریدین، خاص طور پر پہلے خلیفہ حکیم نورالدین پر بھی مرتب ہوئے۔

حوالہ کے مطابق، حکیم نورالدین خود بھی کنجریوں کے پاس جاتا تھا اور وہاں کسی قسم کا پردہ یا حدود کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ "مجھے ایک کنچنی ملی" کے واقعے میں واضح ہے کہ خلیفہ کے پاس کنچنی آئی اور فوری طور پر اسے مال فراہم کیا گیا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نہ صرف کنچنی کے ساتھ مالی تعلق قائم کیا گیا بلکہ اس کی آمد و رفت اور ملاقاتیں بھی بلا کسی مذہبی یا اخلاقی رکاوٹ کے عمل میں آئیں۔

یہ واقعہ دو نکات کو اجاگر کرتا ہے:

1. مرزا قادیانی کا اثر: مرزا قادیانی کی تعلیمات اور رویہ نے خلیفہ پر اثر ڈالا، جس نے اسی طرز عمل کو اپنایا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت میں اخلاقی حدود کی پابندی کمزور تھی اور قیادت کی تقلید کی جاتی رہی۔

2. کنجریوں کے ساتھ میلانات کی عادی صورتحال: واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جماعت کے اعلیٰ افراد کے نزدیک کنجریوں کے پاس جانا، ان سے ملاقات کرنا اور مالی امداد دینا معمول کی بات بن چکی تھی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی کی ذاتی پسند اور میلانات اس کے شاگردوں میں بطور روایت منتقل ہو گئی۔

یہ حوالہ سابقہ رسائل، جیسے "مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں" اور "مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر"، کے ساتھ براہِ راست ربط رکھتا ہے کیونکہ وہ سب اس نقطے کی تصدیق کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور اس کے قادیانی خلیفہ کنجریوں اور طوائفوں کے جھرمٹ میں جا کر موجود رہتے تھے اور یہ عمل جماعت میں معمول بن گیا تھا۔

مرزا امام الدین کی کنچنی بیوی

میں نے خواب میں دیکھا کہ امام الدین کی کنچنی بیوی گر پڑی ہوئی ہے۔" (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲)

(تذکرہ صفحہ 556)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے خیالات اور توجہ صرف اپنے گھر یا قریبی رشتہ داروں تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ اپنے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین کی بیوی پر بھی غور و فکر کر رہا تھا، اور اسے اپنے الہام میں شامل کر رہا تھا۔

یہ واقعہ چند اہم نکات اجاگر کرتا ہے:

1. خاندان میں میلانات کی عام صورتحال: مرزا قادیانی کے گھرانے کے اندر بھی عورتوں کے بارے میں اس کے غیر معمولی خیالات موجود تھے۔ اس کا یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ نہ صرف اس کے ذاتی رویے، بلکہ گھر کے دیگر افراد کی زندگیوں اور تعلقات پر بھی اس کی نظر اثر انداز تھی۔

2. کنجریوں اور غیر محرم عورتوں پر توجہ: اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی کی دلچسپی محض مذہبی یا تعلیمی معاملات تک محدود نہیں تھی، بلکہ وہ اپنے خاندان کی عورتوں پر بھی گہری توجہ رکھتا تھا، اور اسے الہام میں پیش کرتا تھا۔

3. مرزا قادیانی کے رویے کا اثر: اس طرح کے خیالات اور رویے اس کے مریدین اور خاندان پر اثر انداز ہوئے، جیسا کہ سابقہ حوالوں میں دیکھنے کو ملا کہ خلیفہ اور دیگر افراد کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ آزادانہ تعلقات رکھتے تھے۔

یہ حوالہ پچھلے تمام رسائل کے سلسلے میں اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کا گھرانہ کنجریوں اور غیر محرم عورتوں کے میلانات میں ملوث تھا، اور اس کا اثر جماعت میں بھی نظر آتا تھا۔

کنچنی کے ناچ کی دریاں

حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ابتداء میں جب میں قادیان مستقل طور پر رہنے لگا تو مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں باہر سے برات آئی تھی۔ اس کے ساتھ کنچنی بھی تھی اور ناچ وغیرہ ہوتا تھا۔ میں ایسی شادی کی رسوم میں نہ خود شریک ہوتا ہوں اور نہ اپنی کوئی چیز دیتا ہوں۔ مرزا نظام الدین نے مجھ سے غالباً کچھ دریاں اور چکیں مانگی تھیں۔ میں نے حضرت مسیح

موعود علیہ السلام سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دے دو

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ 52)

اس حوالہ سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ مرزا قادیانی کے زیر اثر جماعت میں کنجریوں کے ناچ کے انتظام اور سہولت فراہم کرنے کے معاملات بھی شامل تھے۔

1. ناچ کے لیے وسائل کی فراہمی: مرزا قادیانی نے نہ صرف خود کنچنیوں کے ناچ میں شرکت کی بلکہ ان کے لیے دریاں اور چکیں بھی مہیا کرنے کی اجازت دی، جیسا کہ مرزا نظام الدین نے نواب محمد علی خان سے کہا۔ یہ عمل اسلام کے بنیادی اصولوں اور پاکیزگی کے معیار کے بالکل منافی ہے۔

2. مرزا قادیانی کی تقلید کے اثرات: حضرت مسیح موعود کی اجازت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت کے اندرونی افراد بھی ان کے رویے کی تقلید کرتے تھے، اور کنجریوں کے ناچ کے لیے سہولت فراہم کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔

3. شریعت و اخلاقیات کے تضاد: اس واقعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اسلامی اصولوں، پردے اور غیر محرم عورتوں سے اختلاط کے بارے میں جو تعلیم دی تھی، اس کے برعکس خود اور جماعت کے افراد کنجریوں اور طوائفوں کے میلانات میں ملوث رہے۔

4. پچھلے حوالوں کے ساتھ ربط: یہ واقعہ پچھلے تمام حوالوں سے مربوط ہے جہاں مرزا قادیانی اور اس کے خلیفہ، اولاد اور جماعت کے افراد کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے، ان کے ناچ و رسومات کو جائز سمجھتے تھے، اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔

یہ حوالہ مزید اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا پورا گھرانہ اور اس کی جماعت ہیرا منڈی کی طوائفوں اور کنجریوں کے میلانات میں ملوث تھا اور اسے مذہبی یا اخلاقی برائی کا

سبب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

میں نے کنچنی سے پوچھا

میں نے ایک پرانی مشہور کنچنی سے پوچھا تھا کہ تمہارا پیشہ جو قطعاً قویٰ فطریہ انسانیہ کے خلاف ہے اور ان کا دشمن ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس طرح پیدا ہو گیا؟ تو اس تجربہ کار نے مجھے جواب دیا۔ قربان جاؤں! خوش خوراک خوش پوشاک مرد اور با این ہمہ خواہشات پھر کاہل و سست یہ پیشہ اختیار نہ کرے تو کیا کرے؟

(نورالدین صفحہ 4)

اس حوالہ سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ قادیانی جماعت کے پہلے خلیفہ، حکیم نورالدین، کا کنجریوں سے میل جول نہ صرف معمولی تھا بلکہ اسے معاشرتی اور مذہبی رنگ میں جائز تصور کیا جاتا تھا۔

1. کنجریوں سے میل جول کا تسلسل: حکیم نورالدین نے خود اعتراف کیا کہ کنچنیوں کا پیشہ مردوں کے لیے کشش رکھتا ہے، اور وہ اپنی خواہشات کی بنا پر اس پیشے سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جماعت کے اندر غیر اخلاقی میلانات کو جائز سمجھنے کی روایت موجود تھی۔

2. دینی اور مذہبی رنگ دینا: حوالہ میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جماعت نے کنجریوں کے ساتھ تعلقات اور میل جول کو مذہبی یا دینی رنگ دینے کی کوشش کی، تا کہ اس عمل کو جائز اور قابل قبول ظاہر کیا جا سکے۔

3. پچھلے واقعات سے ربط: یہ واقعہ پچھلے تمام حوالوں سے مربوط ہے جہاں مرزا قادیانی اور اس کے گھرانے نے کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول برقرار رکھا، ان کے ناچ دیکھے، اور اپنی جماعت کے افراد کو بھی اس کی اجازت دی۔ حکیم نورالدین کی یہ گفتگو اس

روایت کو جاری رکھنے اور اس کی توثیق کرنے کے مترادف ہے۔

4. اخلاقی اور دینی تضاد: اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کے رہنما اپنی خواہشات اور میلانات کو مذہبی رنگ دے کر اخلاقی حدود کو پامال کرتے رہے، جبکہ اسلام میں غیر محرم عورت سے اختلاط اور غیر اخلاقی تعلقات سختی سے منع ہیں۔

یہ حوالہ قادیانی جماعت کے اندر کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول کو معمول بنائے جانے کی حقیقت کو مزید مضبوط کرتا ہے۔

کنچیوں کے ناچ گانے اور ہلاکو خان

> مگر بعد میں جب مسلمان ناچ گانوں میں مشغول ہو گئے، جب انہوں نے رنگ رلیاں منانی شروع کر دیں، جب وہ شرابیں پینے لگ گئے ، جب وہ عیاشی میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسحاق موسوی بڑا اچھا گانے والا ہے، فلاں کنچنی خوب ناچتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کی تباہی کے لیے ہلاکو خان کو بغداد پر مسلط کر دیا اور اُس نے ایک دن میں اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا اور شاہی خاندان کی کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ چھوڑی جس کے ساتھ بدکاری نہ کی گئی ہو۔

(خطبات محمود جلد نمبر 39 صفحہ 158)

یہ حوالہ تاریخی اور اخلاقی تناظر میں مرزا قادیانی کے عمل اور اس کی نسبتی بنیادوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ چند اہم نکات پر تفصیلی گفتگو کی جا سکتی ہے:

1. ماضی کا اثر حال پر: حوالہ میں مسلمانوں کی عیاشی اور ناچ گانے سے زناکاری کی جانب رجحان کو ہلاکو خان کے بغداد پر حملے کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ

اخلاقی زوال قوم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔اسی طرح مرزا قادیانی کی نسبتی منگولیت کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اس کے خاندان اور نسل میں جاری اخلاقی رجحانات کو تاریخی تناظر میں پیش کیا جاسکے۔

2. ناچ گانے اور زناکاری: مرزا قادیانی کے رویے اور ہیرا منڈی، لکھی طوائف کے کوٹھے پر قیام کی تاریخ کو اس تاریخی سبق سے ملایا جاسکتا ہے۔ جیسے مسلمانوں کے زوال کا سبب ان کی عیاشی اور ناچ گانے تھا، اسی طرح مرزا قادیانی اور اس کے خاندان میں بھی یہ رویے جاری رہے، اور ان کی جماعت میں یہ رویہ معمول بن گیا۔

3. نسلی اور ثقافتی حوالہ: مرزا قادیانی کی منگول نسبتی کو اجاگر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی عیاشی، میل جول اور غیر اخلاقی عادات محض اس کا ذاتی رویہ نہیں بلکہ ایک تاریخی اور ثقافتی تسلسل کی نمائندگی کرتی ہیں۔

4. سبق اخلاقی: یہ حوالہ ایک اخلاقی تنبیہ بھی ہے کہ اگر قومیں یا افراد اخلاقی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو اس کے نتائج تباہ کن ہو سکتے ہیں، جیسا کہ ہلاکو خان کے بغداد پر حملے میں ہوا۔

5. سابقہ حوالوں سے ربط: پچھلے حوالوں میں مرزا قادیانی اور اس کے خلیفہ حکیم نورالدین کے کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول کی تفصیل دی گئی تھی۔ یہ تاریخی حوالہ اس عمل کو ایک ثقافتی اور نسلی پس منظر میں رکھ کر اس کی وضاحت کرتا ہے کہ ان رویوں کا آغاز اور تسلسل کہاں سے آیا۔

اس طرح یہ حوالہ نہ صرف مرزا قادیانی کے اخلاقی اور معاشرتی رویوں کو ثابت کرتا ہے بلکہ اسے ایک تاریخی اور نسلی سلسلے کے ضمن میں بھی رکھتا ہے۔

کنجری کے سچے خواب

بلکہ ہمارا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ بعض وقت ایک کنجری کو بھی جس کا دن رات زنا کاری پیشہ ہے سچے خواب آسکتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 416)

یہ حوالہ مرزا قادیانی کے رویے اور اس کے نظریاتی تضادات کو واضح کرنے میں اہم ہے۔ چند نکات پر تفصیل سے گفتگو کی جا سکتی ہے:

1. مرزا قادیانی کا رویہ: مرزا قادیانی کنجریوں کے ساتھ نہ صرف میل جول رکھتا تھا بلکہ ان کی زندگی کے امور کو بھی اپنی وحی اور خوابوں کی تعبیر کے زمرے میں شامل کرتا تھا۔ یعنی وہ اپنے ذاتی شوق و رغبت کو مذہبی رنگ دے کر پیش کرتا تھا۔

2. خواب کو سچ ماننا: مرزا قادیانی کے نزدیک کنجریوں کے خواب، طوائفوں کے اعمال اور ان کے مظاہر وحی اور حقیقت کے برابر اہمیت رکھتے تھے۔ یہ اس کی شخصیت کی اخلاقی و فکری کمزوری کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ غیر اخلاقی اعمال کو روحانی حیثیت دے دیتا تھا۔

3. کنجری کی حقیقت پسندی: اس کے برعکس، حوالہ واضح کرتا ہے کہ حتیٰ کہ وہ کنجری بھی جس کا پیشہ دن رات زنا کاری ہے، کبھی کبھار سچے خواب دیکھ سکتی ہے۔ یعنی خواب کی صداقت پیشہ یا مقام سے منسلک نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور تقدیر سے ہے۔

4. سابقہ حوالے سے ربط: پچھلے حوالوں میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے خلیفہ حکیم نورالدین کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے۔ یہ حوالہ اس رویے کو فکری اور مذہبی تناظر میں پیش کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی عیاشی اور میل جول کو روحانی تشریح دینے کے لیے خواب اور وحی کا سہارا لیا۔

5. نتیجہ اخلاقی و فکری: یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تقدیس شدہ وحی میں انسانی

اور اخلاقی حدود کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس کے لیے کنجری کی حقیقت یا پیشہ کوئی رکاوٹ نہیں، بلکہ اس کے اعمال اور خواب دونوں کو اپنی مذہبی دلیل کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

یہ حوالہ مجموعی طور پر مرزا قادیانی کی فکری کمزوری، اخلاقی بے باکی اور کنجریوں کے ساتھ اس کے میل جول کی وضاحت کرتا ہے۔

اختتامیہ

اس رسالہ میں پیش کئے گئے تمام حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا پورا طرزِ عمل اور رویہ کنجریوں، طوائفوں اور ہیرا منڈی کی دنیا کے گرد گھومتا رہا۔ تاریخ اور قادیانی کتب کے متعدد حوالہ جات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نہ صرف کنجریوں کے کوٹھوں پر جاتا رہا بلکہ ان کے ناچ گانے، عیاشی اور اخلاقی بے راہ روی کو جائز اور روحانی رنگ میں پیش کرتا رہا۔

سب سے پہلے، مرزا قادیانی نے خود اپنے الہامات اور خطوط میں اس بات کا اظہار کیا کہ ہیرا منڈی کے کوٹھوں اور طوائفوں کے درمیان اس کا قیام معمول کی بات تھی، اور اس کی جماعت کے لوگ بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اس کے بیٹے اور خلیفہ بھی اس رویے کی عکاسی کرتے ہیں، جیسے کہ بشیر الدین محمود اور حکیم نور الدین کے حوالہ جات میں دیکھنے کو ملا۔

مزید یہ کہ، مرزا قادیانی نے اپنے ذاتی شوق و رغبت کو دینی رنگ دینے کے لیے خواب اور وحی کو استعمال کیا۔ وہ کنجریوں کے خوابوں کو سچ اور وحی کے مترادف قرار دیتا تھا، حالانکہ یہ خواب اس کے پیشہ یا اخلاقی حیثیت سے مکمل طور پر غیر متعلق تھے۔ اس طرح اس

نے غیر اخلاقی اعمال کو مذہبی جواز دینے کا طریقہ اپنایا۔

حوالہ جات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ مرزا قادیانی کے رویے نے اس کی جماعت پر بھی اثر ڈالا۔ اس کے خلیفہ اور مرید، حتیٰ کہ گھر کے افراد بھی، کنجریوں اور طوائفوں کے میل جول کو حلال اور جائز سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ بعض قادیانی خلیفہ اور اولاد نے خود کنجریوں کے پاس جانا اور ان کے اعمال کو جائز قرار دینا شروع کر دیا۔

مزید برآں، حوالہ جات میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تربیت، رویہ اور میل جول نے اس کے اہل خانہ اور جماعت کے اخلاق و فکر پر بھی منفی اثر ڈالا۔ اس کے گھر میں خواتین اور لڑکیاں آزادانہ طور پر اس کے گرد رہتیں، اور اس کے لیے غیر محرم کے ساتھ اختلاط، ہاتھ پاؤں دبوانا اور دیگر مشغلے معمول کی بات تھے۔

آخر میں، یہ رسالہ واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا پورا گھرانہ، اس کی جماعت اور اس کے خلیفہ کنجریوں، طوائفوں اور ہیرا منڈی کی دنیا کے گرد گھومتا رہا۔ اس کی عیاشی، میل جول اور اخلاقی بے راہ روی نے قادیانی جماعت کے رویوں میں بھی اثر ڈال دیا۔ یہی تمام حوالہ جات اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی حقیقتاً کنجریوں کے جھرمٹ میں رہا اور اپنی زندگی، خواب، وحی اور جماعت کے رویے کے ذریعے اس میل جول کو مشروع و جائز سمجھتا رہا۔

پڑ گیا ہے کہ یہ **کھاؤ پیو ہے**۔ اس سے کس تقویٰ اور نیک بختی کی امید ہوسکتی ہے **ہمارے سیّد و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا** تقویٰ دیکھئے کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاک دامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے مگر کون عقلمند اور پرہیز گار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھے گا جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا **بغل** میں ہے کبھی **ہاتھ** لمبا کر کے **سر پر** عطر مل رہی ہے کبھی **پیروں** کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور سیاہ **بالوں** کو **پیروں** پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشہ کر رہی ہے **یسوع** صاحب اس حالت میں **وجد** میں بیٹھے ہیں اور کوئی **اعتراض** کرنے لگے تو اس کو **جھڑک** دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ **عمر جوان** اور **شراب** پینے کی عادت اور پھر **مجرد** اور ایک خوبصورت **کسبی عورت** سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اس پر کیا دلیل ہے کہ اس کسبی کے چھونے سے **یسوع** کی **شہوت** نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ یسوع کو یہ بھی میسر نہیں تھا کہ اس **فاسقہ** پر نظر ڈالنے کے بعد اپنی کسی بیوی سے صحبت کر لیتا۔ کم بخت **زانیہ** کے چھونے سے اور **ناز و ادا** کرنے سے کیا کچھ نفسانی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پورے طور پر کام کیا ہوگا اسی وجہ سے **یسوع** کے منہ سے یہ بھی نہ نکلا کہ اے حرام کار عورت مجھ سے دور رہ اور یہ بات انجیل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ عورت **طوائف** میں سے تھی اور زنا کاری میں سارے شہر میں مشہور تھی۔

درخت کی طرف دوڑے گئے کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ درخت ان کا یا ان کے والد صاحب کی ملک میں سے تھا۔ پس جو شخص بیگانہ درخت کو دیکھ کر **اپنے نفس پر غالب نہ آسکا** اور پیٹ کو بھینٹ چڑھانے کے لئے اس کی طرف دوڑا گیا وہ خدا تو کیا بلکہ بقول آپ کے فرد اکمل بھی نہیں۔

الغرض کسی کے دل میں یہ خیال گذرنا کہ یہ چیز خوبصورت ہے یہ ایک علیحدہ امر ہے جس کو خدا نے آنکھیں دی ہیں جیسے وہ کانٹے اور پھول میں فرق کر سکتا ہے۔ ایسا ہی وہ خوبصورت اور بدصورت میں فرق کر سکتا ہے آپ کے خدا صاحب کو شاید یہ قوت ممیّزہ فطرت سے نہیں ملی ہوگی مگر **پیٹ کی شہوت** کے لئے تو انجیر کے درخت کی طرف دوڑے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ کس کا انجیر ہے۔

تعجبؔ کہ ایک **شرابی** اور **کھاؤ پیو** کو **شہوت پرست** نہ کہا جائے اور وہ پاک ذات جس کی زندگی اور جس کا ہر یک فعل خدا کے لئے تھا اس کا نام اس زمانہ کے پلید طبع شہوت پرست رکھیں عجب تاریکی کا زمانہ ہے۔ **یہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا ایک نمونہ ہے کہ ہرگز قصداً کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو کہ یہ بدنظری کا پیش خیمہ ہے** اور اگر اتفاقاً کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑے اور وہ خوبصورت معلوم ہو تو اپنی عورت سے صحبت کر کے اس خیال کو ٹال دو۔ خوب یاد رکھو کہ یہ تعلیم اور یہ حکم حفظ ما تقدم کے طور پر ہے جو شخص مثلاً ہیضہ کے دنوں میں ہیضہ سے بچنے کے لئے حفظ ما تقدم کے طور پر کوئی دوا استعمال کرتا ہے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کو ہیضہ ہو گیا ہے یا ہیضہ کے آثار اس میں ظاہر ہو گئے ہیں بلکہ یہ بات اس کی دانشمندی میں محسوب ہوگی اور سمجھا جائے گا کہ وہ اس بیماری سے طبعاً نفرت رکھتا ہے اور اس سے

۸۶

اور رسول ک ... عورت نیک

نہیں ہوسکتی ... بجا نہ لاتے

مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 86 طبع جدید از مرزا قادیانی

اور پس پُشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مَردوں کی تابعدار رہیں۔ ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سُنکر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چُراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مَرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بدعادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لیے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور اس بندہ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں۔ مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کرلیں۔ پھر جو شخص اللہ رسول کے حُکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسُول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے ربّ کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لیے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے

﴿403﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے تھے کہ ایک طالب علم جو کالج میں پڑھتا تھا وہ میرے پاس آ کر بیان کرنے لگا کہ کچھ عرصہ سے میرے دل میں دہریت کے خیالات پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اور میں ان کا بہت مقابلہ کرتا ہوں مگر وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اسے مناسب نصیحت کی اور کہا کہ تم اپنی حالت سے مجھے اطلاع دیتے رہا کرو۔ مگر اس کی حالت رو بہ اصلاح نہ ہوئی۔ بلکہ اس کے یہ شبہات ترقی کرتے گئے۔ پھر جب وہ قادیان آیا تو میں نے اسے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت صاحبؑ نے اس کے حالات سُن کر فرمایا کہ آپ کالج میں جس جگہ بیٹھا کرتے ہیں وہ جگہ بدل دیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب وہ پھر قادیان آیا تو کہنے لگا کہ اب میرے خیالات خود بخود ٹھیک ہونے لگ گئے ہیں۔ اور اس نے یہ بیان کیا کہ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ جس جگہ میں پہلے بیٹھتا تھا اس کے ساتھ ایک ایسے طالب علم کی جگہ تھی جو دہریہ تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ انسان کے قلب سے مخفی طور پر اس کے خیالات کی رو جاری ہوتی رہتی ہے۔ جو پاس بیٹھنے والوں پر اپنا اثر پیدا کرتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب علم کمزور طبیعت کا ہوگا اور باوجود خدا پر ایمان رکھنے کے اس کا قلب اپنے دہریہ پڑوسی کی مخفی رو سے متاثر ہو گیا لیکن چونکہ حضرت صاحب نے اپنی فراست سے سمجھ لیا تھا کہ یہ اثر کسی دہریہ کے پاس بیٹھنے کا ہے اس لئے آپ نے اسے نصیحت فرمائی کہ اپنی جگہ بدل دے۔ چنانچہ یہ تجویز کارگر ہوئی اور اس کی اصلاح ہو گئی۔ علم توجہ جسے انگریزی میں ہپناٹزم کہتے ہیں وہ بھی اسی مخفی قلبی رو کا نتیجہ ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہپناٹزم میں توجہ ڈالنے والا ارادہ اور شعور کے ساتھ اپنی توجہ کا ایک مرکز قائم کرتا ہے لیکن اس قسم کی عام حالت میں بلا ارادہ ہر شخص کے قلب سے ایک رو جاری رہتی ہے اور اسی لئے یہ رَو ہپناٹزم کی رَو کی نسبت بہت کمزور اور بطئی الاثر ہوتی ہے۔

﴿404﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ شفا خانہ میں ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر کام کرتی ہے اور وہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ وہ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے اسکے متعلق

کیا حکم ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ تو جائز نہیں ہے۔آپ کو عذر کر دینا چاہیے کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں۔

﴿405﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی سیّد سرور شاہ صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ قادیان کے قصابوں نے کوئی شرارت کی تو اس پر حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ان سے گوشت خریدنا بند کر دیا جاوے۔چنانچہ کئی دن تک گوشت بند رہا اور سب لوگ دال وغیرہ کھاتے رہے۔ان دنوں میں نے (مولوی سید سرور شاہ صاحب نے) حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میرے پاس ایک بکری ہے وہ میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں حضور اسے ذبح کروا کے اپنے استعمال میں لائیں۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمارا دل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہمارے دوست دالیں کھائیں اور ہمارے گھر میں گوشت پکے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت صاحب اس بات کے قائل تھے کہ سب مومنوں کے گھر میں ایک سا کھانا پکنا چاہیے اور سب کا تمدن وطریق ایک سا ہونا چاہیے بلکہ منشاء صرف یہ ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ گوشت خریدنے کی ممانعت کی گئی تھی آپ کے اخلاق نے یہ گوارا نہیں کیا کہ آپ اپنے لئے تو کوئی خاص انتظام کر لیں اور دوسرے ذی استطاعت احباب جو گوشت خریدنے کی طاقت تو رکھتے تھے مگر بوجہ ممانعت کے رکے ہوئے تھے دالیں کھائیں و الّا ویسے اپنے گھر میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اعتدال کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق جس طرح کا چاہے کھانا کھائے۔

﴿406﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت صاحب کے مکان کے اوپر کے حصہ میں رہتا ہوں۔میں نے کئی دفعہ حضرت صاحب کے گھر کی عورتوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سُنا ہے کہ حضرت صاحب کی تو آنکھیں ہی نہیں ہیں۔ان کے سامنے سے کوئی عورت کسی طرح سے بھی گذر جاوے ان کو پتہ نہیں لگتا۔یہ وہ ایسے موقعہ پر کہا کرتی ہیں کہ جب کوئی عورت حضرت صاحب کے سامنے سے گذرتی ہوئی خاص طور پر

ہیے کم کالفظ اسلئے لکھا ہے کہ بعض قومیں ایسی بھی ہیں جنکے خاوند اپنی بیبی بی بی کو خود برہنہ حالت کے حوالہ کرتے ہیں نسل لینے کے لئے بلکہ برہنہ ...
بعض قومیں ایسی بھی ہیں کہ انکا جماع اگر اپنی ماں بہن سے واقع ہو جاوے تو ... بطور پر ثواب سمجھتے ہیں بعض قومیں اپنی بہنوں لڑکیوں سے خود زنا کروا کر اپنی معاش کا ذریعہ بنائے ہیں۔ اسلئے ان مستثنیات میں احتمال زنا و تہمت زنا کم ہے قطعاً نہیں۔

قرآن کریم کا قاعدہ ہے کہ استدلال بالاولی کرتا ہے جیسے فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ یعنے مومن ایسے کام سے جسمیں کوئی فائدہ نہو پرہیز کرتے ہیں تو جس کام میں نقصان ہو اس سے تو بطریق اولیٰ پرہیز کریں گے اور جیسے فرمایا وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ یعنے اپنی ماں باپ کو اُف بھی نکہ۔ تو اس سے معلوم ہوا والدین کو جھڑکنا گالی دینا بطریق اولیٰ منع ہے جیسا غیر معصوم کہ جسنے گناہ کا احتمال نقصان بھی ہے مگر بلحاظ عموم بچاؤ کے انکو اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا تو نبی جو معصوم ہے اور متقی جو ادنیٰ گناہ سے بھی ڈرتا ہے اور جس سے قطعاً یقیناً زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں بطریق اولیٰ مستثنے ہیں۔

(۲) غیر اولی الاربۃ میں انبیاء اتقیا داخل ہیں کیونکہ اولی الاربہ کے معنے ہیں شہوانی آدمی اور غیر اولی الاربہ غیر شہوانی اور یہ مسلم بات ہے کہ انبیاء اتقیا شہوانی یعنے شہوت پرست نہیں ہوتے اور قطعاً نہیں ہوتے (۳) غیر اولی الاربۃ کے معنے لکھی بقول ابن عباس عفیفہ عورتیں شرم نہ کریں۔ درمنثور جلد ۵ صفحہ ... انبیاء اتقیا کی عصمت پر چونکہ عورتوں کو کامل یقین ہوتا ہے وہ انسے حجاب اور حیا نہیں کرتیں اسیواسطے بطور تبرک یا خدمت وہ مس بھی کرتی ہیں (۴) خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل گواہ ہیں دیکھو حدیث غزوہ خیبر جسمیں عورتیں مجروحین کی مرہم پٹی کے لئے گئی تھیں جو سوائے مس کے نہیں ہوسکتی بلکہ بعض زخموں کے پٹی باندھنے کیلئے مجروح کے بار بار کروٹ بدلنے پڑتے ہیں یا ران پکڑ کر اٹھانا پڑتا ہے) جنہیں بعد فتح وہ دوں کیطرح عورتوں کو بھی حصہ دیا گیا۔ دیکھو الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲ کالم ۲ و دیگر احادیث صفحہ ۱۲ کالم اول و دوم و احادیث بجواب سوال دوم ضمن الف و ب فقط بڑا جنمیں جوئیں دیکھنا سر پر روغن ملنا کنگھی کرنا لکھا ہے اور تعامل صحابہ کے لئے دیکھو سوال ہفتم کا جواب نمبر ۵ و ۶۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۝ یعنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو احکام شریعت بیان فرماتے ہیں انہیں کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہیں فرماتے بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں وحی ہی سے فرماتے ہیں لہذا جو کچھ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیں لیلو اور جس سے روکیں باز آجاؤ۔ اسلئے احادیث کو حوالجات (جو اوپر لکھے گئے) حکم قرآن مجید ہی سمجھنا چاہئیے۔ (۶) عورتوں کا پانو دبانا روغن لگانا کنگھی کرنا یہ فعل رسول نہیں بلکہ یہ فعل تو عورات کا ہے جو اپنی ضرورت یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو اجر عظیم سمجھکر۔ اور بدن مبارک کے مس کو موجب برکات سمجھکر یہ شرف حاصل کرتی تھیں ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین اور بالمومنین رؤف رحیم تھے انکو محروم نہ رکھتے تھے یعنے منع نہ کرتے۔

سوال پنجم۔ غیر محرم کو اگر رسول سے پردہ کرنا درست نہیں تو حضرت عائشہؓ باوجود ماں ہونے کے کیوں پردہ کرتی تھیں مومنوں سے۔

جواب۔ یہ عجیب سوال ہے گفتگو تو تھی مامور مرسل امام نبی کے متعلق تو حضرت عائشہؓ کے پردہ کی نسبت کہاں سے سوال پیدا ہوگیا جو نہ مامور ہیں نہ مرسل نہ امام نہ نبی۔

(۲) دوسری عورتوں کو تو ضرورت تھی برکت حاصل کرنے اور خدمت سے اجر عظیم پانے کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کس سماجے سے یہ چیزیں حاصل کرنیکی ضرورت تھی وہ شرف تو آپکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں ہر وقت حاصل تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۳) فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۝ بھی حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خصوصاً مانع تھا

سوال ششم۔ حضرت اقدس غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں۔
جواب۔ وہ نبی معصوم ہیں انسے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔

اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنےٰ ہیں دیکھو سوالات دوم تا پنجم کے جوابات۔

(۳) امت اپنے نبی کی اولاد روحانی ہوتی ہے۔ اسلئے وہاں زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں جیسے لوط علیہ السلام نے فرمایا هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ ۝ یہ تمہاری بیبیاں میری بیٹیاں ہیں۔ دوسرا وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۝ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں۔ باپ کی بیبیاں مائیں ہوتی ہیں۔

سوال ہفتم۔ حضرت کی صاحبزادی غیر محرموں سے بلا تکلف لڑکیوں جیسا ملتی ہیں کیا انسے پردہ درست نہیں۔
جواب۔ آپ نے اس سوال میں تو بہت جلدی سے کام لیا اور غور نہیں کیا کہ پردہ کرنیکی پابند عورات ہیں یا عورتیں کہ پردہ کرانے کی بھی پابند مرد ہی ہیں۔ غرض مرد و نکو حکم ہے يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ۝ یعنی مرد اپنی آنکھیں نیچے رکھیں۔ اگر آپ یہ اعتراض کرتے کہ صاحبزادے غیر عورتوں کیطرف دیکھتے ہیں اور غض بصر نہیں کرتے اور اس کا کوئی ثبوت بھی آپ پیش کرتے تو اسکے جواب کی ضرورت بھی ہوتی اب تو انکو جواب کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ یعنی تو انپر کوئی داروغہ نہیں کہ انسے عملدرآمد کراوے۔ اور منواوے جب مامور کسی کا داروغہ نہیں تو کیا صاحبزادے عورتوں سے پردہ کرانے کے ذمہ وار ہیں۔

(۲) کتب حدیث و ... سیر میں بکثرت لکھا ہے کہ صحابہ کی عورتیں جنگوں میں مجروحین کے علاج کیلئے جاتی تھیں چنانچہ چند مثالیں لکھی بھی گئی ہیں۔ کیا وہ علاج کیونکر پردہ کرسکتی تھیں خصوصاً جب کہ زخمیوں کی بدلنی پڑیں یا ختنہ پر زخم ہوں اور زخم بار بار بروزنہ ہونے ہی پڑتے ہیں (۳) مستثنیات کے ذکر میں اور قانون کے وجوہ اور ... بیان کرتے ہوئے مینے لکھدیا ہے کہ ضرورت حجاب صرف احتمال زنا کیلئے ہے جہاں انکے وقوع کا احتمال کم ہو انکو اللہ تعالیٰ نے مستثنے کر دیا ہے اسیواسطے انبیاء اتقیا لوگ مستثنے بلکہ بطریق اولیٰ مستثنےٰ ہیں پس حضرت کے صاحبزادے اللہ تعالیٰ کے فضل سے متقی ہیں ان سے اگر حجاب نہ کریں تو اعتراض کی بات نہیں۔
(۴) کہ جب عورتیں مختلف قسم کی جاتی ہیں کوئی پردہ دار اور کوئی بے پردہ پھر کیا صاحبزادے جب باہر سیر میں جاویں پہلے یہ تحقیقات شروع کر دیں کہ انمیں کون کون پردہ دار ہیں۔

(۵) عن ابن زيد قال لقي عمر بن الخطاب امرءة يقال لها خولة وهو يسير مع الناس فاستوقفته فوقف لها ودنا منها واصغى اليها راسه ووضع يديه على منكبيها حتى قضت حاجتها وانصرفت ... درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۷۹ یعنی ابن زید سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عورت خولہ نام ملی جبکہ آپ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے اس نے حضرت عمر کو ٹھہرا کر باتیں شروع کر دیں حضرت عمر اس عورت کے کندھے پر ہاتھ رکھکر اور اسکی طرف سر جھکا کر باتیں سنتے رہے یہانتک کہ وہ باتوں سے خود فارغ ہو کر چلی گئی۔

(۶) عن ام عطية رضي الله عنها قالت لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة جمع نساء الانصار في بيت فارسل اليهن عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقام على الباب فسلم فقال انا رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم اليكن نبايعكن على ان لا تشركن بالله شيئا ولا تسرقن ولا تزنين الآية قلنا نعم فمد يديه من خارج البيت ومددنا ايدينا من داخل البيت ...
درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۰۹ ام عطیہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ایک گھر میں عورات انصار کو جمع کرا کر انکی طرف حضرت عمر کو بھیجا حضرت عمر نے دروازہ پر کھڑا ہو کر سلام کہ۔ بعد فرمایا میں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول تمہاری طرف کیا تم بیعت کرتے ہو کہ شرک چوری زنا وغیرہ نکرو گی ہمنے کہا ہاں پس حضرت عمر نے باہر سے ہاتھ بڑھایا اور ہم سب گھر کے اندر سے بڑھایا۔
یہ تعامل صحابہ خیر القرون کا ہے۔ پس جب صحابہ کو بسبب تقاضا تک جائز تھا تو صاحبزادے جو متقی ہیں صرف انکے گھر میں چلا جانا کسطرح جائے اعتراض ہوسکتا ہے حالانکہ اسکے پردہ کو پابند بخوبی اپنا پردہ کر سکتی ہیں (۷) وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۝ سورہ نور رکوع ۴ میں حکم ہے کہ عورتیں اپنی اوڑھنی اپنی جیب تک لٹکا ...

[illegible]

۵

سے زیادہ نہ ہو۔ اور گرد لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے طیار کرا کر بھیجدیں۔ قیمت اسکی کسی کے ہاتھ بھیجدی جاویگی۔ یا آپ کے آنے پر آپ کو دیجاویگی۔ رنگ کوئی ہو مگر پارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندازہ قمیص کا آپ کی لڑکی زینب کے اندازہ پر ہو۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ
۱۴ فروری ۱۸۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اِس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دوکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہئے۔ اسکا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام
مرزا غلام احمد عفی عنہ

ذیل کا خط بجواب میرے ...
ہم معہ عیال و اطفال ...
کے وقت چونکہ برسات ...
خطرناک تھا اور میں نے ...
یعنی برخوردار محمد یوسف ...
حضرت سے انکی پہنچیں ...
سواری حالت حمل میں ...
حضور نے کمال مہربانی ...
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...
اختیار ہے کہ پہنچیں یہ جائیں ...
سڑک تک راستہ نہایت خراب ...
ہے۔ اور ایسا ہی دوسری سواری ...
راستہ کسی قدر درست ہو جائے ...
اسوقت گورداسپور سے بٹالہ کی ...
ایک مہینہ گذر چکا تھا۔ تب ...
بہت ہی خطرناک ہوگا۔ حمل ...
ساتھ بھیجا گویا عمدًا ہلاکت میں ...
سڑک تک راہ کی حالت دیکھ ...
بغیر گذرنے دس بارہ روز کے ...
ہے۔ والسلام
غلا...



دستی خط معرفت مولوی یار محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں چند روز سے سخت بیمار ہوں۔ بعض وقت جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خاتمہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی سردرد بھی ہے۔ ایسی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں کی ہتھیلیوں پر ملنا اور پینا فائدہ مند محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے میں مولوی یار محمد صاحب کو بھیجتا ہوں کہ آپ خاص تلاش سے ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو۔ اور گندہ نہ ہو اور نیز اسکے ساتھ کوئی ملونی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیجدیں۔ پانچ روپیہ قیمت اسکی ارسال ہے۔ اور نیز ہمارا پہلا کلاک یعنی گھنٹہ بگڑ گیا ہے۔ اسلئے ایک کلاک عمدہ دوسرا خرید کرنے کے لئے مبلغ لعہ بھیجتا ہوں۔ یہ کلاک بخوبی امتحان کر کے ارسال فرماویں۔ اسمیں یہ بھی شرط ہے کہ اسکے ساتھ نیم گھنٹہ کی آواز دینے والی کل ہرگز نہ ہو صرف گھنٹوں کی آواز دے کہ اس صورت میں بسا اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ کوئی دوسری ... چیزوں کی تفصیل ذیل
... احمد عفی عنہ

... الرحیم
... الکریم
... سین صاحب قریشی
... آج مولوی یار محمد لاہور
... کا کام یاد نہ رہا ...
... عمدہ جس میں بھیجا
... ہو۔ اگر شربتی ہو تو بہتر
... ں۔ اور دو گز سیاہ سردی
... لیا ہوتی ہیں۔ مگر گرگابی
... فرماویں زیادہ
... مرزا غلام احمد عفی عنہ

... الرحیم
... الکریم
... وزار میں پہنچیں نہایت
... دعا کی گئی۔ خدا تعالے
... ہوا تھا کہ لاہور
... پہنچیگی۔ خدا تعالے
آپ ... پھر بھی میں دعا کرونگا

ہوتی رہی۔ پھر میں نے مولوی محمد حسین سے پوچھا کہ آپ تو حضرت مرزا صاحب کے پرانے واقف ہونگے۔ مولوی صاحب نے کہا ہاں میں تو جوانی سے جانتا ہوں اور میں اور مرزا صاحب بچپن میں ہم مکتب بھی تھے۔ اور پھر اس کے بعد ہمیشہ ملاقات رہی۔ میں نے کہا آپ اور مرزا صاحب ہم عمر ہی ہوں گے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ نہیں مرزا صاحب مجھ سے تین چار سال بڑے تھے۔ میں نے سادگی کا چہرہ بنا کر پوچھا کہ مولوی صاحب آپ کی اس وقت کیا عمر ہے؟ مولوی میرے داؤ کو نہ سمجھا اور بولا کہ ۷۳۔۷۴ سال کی ہے۔ میں نے دل میں الحمدللہ کہا اور جلدی ہی گفتگو ختم کر کے اُٹھ آیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں فخر الدین صاحب مذکور نے خدا کی قسم کھا کر یہ روایت بیان کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد حسین نے اپنے اُس خط میں جس کی اشاعت آئینہ کمالات اسلام میں ہو چکی ہے اپنی پیدائش کی تاریخ ۷ا محرم ۱۲۵۶ھ بیان کی ہے۔ اس طرح اگر حضرت صاحب کو مولوی محمد حسین صاحب سے چار سال بڑا مانا جاوے تو آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۵۲ھ بنتی ہے۔ اور ناظرین کو یاد ہوگا کہ اسی کتاب میں دوسری جگہ (دیکھو روایت نمبر ۱۸۵) خاکسار نے ایک اور جہت سے یہی تاریخ پیدائش ثابت کی تھی سو الحمدللہ کہ اس کا ایک شاہد بھی مل گیا اور مجھے یہ یاد پڑتا ہے کہ حضرت صاحب بھی فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین سے میں تین چار سال بڑا ہوں۔ ایک اور بھی بات ہے کہ ۱۸۹۴ء میں حضرت صاحب نے آتھم کے مقابلہ پر ایک اشتہار میں اپنی عمر ساٹھ سال بیان کی تھی۔ اس سے بھی آپ کی عمر وفات کے وقت ۷۴۔۷۵ سال بنتی ہے۔

﴿266﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ مجھے وہ لوگ جو دنیا میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں بہت ہی پیارے لگتے ہیں۔

﴿267﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ''مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ''۔ (یعنی خدا کی رضا سب سے مقدم ہونی چاہئے)

﴿268﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ مدت کی بات ہے کہ جب میاں ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی پہلی بیوی فوت ہوگئی اور اُن کو دوسری بیوی کی تلاش ہوئی تو ایک

دفعہ حضرت صاحب نے اُن سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں ان کو میں لاتا ہوں آپ اُن کو دیکھ لیں۔ پھر اُن میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے آپ کی شادی کر دی جاوے۔ چنانچہ حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا۔ اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں۔ چنانچہ میاں ظفر احمد صاحب نے اُن کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے اُن کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ تمہیں کون سی لڑکی پسند ہے۔ وہ نام تو کسی کا جانتے نہ تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے وہ اچھی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میری رائے لی میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا پھر آپ خود فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا چہرہ لمبا ہوتا ہے وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بدنما ہو جاتا ہے لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت حضرت صاحب اور میاں ظفر احمد صاحب اور میرے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ اور نیز یہ کہ حضرت صاحب ان لڑکیوں کو کسی احسن طریق سے وہاں لائے تھے۔ اور پھر ان کو مناسب طریق پر رخصت کر دیا تھا، جس سے ان کو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ مگر ان میں سے کسی کے ساتھ میاں ظفر احمد صاحب کا رشتہ نہیں ہوا۔ یہ مدت کی بات ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اللہ کے نبیوں میں خوبصورتی کا احساس بھی بہت ہوتا ہے۔ دراصل جو شخص حقیقی حُسن کو پہچانتا اور اس کی قدر کرتا ہے وہ مجازی حسن کو بھی ضرور پہچانے گا اور اس کے مرتبے کے اندر اندر اس کی قدر کرے گا۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق احادیث میں روایت آتی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار میں سے کسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ بغیر دیکھے کے شادی نہ کرنا۔ بلکہ پہلے لڑکی کو دیکھ لینا کیونکہ انصار لڑکیوں کی آنکھ میں عموماً نقص ہوتا ہے۔ ایک اور صحابی جابرؓ سے جس نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی تھی۔ مگر وہ خود ابھی نوجوان لڑکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ''میاں کسی باکرہ لڑکی سے کیوں نہ شادی کی جو تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم اس کے ساتھ کھیلتے''۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں کچھ کام کرنا ہوتا ہے ان کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کی خانگی زندگی

۱۸۹۲ء "بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے۔"

(نشانِ آسمانی صفحہ ۱۵۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۷۵)

۱۸۹۲ء "یہ عاجز خدائے تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتا کہ اس تکفیر کے وقت میں کہ ہر ایک طرف سے اِس زمانہ کے علماء کی آوازیں آ رہی ہیں کہ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے یہ ندا ہے کہ

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ[1]

ایک طرف حضرات مولوی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کی بیخ کنی کرو۔ اور ایک طرف الہام ہوتا ہے

یَتَرَبَّصُوْنَ عَلَیْکَ الدَّوَآئِرَ عَلَیْهِمْ دَآئِرَۃُ السَّوْءِ[2]

اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اِس شخص کو سخت ذلیل اور رُسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے:-

اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ۔ اَللّٰهُ اَجْرُکَ۔ اَللّٰهُ یُعْطِیْکَ جَلَالَکَ[3]

اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اِس الہام پر بتواتر زور دے رہا ہے۔

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ"[4]

غرض یہ تمام مولوی صاحبان خدا تعالیٰ سے لڑ رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔"

(نشانِ آسمانی صفحہ ۳۸، ۳۹۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۹۸، ۳۹۹)

۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء "۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء مطابق ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ روز دوشنبہ۔" آج میں نے بوقت

---

[1] (ترجمہ از مرتّب) کہہ مجھے مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔

[2] (ترجمہ از مرتّب) وہ تجھ پر حوادث کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں۔ بُری گردش انہی پر پڑے گی۔

[3] (ترجمہ از مرتّب) جو تیری ذلّت چاہے میں اُسے ذلیل کروں گا۔ اللہ تیرا اجر ہے۔ اللہ تجھے تیرا جلال عطا کرے گا۔

نوٹ از مرتّب:- الہام اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ حضرت اقدس کو ۱۸۹۲ء میں بمقام لاہور شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت بھی ہوا تھا۔ (دیکھئے الحکم جلد ۱ نمبر ۶ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۶ء صفحہ ۲)۔

[4] (ترجمہ از مرتّب) کہہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اسی طرح وہ بھی تم سے محبت کرے گا۔

صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب مَیں نے ایک مَشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے اور اس مَشک کو اُٹھا کر لایا ہوں اور وہ پانی لاکر ایک اپنے گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ مَیں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی یکایک سُرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پَیروں سے سَر تک سُرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے مَیں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دئے تھے لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا اس نے کہا یا دل میں کہا کہ مَیں آگئی ہوں مَیں نے کہا یا اللہ آجاوے اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوئی۔ اس کے بغلگیر ہوتے ہی میری آنکھ کُھل گئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

اِس سے دو چار روز پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ روشن بی بی میرے دالان کے دروازہ پر آکھڑی ہوئی ہے اور مَیں دالان کے اندر بیٹھا ہوں۔ تب مَیں نے کہا کہ آ۔ روشن بی بی اندر آجا۔"

(رجسٹر متفرق یادداشتیں صفحہ ۳۳ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ماہ اگست ۱۸۹۲ء

"مجھے تین چار روز ہوئے ایک متوحّش[1] خواب آئی تھی جس کی یہ تعبیر تھی کہ ہمارے ایک دوست پر دشمن نے حملہ کیا ہے اور کچھ ضرر پہنچایا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا بھی کام تمام ہوگیا۔"

(مکتوب بنام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ مورخہ ۲۶ اگست ۱۸۹۲ء مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۱۲۲)

---

[1] (نوٹ از مرتّب) یہ متوحّش خواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے متعلق تھی اور اس میں ایک دوست سے مراد بھی آپ ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ اسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

"کل کی ڈاک میں آں مکرم کا محبت نامہ پہنچ کر بوجہ بشریت اس کے پڑھنے سے ایک حیرت دل پر طاری ہوئی مگر ساتھ ہی دل پھر کُھل گیا۔ یہ خداوند حکیم و کریم کی طرف سے ایک ابتلاء ہے۔ انشاء اللہ القدیر کوئی خوف کی جگہ نہیں ......
مجھے معلوم نہیں کہ ایسا پُراشتعال حکم کسی اشتعال کی وجہ سے دیا گیا۔ کیا بدقسمت وہ ریاست ہے جس سے ایسے مبارک قدم نیک بخت اور سچے خیر خواہ نکالے جائیں اور معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔"

(مکتوب مذکور۔ مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۳)

حضرت مولانا یعقوب علی صاحب عرفانی ؓ اِس پُراشتعال حکم کے سبب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم الامّت اور مولوی محرم علی چشتی مرحوم پر ایک سیاسی الزام آپ کے دشمنوں نے لگایا تھا۔ راجہ امر سنگھ صاحب کو حضرت حکیم الامّت سے بہت محبت تھی اور وہ آپ کی عملی زندگی اور صداقت پسندی کا عاشق تھا اور وہ ایک مدبّر اور صائب الرائے نوجوان تھا۔ وہ سیاسی

جھگڑا یا مقدمہ ہوتا ہے۔ اور دونوں نذر دیتے ہیں۔ اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ مقدمہ ان کے حق میں فتح ہو۔ ہم دونوں کی نذر قبول کر لیتے ہیں۔ اور خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ان میں سے جو سچا ہو اور جس کا حق ہو اُسے فتح دے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیر کا مرید کی نذر ردّ کرنا مرید کے لئے موت سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے سوائے اس کے کہ کسی پر کوئی خاص ناراضگی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سب کی نذر قبول فرما لیتے تھے اور سب کے لئے دعا کرتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے رنگ میں دعا فائدہ پہنچاتی تھی۔ کسی کو فتح کے رنگ میں اور کسی کو اور رنگ میں۔

﴿786﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں مَیں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں۔ اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا۔ کہ اگر میں سوتے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سُنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجّو۔ منشیانی اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی رسول بی بی صاحبہ میری رضاعی ماں ہیں اور حافظ حامد علی صاحب مرحوم کی بیوہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ان کے داماد ہیں۔

﴿787﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب مَیں قادیان میں تھا اور اُوپر سے رمضان شریف آ گیا۔ تو مَیں نے گھر آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں سارا رمضان یہیں رہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ حضور ایک شرط ہے کہ حضور کے سامنے کا جو کھانا ہو وہ میرے لئے آ جایا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں وقت حضور برابر اپنے سامنے کا کھانا مجھے بھجواتے رہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی یہ خبر ہو گئی اور وہ مجھ سے چھین لیتے

تھے۔ جس کے آخر میں دُعا یہی ہے۔ وفا یہی ہے۔ وغیرہ آتا ہے۔ تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بڑی بیوی مولویانی مرحومہ کسی کام کی غرض سے حضرت صاحب کے پاس آئیں۔ حضرت صاحب نے ان سے فرمایا کہ مَیں ایک نظم لکھ رہا ہوں۔ جس میں یہ یہ قافیہ ہے آپ بھی کوئی قافیہ بتائیں۔ مولویانی مرحومہ نے کہا۔ ہمیں کسی نے پڑھایا ہی نہیں۔ تو مَیں بتاؤں کیا۔ حضرت صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ آپ نے بتا تو دیا ہے اور پھر بھی آپ شکایت کرتی ہیں کہ کسی نے پڑھایا نہیں۔ مطلب حضرت صاحب کا یہ تھا کہ ''پڑھایا نہیں'' کے الفاظ میں جو ''پڑھا'' کا لفظ ہے۔ اسی میں قافیہ آ گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت ایک شعر میں اس قافیہ کو استعمال کرلیا۔

﴿847﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً گرم پانی سے طہارت فرمایا کرتے تھے اور ٹھنڈے پانی کو استعمال نہ کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے کسی خادمہ سے فرمایا۔ کہ آپ کے لئے پاخانہ میں لوٹا رکھدے۔ اس نے غلطی سے تیز گرم پانی کا لوٹا رکھدیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فارغ ہوکر باہر تشریف لائے۔ تو دریافت فرمایا کہ لوٹا کس نے رکھا تھا۔ جب بتایا گیا کہ فلاں خادمہ نے رکھا تھا۔ تو آپ نے اُسے بلوایا۔ اور اُسے اپنا ہاتھ آگے کرنے کو کہا۔ اور پھر اس کے ہاتھ پر آپ نے اس لوٹے کا بچا ہوا پانی بہا دیا تا کہ اُسے احساس ہو کہ یہ پانی اتنا گرم ہے کہ طہارت میں استعمال نہیں ہوسکتا۔ اس کے سوا آپ نے اُسے کچھ نہیں کہا۔

﴿848﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم گھر کی چند لڑکیاں تربوز کھا رہی تھیں۔ اس کا ایک چھلکا مائی تابی کو جا لگا۔ جس پر مائی تابی بہت ناراض ہوئی۔ اور ناراضگی میں بددُعائیں دینی شروع کر دیں۔ اور پھر خود ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جا کر شکایت بھی کر دی۔ اس پر حضرت صاحب نے ہمیں بلایا اور پوچھا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ ہم نے سارا واقعہ سُنا دیا۔ جس پر آپ مائی تابی پر ناراض ہوئے کہ تم نے میری اولاد کے متعلق بددعا کی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی تابی قادیان کے قریب کی ایک بوڑھی عورت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہتی تھی اور اچھا اخلاص رکھتی تھی۔ مگر ناراضگی میں عادتاً بددعائیں دینے لگتی تھی۔ نیز

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے گھر سے خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کی لڑکی ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو خلافتِ ثانیہ کے موقعہ پر ٹھوکر لگی اور وہ غیر مبایعین کے گروہ میں شامل ہو گئے لیکن الحمدللہ کہ میرے گھر سے بدستور جماعت میں شامل ہیں اور وابستگانِ خلافت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے والد ماجد کو بھی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین [1]

﴿849﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مائی امیر بی بی عرف مائی کاکو ہمشیرہ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیشتر طور پر عورتوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ نماز باقاعدہ پڑھیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ سیکھیں اور خاوندوں کے حقوق ادا کریں۔ جب کبھی کوئی عورت بیعت کرتی تو آپ عموماً یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم قرآن شریف پڑھی ہوئی ہو یا نہیں۔ اگر وہ نہ پڑھی ہوئی ہوتی تو نصیحت فرماتے کہ قرآن شریف پڑھنا سیکھو۔ اور اگر صرف ناظرہ پڑھی ہوتی۔ تو فرماتے کہ ترجمہ بھی سیکھو۔ تاکہ قرآن شریف کے احکام سے اطلاع ہو اور ان پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔

﴿850﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مائی کاکو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے سامنے میاں عبدالعزیز صاحب پٹواری سیکھواں کی بیوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کچھ تازہ جلیبیاں لائی۔ حضرت صاحب نے ان میں سے ایک جلیبی اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ اس وقت ایک راولپنڈی کی عورت پاس بیٹھی تھی۔ اس نے گھبرا کر حضرت صاحب سے کہا۔ حضرت یہ تو ہندو کی بنی ہوئی ہیں۔ حضرت صاحب نے کہا۔ تو پھر کیا ہے۔ ہم جو سبزی کھاتے ہیں۔ وہ گوبر اور پاخانہ کی کھاد سے تیار ہوتی ہے۔ اور اسی طرح بعض اور مثالیں دے کر اُسے سمجھایا۔

﴿851﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مائی کاکو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بھائی خیر دین کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ شام کا وقت گھر میں بڑے کام کا وقت ہوتا ہے اور مغرب کی نماز عموماً قضا ہو جاتی ہے۔ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کرو کہ ہم کیا کیا کریں۔ مَیں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں مغرب کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم

[1] اس کتاب کی اشاعت کے بعد خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب پشاوری نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ کی بیعت کر لی تھی۔ (ناشر)

جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے حالانکہ نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت صاحب نے کسی کو ناول پڑھتے دیکھا ہوگا۔ یا کسی اور وجہ سے اِدھر توجہ ہوئی ہو گی۔ جس پر بطریق انتباہ مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ اور **الحمدللہ** مَیں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا۔

﴿780﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین نے ایک دن سُنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔ اس لئے اُسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو مَیں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی۔ ''ہاں جی تدّے تے تہاڈی لتّاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایں۔'' یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو۔ مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھانو مذکورہ قادیان کے ایک قریب کے گاؤں بسرا کی رہنے والی تھی۔ اور اپنے ماحول کے لحاظ سے اچھی مخلصہ اور دیندار تھی۔

﴿781﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ کہیں سے ایک بہت بڑا لوہے چینی کا پیالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا۔ جس کی بڑائی کی وجہ سے معلوم نہیں اہل بیت نے یا خود حضرت صاحب نے اس کا نام **کاسۃ المسیح** رکھ دیا اور اسی نام سے وہ مدتوں مشہور رہا۔ ان دنوں حضرت صاحب کو کچھ پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف جو ہوئی۔ تو

مسلمان اور بڑے بڑے معزز لوگ موجود تھے۔تین گھنٹے حضور اقدس نے تقریر فرمائی۔حالانکہ بوجہ سفر دہلی کچھ طبیعت بھی درست نہ تھی۔رمضان کا مہینہ تھا۔اس لئے حضور اقدس نے بوجہ سفر روزہ نہ رکھا تھا۔اب حضور اقدس نے تین گھنٹہ تقریر جوفرمائی تو طبیعت پرضعف سا طاری ہوا۔مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔جس پر ناواقف مسلمانوں نے اعتراضاً کہا کہ مرزا رمضان میں دودھ پیتا ہے اور شور کرنا چاہا۔لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا۔فوراً یہ شور کرنے والے مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے۔اس موقعہ پر یہاں پر تین تقاریر ہوئیں۔اوّل مولوی سیّد محمد احسن صاحب کی۔دوسرے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی۔تیسرے حضور اقدس علیہ السلام کی۔پھر یہاں سے حضور امرتسر تشریف لے گئے۔وہاں سُنا ہے کہ مخالفوں کی طرف سے سنگباری بھی ہوئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بازار میں اکیلے پھرنے کی بات تو خیر ہوئی مگر مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ حضور بازار کے اندر صرف صدری میں پھر رہے تھے۔اور جسم پر کوٹ نہیں تھا کیونکہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ گھر سے باہر ہمیشہ کوٹ پہن کر نکلتے تھے۔پس اگر میر صاحب کو کوئی غلطی نہیں لگی تو اس وقت کوئی خاص بات ہوگی یا جلدی میں کسی کام کی وجہ سے نکل آئے ہوں گے یا کوٹ کا خیال نہیں آیا ہوگا۔

﴿910﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا۔کہ مَیں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں رہی ہوں۔گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گذر جاتی تھی۔مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند، نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گذارنی پڑیں۔تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ

کرنال والی لائن سے سفر کیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے راستہ میں دو دفعہ دریا کا پُل آتا تھا۔ اور ان دنوں میں کچھ حادثات بھی ریلوں کے زیادہ ہوئے تھے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے بھتیجے نے جو ایک نشہ باز اور خطرناک آدمی تھا۔ حضور کو ایک خط تحریر کیا۔ اور اس میں قتل کی دھمکی دی۔ کچھ دن بعد وہ خود قادیان آ گیا۔ آپ نے جب سُنا تو حضرت خلیفہ اولؓ کو تاکیداً کہلا بھیجا کہ اسے فوراً رخصت کر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اُس کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لکڑی کے شہتیر ہوتے تھے۔ جن سے یہ خطرہ ہوتا تھا۔ کہ اگر شہتیر ٹوٹے تو ساری چھت گر جائے گی۔ مگر آجکل لوہے کے گاڈر نکل آئے ہیں۔ جو بہت محفوظ ہوتے ہیں۔

﴿687﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب ارکانِ اسلام میں سب سے زیادہ نماز پر زور دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "نمازیں سنوار کر پڑھا کرو"۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سنوار کر پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ دل لگا کر پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جائے۔ اور نماز میں خشوع خضوع پیدا کیا جائے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ایسی کیفیت پیدا کر لے تو وہ گویا ایک مضبوط قلعہ میں آ جاتا ہے۔

﴿688﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کی ایک بیوی ڈاکٹرنی کے نام سے مشہور تھی وہ مدتوں قادیان آ کر حضور کے مکان میں رہی اور حضور کی خدمت کرتی تھی۔ اس بیچاری کو سل کی بیماری تھی۔ جب وہ فوت ہوگئی تو اس کا ایک دوپٹہ حضرت صاحب نے دعا کے لئے یاد دہانی کے لئے بیت الدعا کی کھڑکی کی ایک آہنی سلاخ سے بندھوا دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ڈاکٹرنی مرحومہ بہت مخلصہ تھی اور اس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کا اخلاص بھی ترقی کر گیا تھا۔

﴿689﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۹۳ء تک گول

ایسے لوگ منافق ہی رہیں گے اور کسی صورت میں منافقت کا داغ ان کے چہروں سے مٹ نہیں سکتا۔ آخر وَفِيكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۵؎ قرآن کریم میں مَیں نے نہیں لکھ دیا۔ منافق قرآن کریم کے تمام نسخوں کو دیکھ لیں ان نسخوں کو بھی دیکھ لیں جو میری اس بیان کردہ تعریف سے پہلے کے چھپے ہوئے ہیں اور پھر دیکھیں کہ آیا ان نسخوں میں یہ آیت ہے یا نہیں اور جب ہے تو وہ خود ہی سوچیں کہ اس میں میرا کیا دخل ہؤا۔ انہیں اگر اعتراض کا شوق ہے تو وہ خدا پر کریں کہ اس نے کیوں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ ایسی جھوٹی بات قرآن کریم میں لکھ دی جو ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن کریم میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہؤا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ ہم سلسلہ کے خادم ہیں مگر اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہؤا ہے اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں حرج کیا ہؤا۔ پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتا لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

توجب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے اسے لازماً دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سب سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بھی ان کا حملہ ہو کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے، جس طرح میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے کسی انسان نے نہیں بنایا اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی

۶ روزنامہ الفضل قادیان دار الامان مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء نمبر ۲۰ جلد ۲۶

اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی۔ حالانکہ اسے چاہئے تھا۔ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے۔ پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور لکھا ہوتا ہے۔ ہم سلسلہ کے خادم ہیں۔ مگر

اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ

اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر یہ تحریر کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا۔ تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے۔ اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے۔ کہ آپ نبی اللہ تھے۔ مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے۔ اُسے لازماً

دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض

کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سنہ سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ پر بھی ان کا حملہ ہو۔ کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے۔ جس طرح میں یہ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ کسی انسان نے نہیں بنایا۔ اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں۔ کہ مجھے خلافت سے معزول کرے۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میری خلافت پر اعتراض کرے گا۔ وہ ابلیس بن جائے گا۔ اور جب میں مر جاؤں گا۔ تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کریگا۔

پس جب انہوں نے بھی یہی باتیں کہی ہیں۔ تو معترض اپنے دل میں سوچتا اور کہتا ہے۔ اگر حضرت خلیفہ اول رضؓ کی باتیں صحیح تھیں۔ تو موجودہ خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اگر موجودہ خلافت قابل اعتراض ہے۔ تو حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت بھی باطل ہے۔ اور چونکہ اس کے دل میں بغض ہوتا ہے۔ اس لئے وہی اعتراض جو وہ مجھ پر کرتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ پر بھی کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ان کی خلافت کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے اوپر جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن پیشگوئیوں کو دیکھتا ہے جو آپ نے میرے متعلق فرمائیں۔ آپ کی اُن دعاؤں کو پڑھتا ہے۔ جو آپ نے میرے لئے اور اپنی باقی تمام اولاد کے لئے کیں۔ تو اسے کہنا پڑتا ہے۔ یہ بھی غلط ہی ہیں۔ وہ پیشگوئیاں سنتا اور کہتا ہے۔ یہ پوری نہیں ہوئیں۔ اور دعاؤں کا ذکر سنتا ہے تو کہتا ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں بیشک کی تھیں مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ ان کم بختوں کی دعائیں تو قبول ہو جائیں۔ لیکن اگر دعائیں قبول نہ ہوں۔ تو خدا کے مسیح اور اس کے نبی کی: اپنے متعلق تو ان کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ وہ بار بار کہتے ہیں۔ ہم دعا کریں گے۔ اللہ ہمیں غلبہ دیگا۔ اللہ سچوں کی سنتا ہے۔ مگر کیا مسیح موعود ہی نعوذ باللہ احرار کے قول کے مطابق کذاب اور دجال تھا۔ کہ خدا نے اس کی دعاؤں کو نہ سنا۔ وہ سنتا ہے۔ تو انہی منافقوں اور بدباطنوں کی۔

پھر یہ لکھنے والا مجھے لکھتا ہے۔ تم نے

جماعت سے نذرانے

وصول کر کر کے اسے غریب کر دیا۔ تم اسوقت یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے کبھی ایک پیسہ کا بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ میرا طریق ہمیشہ یہ ہے۔ کہ بعض دوست میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم فلاں چیز آپ کے لئے لانا چاہتے ہیں۔ وہ کس سائز کی ہو۔ مثلاً بوٹ کا کیا سائز ہو۔ یا جرابیں کس سائز کی ہوں۔ مگر میں کبھی انہیں جواب نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ بعض دفعہ کوئی پیچھے پڑ کر پاؤں کا ناپ لے لے تو یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ میں نے کبھی کسی کو ایسی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ بعض تو کئی کئی خط لکھتے ہیں۔ اور جب میں جواب نہیں دیتا تو وہ شکایت کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں شاید میں ان کے خطوں کا اس لئے جواب نہیں دیتا۔ کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں۔ حالانکہ میں جواب اسلئے نہیں دیتا۔ کہ یہ بات میری طبیعت کے خلاف ہے۔ اور میں اسے بھی سوال کا ایک رنگ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی دوست خود بخود کوئی تحفہ دے جائے تو میں اسے رد بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ایسے تحائف قبول فرما لیا کرتے تھے آپ نے فرمایا بھی ہے۔ کہ بغیر اشراف نفس بغیر نفس کی خواہش کے اگر کوئی شخص تحفہ دے تو اسے قبول کر لو۔ بارک اللہ لک فیہ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ایسے تحائف قبول کر لیا کرتے۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کی کوئی جائداد بھی نہیں تھی۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ایسی صورت میں صحابہ میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً کچھ پیش کرتا۔ تو آپ اسے قبول فرما لیتے اور اگر کوئی آپ ہی اپنی مرضی سے خدمت کرتا اور پھر اس کا احسان جتاتا ہے۔ تو اس سے زیادہ گندہ اور کمینہ شخص اور کون ہو سکتا ہے۔

اور کب اسے کہا گیا تھا۔ کہ کچھ دو۔ اسی طرح میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں۔ کہ مجھے کچھ مت دو۔ اور اگر کوئی مجھ سے کچھ لانے کے لئے پوچھتا بھی ہے تو میں اسے جواب نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں بغیر میری خواہش کے اگر کوئی شخص مجھے نذرانہ دیتا ہے۔ تو وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ میں نے کبھی کسی سے نذرانہ نہیں مانگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں سیالکوٹ کے ایک زمیندار دوست نے میرے ہاتھ پر چونی رکھ دی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اس وقت شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور میں اس مجلس سے بھاگا۔ اور سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا۔ اور وہ چونی آپ کے سامنے پیش کر دی۔ اور شکوہ کیا کہ ایک شخص نے آج میرے ہاتھ پر یہ چونی رکھ دی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ محسوس کرتے ہوئے۔ کہ مجھے اس کا فعل اچھا نہیں لگا۔ فرمایا۔ تمہیں اس کے جذبے کی قدر کرنی چاہئے اس نے جو کچھ کیا ہے۔ محبت کے ماتحت کیا ہے۔ تمہاری ہتک کرنے کے خیال سے نہیں کیا۔ حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے۔ تو وہ لے لو۔ چنانچہ اب اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مجھے کچھ دے دے۔ تو میں لے لیتا ہوں۔ ورنہ مانگنے کے لحاظ سے کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ۔ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا ہو۔ باقی رہے۔ چندے سو اگر میں نے اپنے لئے جماعت سے نذرانے لینے ہوتے۔ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

علاوہ ازیں نیوگ کا حیا سوز مسئلہ ایسا ہے کہ فطرتِ انسانی اسے دھکے دے رہی ہے۔ صرف ایک حوالہ نقل کرتا ہوں:

سوامی دیانند صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ جب ایک شادی ہوگی اور ایک عورت کے لئے ایک خاوند ہوگا۔ اگر مرد و عورت دونوں جوان ہوں اور عورت حاملہ ہو یا مرد مریض ہو تو ان صورتوں میں اگر حاملہ عورت کے خاوند یا ایک مریض خاوند کی جوان عورت یا ایک مریض عورت کے جوان خاوند سے رہا نہ جائے تو کیا کرے۔'' سوامی جی کا جواب ملاحظہ فرمایئے:

''اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے رہا نہ جائے تو کسی سے نیوگ کر کے اس کے لئے اولاد پیدا کرے لیکن رنڈی بازی یا زنا کاری کبھی نہ کریں۔ (ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۴۶)

حضرات! انسانی کانشنس کیا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ قبول کر سکتی ہے کہ ایسی حیا سوز تعلیم دینے والی کتاب کبھی خدا کا کلام ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا فقرہ میں ''اس کے لئے اولاد پیدا کرے'' محض ڈھکوسلہ ہے کیونکہ جس صورت میں عورت حاملہ ہوگی اولاد کے حصول کے لئے کہیں اور جا کر نیوگ کرنا تحصیل حاصل ہے۔ پس اصل علاج تو سوامی صاحب نے ''رہا نہ جائے'' کا بتایا ہے۔

ہمارے گجرات (پنجاب) میں سوامی جی تشریف لائے اور آ کر لیکچر دیا۔ ایک شخص نے سوامی جی سے سوال کیا۔ ''جس عورت کا خاوند کنجری کے پاس جائے اُس کی عورت کیا کرے؟ انہوں نے فرمایا: اُس کی عورت بھی ایک مضبوط آدمی رکھ لے۔'' (جیون چرتر مصنفہ لیکھرام و آتمارام صفحہ ۳۵۵)

حیرت ہے کہ اس تعلیم کو کامل، مکمل بلکہ اکمل اور عالمگیر الہامی قرار دیا جاتا ہے ؎

گر یہی دیں ہے جو ہے ان کے خصائل سے عیاں
مَیں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

(۵) خدا علیمِ کُل ہے۔ اس کے لئے تینوں زمانے یکساں ہیں۔ وہ آئندہ کے حالات جانتا ہے کیونکہ وہی قَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا (الفرقان: ۳) کا فاعل ہے مگر انسان ضعیف البنیان کمی علم کی وجہ سے آئندہ کے حالات نہیں جان سکتا۔ پس انسانی اور الہامی کلام میں ایک یہ مابہ الامتیاز ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو اسے انسانی کلام سے ممتاز و بالا ثابت کرتی ہیں۔ ویدوں میں پیشگوئیوں کا نام تک نہیں مگر اس کے بالمقابل قرآن شریف نے آئندہ زمانہ کی اخبار بیان فرما کر آئندہ

زہریلا اثر ڈالنے والے ہیں۔ سچ ہے کہ از ماست کہ بر ماست۔ اصل میں یہ قصور خود مسلمانوں کا ہے جنہوں نے اپنی سادہ لوح اولاد کو بغیر اس کے کہ ان کو قرآن اور اسلام کے ضروری علوم سے آگاہ کریں ان مدرسوں اور کالجوں میں بھیج دیا۔ مانا کہ طلب علم ہر مرد عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ سے ظاہر ہے مگر اوّل علوم دینیہ کا حصول فرض ہے۔ جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہو جاویں اور ان کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے تب ان مروجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی حرج نہیں۔ اصل میں ان مسلمانوں کی موجودہ روش بہت ہی خطرناک ہے۔ دیکھو! پہلے ایک عورت کو بازاری کنجری بنا کر پھر توبہ کرائی جائے تو وہ کیسی توبہ کرے گی؟ شراب، بدکاری اور بے قید زندگی اس کی عادت ثانی ہو جاوے گی۔ اوّل تو اسے توبہ کرنا ہی مشکل اور اگر کرے بھی تو وہ کیسی توبہ ہوگی؟ اس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ یہی حال ان لڑکوں کا ہے جن کو پہلے فلسفہ اور سائنس کے زہریلے علوم سکھا کر خود خدا کی ہستی پر ہی شبہات پیدا کرا دیئے جاتے ہیں اور پھر ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اسلام کے بھی شیفتہ ہوں۔[1]

علوم جدیدہ کے حملے کا علاج

ہمارا یہ ایمان ہے کہ کوئی فلسفہ اور سائنس خواہ وہ اپنی اس موجودہ حالت سے ہزار درجہ ترقی کر جاوے مگر قرآن ایسی ایک کامل کتاب ہے کہ یہ نئے علوم کبھی بھی اس پر غالب نہیں آسکتے۔ مگر اس شخص کی نسبت ہم کیوں کر ایسی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ جس کی نسبت ہمیں معلوم ہے کہ اس کو علوم قرآن سے مسّ ہی نہیں اور اس نے اس طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی بلکہ کبھی ایک سطر بھی قرآن شریف کی غور و تدبّر کی نظر سے نہیں پڑھی۔

مثال کے طور پر قرآن کی تعلیم روحانی کا ایک فلسفہ بیان ہوا ہے جو بعد الموت اعمال کے نتیجہ میں انسان کو بہشت کے رنگ میں ملے گا جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ بظاہر یہ ایک قصہ ہے مگر قصہ

---

[1] بدر سے۔ ''پادریوں کے یا آریوں کے مدرسوں میں اپنی اولاد کا بھیج دینا اور پھر ان سے اس بات کا طلبگار رہنا کہ یہ سچے مسلمان ہوں۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں'' (بدر جلد ۷ نمبر ۲۵ مورخہ ۲۵؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۴)

سے اور حرام ہے یہ بات مومنوں پر۔ کیا معنے؟ کوئی مومن زناکار سے نکاح نہ کرے۔ تعلقاتِ شادی سے پہلے جہاں دوسرے امور کی تحقیق و تفتیش کی جاتی ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اچھی طرح سے دریافت کر لیا جائے کہ مرد یا عورت ایسے نہ ہوں جو زنا میں گرفتار ہیں۔ یہ تجربہ کی بات ہے۔ کہ نیک بدکار کے مناسب حال نہیں ہوتا۔ اور بدکار نیک کے مناسب حال نہیں ہوتا۔

سوال: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ جب گناہ سے توبہ کرنے کے بعد تائبہ ایسی ہوجاتی ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں تو پھر دوسری عورتوں کی طرح اس کا نکاح مومن کے ساتھ کیوں جائز نہیں۔

جواب: ایک کنچنی اپنے پیشہ کو چھوڑنے کے بعد بھی سب کے درمیان کنچنی ہی کہلاتی ہے کوئی اس کو تائبہ نہیں کہتا۔ ہندو مسلمان ہوجاتا ہے تو پھر اس کو کوئی ہندو نہیں کہتا۔ لیکن کنچنی باوجود نکاح کر لینے کے بھی لوگوں کے درمیان کنچنی ہی مشہور رہتی ہے۔ علاوہ ازیں گزشتہ عادتِ بد کا کچھ ایسا اثر اندر ہی اندر رہتا ہے کہ اس کا جانا مشکل ہوتا ہے ...... ایک دفعہ ایک کنچنی تائبہ ہو کر ہمارے پاس آئی اور کہا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ ہم نے اس کو اسی آیت شریف کے حکم کے مطابق جواب دیا لیکن وہ اس خیال سے باز نہ آئی۔ اور ہمارے پیچھے پڑی رہی تو ہم نے جواب دیا کہ ایک علیحدہ مکان لے لے۔ اور گندے کام کو بالکل ترک کر دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرا یہ نام ہٹا دے۔ انہیں دنوں میں ایک نوجوان امیرزادہ جو ہمارا بھی واقف تھا۔ اس کے پاس پہنچا اور اس کو اس طرح سے پھسلایا کہ میں ذمہ لیتا ہوں کہ تمہارا نکاح مولوی صاحب سے کرا دوں گا۔ مگر چونکہ پھر تم ہمیشہ کے واسطے پردہ نشین ہوجاؤ گی اس واسطے اب تم ایک رات کیلئے میرے مکان پر آجاؤ۔ اپنی گزشتہ عادتِ بد کے مطابق اس کے واسطے یہ امر قبول کرنا مشکل نہ ہوا۔ چنانچہ وہ اس کے مکان پر چلی گئی۔ رات کو اس بدکار نے شراب نوشی سے اپنا دردِ شکم ظاہر کیا۔ اور مجھے بلانے کو آدمی بھیجا کہ میں اس کا علاج کروں اگرچہ میں خود نہ گیا۔ تاہم میرے شاگردوں کے جانے کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ وہ عورت پھر کبھی میرے پاس نہ آئی۔ اور اس جوان نے صبح کو ہم کو کہا کہ دیکھو کس آسانی سے ہم نے اس عورت کو آپ کے پاس سے دفع کیا۔ (بدر ۶ جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۳)

۵۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً

وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے بلکہ اُن کا کاروبار اپنے نفس تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور اُن کا کام صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر دم اپنے نفس کو ہی زہد اور تقویٰ اور اخلاص کا صیقل دیتے رہتے ہیں اور حتّی الوسع خدا تعالیٰ کی اَدق سے اَدق رضا مندی کی راہوں پر چلتے اور اُس کے باریک وصایا کے پابند رہتے ہیں اور ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی ایسے عالی خاندان اور عالی قوم میں سے ہوں جو علو نسب اور شرافت اور نجابت اور امارت اور ریاست کا خاندان ہو بلکہ حسب آیت کریمہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ[۱]☆ صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی اُن میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو یا اُن قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچ قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام۔ موچی۔ تیلی۔ ڈوم۔ میراسی۔ سقے۔ قصائی۔ جولاہے۔ کنجری۔ تنبولی۔ دھوبی۔ مچھوے۔ بھڑ بھونجے۔ نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔ یہ تمام لوگ توبہ نصوح سے اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ درگاہ کریم ہے اور فیضان کی موجیں بڑے جوش سے جاری ہیں اور اُس قدوس ابدی کے دریائے محبت میں غرق ہو کر طرح طرح کے میلوں والے اُن تمام میلوں سے پاک ہو سکتے ہیں جو عرف اور عادت کے طور پر اُن پر لگائے جاتے ہیں۔ اور پھر بعد اس کے کہ وہ اُس خدائے قدوس سے مل گئے۔ اور اس کی محبت میں محو ہو گئے اور اس کی رضا میں کھوئے گئے سخت بدذاتی ہوتی ہے کہ اُن کی کسی نیچ ذات کا ذِکر بھی کیا جائے کیونکہ اب وہ وہ نہیں رہے اور انہوں نے اپنی شخصیت کو چھوڑ دیا اور خدا میں جا ملے اور اِس لائق ہو گئے کہ

☆ ترجمہ۔ تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ کی راہوں پر چلتا ہے۔ منه

ایسی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ وہ تو قلب سلیم چاہتا ہے وہ محسنوں اور متقیوں کو پیار کرتا ہے اس کا ولی ہوتا ہے۔ کیا سارے قرآن میں ایک جگہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ ان کو پیار کرتا ہے جن کے قلب جاری ہوں؟

یقیناً سمجھو کہ یہ محض خیالی باتیں اور کھیلیں ہیں جن کا اصلاح نفس اور روحانی امور سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے بلکہ ایسے کھیل خدا سے بُعد کا موجب ہو جاتے ہیں اور انسان کے عملی حصہ میں مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرو۔ سنت نبوی کی عزت کرو اور اس پر قائم ہو کر دکھاؤ۔ جو قرآن کریم کی تعلیم کا اصل فخر یہی ہے۔"

سوال:۔ پھر صوفیوں کو کیا غلطی لگی؟

جواب:۔ "ان کو حوالہ بخدا کرو۔ معلوم نہیں انہوں نے کیا سمجھا اور کہاں سے سمجھا **تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ** بعض وقت لوگوں کو دھوکا لگتا ہے کہ وہ ابتدائی حالت کو انتہائی سمجھ لیتے ہیں۔ کیا معلوم ہے کہ انہوں نے ابتدا میں یہ کہا ہو پھر آخر میں چھوڑ دیا ہو یا کسی اور ہی نے ان کی باتوں میں التباس کر دیا ہو اور اپنے خیالات ملا دیئے ہوں۔ اسی طرح پر تو توریت و انجیل میں تحریف ہو گئی۔ گزشتہ مشائخ کا اس میں نام بھی نہیں لینا چاہئے ان کا تو ذکر خیر چاہئے۔

انسان کو لازم ہے کہ جس غلطی پر خدا اسے مطلع کر دے خود اس میں نہ پڑے۔ خدا نے یہی فرمایا ہے کہ شرک نہ کرو اور تمام عقل اور طاقت کے ساتھ خدا کے ہو جاؤ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا **مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ**۔"

(الحکم نمبر 40 جلد 5 مؤرخہ 31/اکتوبر 1901ء صفحہ 2,1)

(۱۱۰) حبس دم

سوال:۔ حبس دم کیا ہے؟

جواب:۔ "یہ بھی ہندو جوگیوں کا مسئلہ ہے اسلام میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔"

(الحکم نمبر 40 جلد 5 مؤرخہ 31/اکتوبر 1901ء صفحہ 2)

(۱۱۱) کنجنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز

ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ:۔

" کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز درست نہیں ہے۔"
(الحکم نمبر 19 جلد 7 مؤرخہ 24 اپریل 1903ء صفحہ 11)

(۱۱۲) ظاہری نماز، روزہ وقربانی

فرمایا:۔
"ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اُٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشتی اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا **لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى** یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اسی طرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو روح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہوسکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔

روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اس

بوجھل سمجھے اور اسے طبیعیہ کہتے ہیں۔غموم کے آثار، شرم گاہ، گند، مکروہ افعال، ناپسند اقوال، شکست پانا، جنگ، ہلاکت، فساد، ضرر، آگ، خطا اور ضعف بصر کو سوء کہتے ہیں۔

سیئہ کی جزا کو سیئہ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر وہ جزاءً نہ ہوتی تو سیئہ تھی۔سیئہ کی جزاء......

کبھی حکام و سلاطین دے سکتے ہیں مثلاً چور، زانی، ڈاکو وغیرہ کی سزائیں۔ ہر ایک کو اجازت نہیں۔ بعض سزائیں تاجر دے سکتے ہیں مثلاً لین دین میں جو شرارت کرے اس کو آئندہ دیتے نہیں یا اس سے لیتے نہیں۔

مؤدب اساتذہ لڑکوں کو تنبیہ کرتے ہیں۔بعض سیئات کی سزا اللہ تعالیٰ دیتا ہے مخلوق کا کام نہیں کہ جزا دے۔غرض یہ باب بہت بڑا وسیع ہے ہر ایک کو بدی کی جزا دینا شرعاً جائز نہیں۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ (بنی اسرائیل :۱۱۱) کے معنے آپ نے جو کئے ہیں وہ بجائے خود صحیح ہیں اور بالکل صحیح ہیں مگر نماز تہجد کے ساتھ علماء نے چسپاں کئے ہیں اور تفاسیر میں لکھا ہے۔

والسلام

نورالدین

۲۶/جون ۱۹۰۹ء

....

<u>کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد</u> ایک شخص نے دریافت کیا کہ کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ جو جگہ نماز پڑھنے کے واسطے الگ کی گئی ہے یا بنائی گئی ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ بانیہ مسجد کو اس کے اس فعل کا ثواب ملے گا یا نہیں اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑنا چاہیے۔ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس امر پر رائے زنی کریں۔

<u>قبر پر پھول چڑھانا</u> ایک شخص نے دریافت کیا۔کیا میت کی روح کو خوش کرنے کی نیت سے قبر پر پھول چڑھانا جائز ہے؟

جو پہلے دوست کو موسیقی کے بارہ میں دیا تھا کہ نصف گھنٹہ یا پون گھنٹہ تک آپ سمجھاتے رہے لیکن میں جو کچھ سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ اس علم کے متعلق جو کچھ میں اب تک سمجھتا رہا ہوں وہ غلط ہے اور آپ نے جو کچھ سمجھانا چاہا ہے وہ میں نہیں سمجھا۔ اب دیکھو دو علم گئے جو مجھے نہیں آتے۔ پھر میں کہاں حکیم کہلا سکتا ہوں۔ نہ میں علم موسیقی جانتا ہوں اور نہ میں PAINTING جانتا ہوں۔ ورنہ مجھے ہر علم کا شوق ہے۔ ہاتھ دیکھنا، کمپیریٹو ریلیجن (COMPARATIVE RELIGION)، طب، جغرافیہ، تاریخ حساب اور باقی اکثر علوم کے متعلق میں نے کتابیں پڑھی ہیں اور میں ان کے متعلق خاصی واقفیت رکھتا ہوں لیکن یہ علوم میں نے کالج میں نہیں پڑھے۔ پرائیویٹ طور پر ان کا مطالعہ کیا ہے۔ ایک چھوٹا سا نکتہ تھا جس نے مجھے اس کا شوق دلایا۔ میں ایک دفعہ دہلی جا رہا تھا۔ کہ سفر پر جانے سے پہلے حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے کہا میاں تم نے کبھی کنچنی کا ناچ بھی دیکھا ہے مجھے بہت شرم آئی کہ آپ نے یہ کیا سوال کیا ہے اور میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ آپ نے فرمایا میاں تم دین سیکھ رہے ہو اگر تمہیں کنچنی کے ناچ کا ہی علم نہیں تو تم اس کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہو تم اسے فن کے طور پر دیکھو اس چیز نے مجھے احساس دلایا کہ علم کے طور پر کوئی چیز بھی بُری نہیں۔ ہاں اگر وہی چیز تعیش کے طور پر کی جائے تو وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے مثلاً چوری بھی ایک علم ہے اگر یہ علم نہ سیکھا جائے تو جاسوس کیسے بنیں اس کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں لکھا ہے کہ چور کی ایک عادت ہوتی ہے اور وہ اسے بار بار دہراتا ہے مثلاً ایک چور کو کھڑکی سے کودنے کی عادت ہے۔ دوسرے کو سینده لگانے کی عادت ہے جاسوسوں نے ان پر نشان لگایا ہوا ہوتا ہے جب بھی کوئی چوری ہوتی ہے۔ جاسوس اس نشان کا تتبع کرتے ہیں مثلاً کسی گھر میں چوری ہوتی ہے اور چور کھڑکی سے کودا ہے تو انہیں معلوم ہو گا کہ کتنے چور ایسے ہیں جنہیں کھڑکی سے کودنے کی عادت ہے ان کے متعلق وہ یہ معلوم کریں گے کہ ان میں سے کونسا شخص فلاں تاریخ کو گھر سے غیر حاضر تھا۔ جو شخص گھر سے غیر حاضر ہو گا۔ وہ اسے پکڑ لیں گے غرض یہ بھی ایک علم ہے اور یہ اپنی ذات میں برا نہیں اس سے بہت

تھی ۔اس لئے ان کا سنِ پیدائش بھی ۱۸۴۸ء یا ۱۸۴۹ء کے قریب ہی بنتا ہے اور شادی کا سَن اور شادی کا سال ۱۸۶۱ء کے آخیر یا ۱۸۶۲ء کا شروع بنتا ہے۔

حضرت میر صاحب اور نانی اماں کی شادی سے قبل حضرت میر صاحب کے والد فوت ہو چکے تھے اور وہ یتیم رہ گئے تھے مگر ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میر صاحب کی نسبت اس جگہ ان کے والد صاحب کی زندگی ہی میں ہو چکی تھی یہ واقعہ مجھے جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب سرسادی مہاجر نے سنایا کہ جب حضرت میر صاحبؓ کے بڑے بھائی سیّد ناصر وزیر صاحب کی شادی لوہارو والوں کے ہوئی اس وقت ان کی عمر چھوٹی ہی تھی (میرا خیال ہے کہ اس وقت ۸ یا ۹ سال کی عمر ہوگی۔محمود عرفانی) برات لوہارو میں گئی۔ حضرت میر صاحب کے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔رات کو لوہارو والوں کی طرف سے (کیونکہ وہ نواب لوگ تھے) کنچنی کے ناچ کا انتظام تھا۔سب لوگ اس ناچ کو دیکھنے میں مشغول تھے۔مگر حضرت میر صاحبؓ نے بیان فرمایا کہ مجھے اس قدر شرم آئی کہ میں نے ایک دفعہ بھی نظر اُٹھا کر نہ دیکھا۔میرا سر جھکا رہا۔

میر صاحبؓ کے بچپن کا زمانہ اور اس خورد سالی کے زمانہ میں ان کی حیا اور نیکی دیکھ کر سیّد عبدالکریم صاحب کے دل میں بڑا خیال پیدا ہوا۔انہوں نے اسی وقت حضرت میر صاحب کے والد صاحب کو کہہ دیا کہ یہ لڑکا میرا ہوا۔اس سے سیّد عبدالکریم صاحب کی نیکی اور دور بین نگاہ کا بھی پتہ چلتا ہے اور پھر میر ہاشم علی صاحب کی وفات کے بعد جبکہ گھر میں سوائے اللہ کے نام کے کچھ نہ رہا تھا۔ان کا ایک یتیم بے یار و مددگار لڑکے کو جس کا کوئی مستقبل نہ تھا۔اپنی لڑکی دے دینا یہ ان کا اور بھی کمال تھا۔

نانی اماں کی تعلیم

میرے پاس وہ حالات نہیں ہیں کہ جن سے میں نانی اماں کی ابتدائی زندگی پر کچھ روشنی ڈال سکوں ۔مگر اس سلسلہ میں میری مدد قرائین بھی کر سکتے ہیں ۔اول تو خاندان میر درد اور ان کے ساتھ ملے ہوئے ایسے خاندان جن کی قرابت داریاں اس خاندان سے تھیں اس کا عام رواج یہ تھا کہ لڑکیوں کو قرآن کریم اور معمولی دینیات کی کتابیں پڑھاتے تھے اور بعض تو ان میں سے عربی اور فارسی اور اردو میں پوری دستگاہ رکھتی تھیں ۔مغلیّہ سلطنت کا زمانہ اور پھر قرب تھا اور شاہی گھروں میں تعلیم عام تھی ۔شہزادیاں فارسی ،اردو میں مہارت تامہ رکھتی تھیں ۔شعر و شاعری کے مشغلے تھے۔اس کا اثر شرفاء

شریف بعض کم بعض اور کم ہوتے ہیں اور یہ فرق بھی ضرور ہے مگر شریف کون ہوتا ہے؟ اس کے لئے فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں اکرم وہی ہے جو اتقیٰ ہو یعنی زیادہ نیک اور متقی ہو۔ جس قدر کوئی شخص زیادہ خوف خدا کرتا ہے اسی قدر وہ زیادہ بزرگ اور نیک ہے اور اسی قدر زیادہ شریف ہے۔ اس سے ہمیں یہ پتہ لگ گیا کہ کچھ لوگ شریف ہوتے ہیں اور کچھ شریف نہیں ہوتے۔ اور شریف وہ ہوتے ہیں جو خدا کے نزدیک متقی اور پرہیز گار ہوتے ہیں تو شریف اور رذیل کی شادی کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (النور:۴)

کہ زانی مرد زانی عورت یا مشرکہ سے نکاح کرے۔ اور زانی عورت زانی مرد یا مشرک سے نکاح کرے یہ مؤمنوں کے لئے حرام کیا گیا ہے وہ کبھی ایسا نہیں کرتے۔ تو واقعی ایک شریف اور رذیل کا گزارہ ہونا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر کنجنی کے پاس جایا کرتا تھا۔ اس عورت نے ایک دن ایک کنجنی کو بلا کر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے گھر کی عورتوں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آتے ہیں۔ اس نے کہا ہم ناز و نخرے کرتی ہیں۔ پاس بیٹھتا ہے تو لاتیں مارتی ہیں اور طرح طرح کے مخول اور مذاق ہوتے ہیں اس طرح خبیث مردوں کو مزہ آتا ہے اور وہ اور زیادہ ہماری طرف میلان ظاہر کرتے ہیں۔ جب اسے یہ معلوم ہو گیا تو ایک دن جب اس کا خاوند گھر آیا اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی اس کی بیوی نے گالیاں دینی شروع کیں اور جب وہ ذرا قریب آیا تو ہاتھ سے بھی اس کی خبر لی۔ وہ اول تو حیران سا رہ گیا کہ یہ آج کیا معاملہ ہے میری بیوی تو نہایت مطیع و فرمانبردار تھی آگے بات نہ کر سکتی تھی یہ تغیر کیا ہو گیا مگر پھر سمجھ گیا اور کہنے لگا کہ اب میں سمجھ گیا اس کی بیوی نے اسے بہت ملامت کی کہ تم اس گند کو پسند کرتے ہو اور فرمانبردار بیوی کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ غرض کہ یہ پختہ بات ہے کہ خبیث آدمی کو خبیث عورت پسند آتی ہے اور خبیث عورت خبیث مرد کو پسند کرتی ہے۔ اسی طرح طیب عورت اور مرد طیب کو ہی پسند کرتے ہیں اور اسی کے مطابق ان کا تعلق ہوتا ہے تب جا کر ان کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی دو چیزوں کا آپس میں اس وقت تک تعلق قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ ان کی آپس میں کچھ نسبت نہ ہو۔ حضرت محی الدین صاحب ابن عربیؒ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک جگہ کوا اور کبوتر اکٹھے بیٹھے دیکھے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی آپس میں کیا نسبت ہے کہ

ایسے گھر میں پیدا کر دیتا جہاں قرآن دانی کا چرچا نہ ہوتا۔ پھر اگر کسی اچھے گھر میں پیدا ہونے پر جوانی میں مر جاتے تو آج تم کو قرآن سنانے کا کہاں موقع ملتا۔ اس نے کیسے کیسے فضل کیے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ہم نے اپنے فضل سے اس نطفہ کو جس میں ہزاروں چیزیں ملی ہوئی تھیں' سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔

اب مسلمان کہتے ہیں کہ تجارت ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ کبھی کہتے ہیں حکومت ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ صرف سو برس کے اندر ہی اندر انہوں نے سب کچھ اپنا کھو دیا۔

شرک کا کوئی شعبہ نہیں جس میں مسلمان گرفتار نہیں۔ نماز' روزے' اعمال صالحہ میں' قرآن کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں نہایت ہی سست ہیں۔ کوئی ملاں ہو اور وہ خوب شعر سنائے تو کہتے ہیں کہ فلاں مولوی نے خوب وعظ کیا۔

کسی عورت نے مجھ سے پوچھا کہ فلاں عورت ایک عرس میں گئی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ سبحان اللہ! ہر طرف نور ہی نور برس رہا تھا۔ میں نے کہا وہ کیا تھا؟ کہنے لگی کہ وہ کہتی تھی کہ اندر بھی' باہر بھی مراثی ڈھولک بجا رہے تھے اور خوب خوش الحانی سے گا رہے تھے۔

ریل میں مجھے ایک کنچنی ملی۔ میں نے اس سے کہا کہ تو کہاں گئی تھی؟ کہا کہ سبحان اللہ! فلاں حضرت کے یہاں گئی تھی۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ ہماری فقیرنی آگئی ہے اور اپنے خادم سے کہا اس کو تین سو روپیہ دے دو۔ میں تو ایک دم مالا مال ہو گئی۔

مسلمانوں میں تکبر بڑھ گیا۔ سستی ہے۔ فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کے ساتھ تکبر بھی از حد بڑھ گیا ہے۔ اپنی قیمت بہت بڑھا رکھی ہے۔ سمجھتے ہیں کہ ہم تو اس قدر تنخواہ کے لائق ہیں۔

ہم نے انسان پر بڑے فضل کئے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا یہاں تک کہ انسان کو دیکھنے والا' سننے والا بنایا۔ پھر قرآن کے ذریعہ سے اس پر ہدایت کی راہیں کھول دیں اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ۔ پر کسی نے قدر کی اور کسی نے نہ کی اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔

کوئی مسلمان کہتا ہے کہ جھوٹ جائز ہے۔ کوئی مسلمان کہتا ہے کہ تکبر اور فضول اور قسم قسم کی بدکاریاں جائز ہیں۔ برائی سب جانتے ہیں مگر افسوس کہ قدر نہیں کرتے۔ دوسروں کو نصیحتیں کرتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے۔

ایک عورت کا میاں شراب پیتا تھا۔ اس کو میں نے کہا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ تم اس سے شراب چھڑا دو۔ اس نے کہا میں نے ایک روز اس کو کہا تھا تو اس نے مجھے جواب دیا کہ یہ تجھے نورالدین

۱۴؍جنوری ۱۹۰۶ء ''۱ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ۔ ۲ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔
۳ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ یعنی یا تو قہری غلبہ کے وقت ہماری موت ہوگی جیسا کہ قہری غلبہ مکہ میں ہوا اور یا اس وقت ہماری موت ہوگی جبکہ طبعی جوش سے لوگ ہمارے تابع ہوجائیں گے گویا مدینہ کی سی حالت اس ملک کی ہوجائے گی اور اس طرح گویا ہم مدینہ میں مریں گے۔''

(کاپی الہامات[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۵۵)

۱۵؍جنوری ۱۹۰۶ء (الف) '' تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد ''[2]

(بدر جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(ب) ''صبح پیر کا دن ۱۵؍جنوری ۱۹۰۶ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ
امام الدین کی کنجنی بیوی گر پڑی ہوئی ہے۔''

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲)

۱؎ (نوٹ از ناشر) الحکم مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ اور بدر مورخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ میں یہ الہامات مع تفصیل درج ہیں۔ بدر کی تحریر یوں ہے۔

''خدا نے ابتداء سے مقدّر کر چھوڑا ہے کہ وہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے۔ خدائے رحیم کہتا ہے کہ سلامتی ہے۔ یعنی خائب و خاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے۔ اور یہ کلمہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں، اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی۔ جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہوجائیں گے۔ فقرہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ مکہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فقرہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ مدینہ کی طرف۔''

۲؎ (ترجمہ از مرتّب) شاہِ ایران کے محل میں تزلزل پڑ گیا۔

(نوٹ از مولانا جلال الدین شمسؓ) چنانچہ اِس الہام کے بعد بالکل خلافِ توقع ایران میں جلد ہی شورِ بغاوت برپا ہوا اور مرزا محمد علی شاہِ ایران نے مجبوراً بتاریخ ۱۵؍جولائی ۱۹۰۹ء روس کے سفارت خانہ میں پناہ لی۔ آخر وہ تخت سے معزول کیا گیا اور پارلیمنٹ بنائی گئی۔ مفصّل دیکھیے ''دعوۃ الامیر'' تصنیف حضرت سیّدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز۔ انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۵۲۳ تا ۵۲۵ شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ۔

اور وقت مقرر کر لیں۔

﴿1059﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جالندھر میں زیادہ عرصہ قیام جب رکھا تو دوست احباب ٹھہر کر چلے جاتے تھے۔لیکن مولوی عبداللہ صاحب سنوری اور خاکسار برابر ٹھہرے رہے۔ایک دن میں نے اور مولوی صاحب مرحوم نے ارادہ کیا کہ وہ میرے لئے اور میں اُن کے رخصت ہونے کی اجازت حاصل کریں۔صبح کو حضور سیر کے لئے تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا۔لو جی میاں عبداللہ صاحب اور منشی صاحب! اب تو ہم اور آپ ہی رہیں گے اور دوست تو چلے گئے۔نئے نو دن پرانے سو دن۔بس پھر ہم خاموش ہو گئے اور ٹھہرے رہے۔

﴿1060﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ابتداء میں جب میں قادیان مستقل طور پر رہنے لگا تو مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں باہر سے برات آئی تھی۔اس کے ساتھ کنچنی بھی تھی اور ناچ وغیرہ ہوتا تھا۔میں ایسی شادی کی رسوم میں نہ خود شریک ہوتا ہوں اور نہ اپنی کوئی چیز دیتا ہوں۔مرزا نظام الدین نے مجھ سے غالباً کچھ دریاں اور چکیں مانگی تھیں۔میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا۔آپ نے فرمایا۔دے دو کیونکہ اس شادی سے اغلب ہے کہ دولہا کی اصلاح ہو گی۔

﴿1061﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مرزا خدا بخش صاحب کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔انہوں نے لڈو میرے ہاں بھیجے۔میں نے واپس کر دیئے کہ عقیقہ کا کھانا تو میں لے لوں گا مگر یہ میں نہیں لیتا۔تھوڑے عرصہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ رکابی خود لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ بات ٹھیک ہے جو تم نے کہی۔یہ بچہ کی پیدائش کے لڈو نہیں۔بلکہ اس شکریہ کے ہیں کہ ماں کی جان بچ گئی۔میں نے نہایت تکریم سے وہ رکابی لے لی۔اُس وقت میرے مکان زنانہ کے صحن میں ایک دروازہ تھا اس پر کھڑے یہ باتیں ہوئیں۔

گئے بلکہ جو مکانات تجویز کئے ان کے قیام و بقا کا دعویٰ نہیں کیا گیا اور اگر بفرض محال دعویٰ کیا گیا تو باطل ثابت ہوا۔ بیت الشّمس افریقہ کا اور پڑامون یونان کا۔ ایا صوفیا روم کا۔ آتش کدہ آذر کا۔ سومنات جگن ناتھ۔ کانشی۔ متھرا۔ گیا امر ناتھ وغیرہ وغیرہ کچھ کم نہیں گزرے۔ ان میں سے بعض تو نیست و نابود ہی ہو گئے اور بعض مخالفوں کے مفتوح ہیں۔ اپنے پرستاروں کے لئے مأمن نہیں رہے اور چونکہ امن ہمیشہ خوف کے مقابلہ میں ہوا کرتا ہے اور دنیا میں ایک ہی عظیم الشان مذہبی خوف تھا جس کا ذکر کتب سابقہ یہود و نصاریٰ میں ہے اور صرف وہ ایک ہی فتنہ الٰہی حکمتوں سے مقدر تھا جس سے پناہ مانگنا ہم کو سکھایا گیا۔ وہ فتنہ ہے دجال کا فتنہ۔ اب دیکھو دجال اگر دجالہ لفظ سے نکلا ہے جیسے قاموس اور اس کی شرح میں ہے تو وہ ایک فرقہ عظیمہ (کمپنی) کا نام ہے جو اپنے مال و متاع کو تجارت کے لئے پھیرے اور اگر کسی کذب و افتراء والے کا نام ہے تو اس سے زیادہ کیا افتراء ہوگا کہ عورت کا بچہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بلکہ جامع روح القدس خدا اور روح الابن خدا اور خدائے مجسم اور روح الانسان مانا ہی نہیں گیا بلکہ اس اعتقاد کی طرف کھینچنے کے لئے اربوں روپیہ پانی کی طرح ہر روز بہایا جاتا ہے۔ شراب جو جماع الاثم کیا معنے؟ تمام بدکاریوں کا جامع ہے۔ ان خداؤں کے مجموعہ کے خون کے بدلہ یادگار کے طور پر مذہبی رسم یا عبادت کے وقت پیا اور پلایا جاتا ہے۔ **النساء حبائل الشیطان** (کچھ عورتیں شیطان کا کمند ہیں) کو اس کام پر لگایا گیا۔ اس کام کے واسطے مشنری ہسپتال بنائے گئے۔ میں نے ایک پرانی مشہور کنچنی سے پوچھا تھا کہ تمہارا پیشہ جو قطعاً قویٰ فطریہ انسانیہ کے خلاف ہے اور ان کا دشمن ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس طرح پیدا ہوگیا؟ تو اس تجربہ کار نے مجھے جواب دیا۔ قربان جاؤں! خوش خوراک خوش پوشاک مرد اور با این ہمہ خواہشات پھر کاہل و سست یہ پیشہ اختیار نہ کرے تو کیا کرے؟ مگر اس بیان کے بعد ثابت ہوگیا کہ دام مارگیوں ساکتوں نے مذہبی رنگ میں اس فرقہ کو عورتوں کے جنم سدھارنے

وہ کہنے لگا میرے پہلو میں فلاں مخلص صحابی پڑا ہے اور اُسے بھی پیاس کی شدید تکلیف ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میں پہلے پانی پی لوں اور وہ صحابی رہ جائیں۔ اس لیے پہلے ان کے پاس پانی لے جاؤ۔ وہ پانی لے کر اُن کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے میرے پہلو میں حضرت فضلؓ پڑے ہوئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں پہلے اُنہیں پانی پلاؤ۔ جب تک وہ پانی نہ پی لیں میں پانی نہیں پی سکتا۔ وہ سات زخمی صحابہ تھے جو میدانِ جنگ میں پیاس کی شدت اور زخموں کی تکلیف سے تڑپ رہے تھے مگر اُن میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ جب تک میرا ساتھی پانی نہ پی لے میں پانی نہیں پی سکتا۔ جب وہ آخری صحابیؓ کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے اور جب وہ لَوٹ کر دوسروں کے پاس آیا تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے۔5

اب دیکھو یہ لوگ بیشک مارے گئے لیکن وہ اپنی موت سے مسلمانوں کو سینکڑوں سال تک حکومت پر قائم کر گئے۔ ایک ایسی جنگ میں جس میں دشمن کا ساٹھ ہزار لشکر سامنے تھا پندرہ بیس مسلمانوں کا مارا جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن انہوں نے مر کر چار سو سال تک مسلمانوں کی حکومت قائم کر دی اور آخر حضرت عباسؓ کے خاندان میں بھی حکومت آئی اور عباسی حکومت بڑی شان سے قائم ہوئی۔ مگر بعد میں جب مسلمان ناچ گانوں میں مشغول ہو گئے، جب انہوں نے رنگ رلیاں منانی شروع کر دیں، جب وہ شرابیں پینے لگ گئے، جب وہ عیاشی میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسحاق موسوی بڑا اچھا گانے والا ہے، فلاں کنچنی خوب ناچتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی کے لیے ہلاکو خان کو بغداد پر مسلّط کر دیا اور اُس نے ایک دن میں اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا اور شاہی خاندان کی کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ چھوڑی جس کے ساتھ بدکاری نہ کی گئی ہو۔ اب کُجا تو اُن کی یہ حالت تھی کہ روم جیسے بادشاہ کے لشکر کو جو ساٹھ ہزار کی تعداد میں تھا مسلمانوں کے صرف ساٹھ آدمیوں نے شکست دے دی اور کُجا یہ حالت ہوئی کہ ہلاکو خان چند ہزار کا لشکر لے کر آیا اور لاکھوں مسلمان اُس کے آگے آگے بھاگتے پھرے اور اس نے اٹھارہ لاکھ آدمیوں کو قتل کر دیا۔

غرض جب تک اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے فتوحات حاصل ہوتی جاتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی مدد کم ہو جاتی ہے تو فتوحات بھی کم ہو جاتی ہیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں کو بھی چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے رہا کریں اور پاکستان کے سپاہیوں کو بھی چاہیے کہ وہ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے

بجز ہمارے اور کسی کو کوئی خواب نہیں آتی اور نہ کوئی الہام ہوتا ہے بلکہ ہمارا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ بعض وقت ایک کنجری کو بھی جس کا دن رات زنا کاری پیشہ ہے سچے خواب آسکتے ہیں۔ ایک چور بھی جس کا پیشہ بیگانہ مال کا سرقہ ہے بذریعہ خواب کسی سچے واقعہ پر اطلاع پا سکتا ہے۔ ہمارا دعویٰ جس کو ہم بار بار لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی خوابیں اور ایسے الہام جو کمیّت اور کیفیت کے لحاظ سے ہزاروں تک اُن کی نوبت پہنچ گئی ہو اور کوئی اُن کا مقابلہ نہ کر سکتا ہو یہ مرتبہ صرف ان لوگوں کو ملتا ہے جن کو عنایت الٰہی نے خاص طور پر اپنا برگزیدہ کر لیا ہے دوسرے کو ہرگز نہیں ملتا اور یہ کہ دوسروں کو شاذ و نادر طور پر کوئی سچی خوابیں آتی ہیں یا الہام ہوتا ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے نوع انسان کی بھلائی کے لئے ہے کیونکہ اگر وحی اور الہام کا دوسرے لوگوں پر قطعاً دروازہ بند رہتا تو خدا کے رسولوں پر کامل طور پر یقین کرنا اُن کے لئے مشکل ہو جاتا اور وہ ہرگز سمجھ نہ سکتے کہ درحقیقت اِن نبیوں پر وحی نازل ہوتی ہے یا فریب ہے یا صرف وساوس میں مبتلا ہیں کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جس بات کا اس کو نمونہ نہیں دیا جاتا وہ پورے طور پر اس بات کو سمجھ نہیں سکتا اور آخر بدظنّی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے شراب خوار قومیں یورپ اور امریکہ کی جن کے دماغ بباعث شراب کے خراب ہو جاتے ہیں اکثر سچی خواب کے وجود سے بھی منکر ہیں کیونکہ اپنے پاس نمونہ نہیں رکھتے۔ پس اِسی مصلحت سے کوئی سچی خواب اور کوئی سچا الہام نمونہ کے طور پر لوگوں کو عام طور پر دیا گیا تا جس وقت اُن میں کوئی نبی ظاہر ہو تو دولت قبول سے محروم نہ رہیں اور اپنے دلوں میں سمجھ لیں کہ یہ ایک واقعی حقیقت ہے جس سے چاشنی کے طور پر ہمیں بھی کچھ دیا گیا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یہ معمولی لوگ ایک گدا پیشہ کی مانند ہیں جس کے پاس چند روپے یا چند پیسے ہیں مگر خدا کے مرسل اور خدا کے نبی وہ روحانی ملک کے ☆

دعوتِ مطالعہ واشاعت

اس رسالہ "مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں" کے اختتام پر قارئین کرام کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ یہاں پیش کیے گئے تمام مباحث، حوالہ جات اور تجزیات کسی ایک واقعہ یا ایک اقتباس تک محدود نہیں، بلکہ ایک منظم سلسلۂ واقعات کا منطقی نتیجہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس رسالہ کو مکمل طور پر سمجھنے اور اس کے پس منظر، ربط اور نتائج تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے شائع ہونے والے سابقہ رسائل کو بھی ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے، کیونکہ ہر رسالہ اگلے باب کی فکری اور تاریخی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ سب سے پہلے رسالہ "مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں" کا مطالعہ کیا جائے، جس میں اس ماحول، فضا اور پس منظر کو واضح کیا گیا ہے جس سے مرزا قادیانی کا تعلق ثابت ہوتا ہے اور جہاں سے اس پوری داستان کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس کے بعد دوسرا رسالہ "مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر" پڑھا جائے، جس میں مخصوص واقعات اور حوالہ جات کے ذریعے یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ تعلق محض سنی سنائی بات نہیں بلکہ خود قادیانی مصادر کی شہادتوں سے ثابت ہے۔ پھر تیسرا رسالہ "مرزا قادیانی کی رنڈی استانی" زیرِ مطالعہ لایا جائے، جہاں یہ عقدہ کھلتا ہے کہ یہ میل جول وقتی یا اتفاقی نہ تھا بلکہ اس نے فکری، اخلاقی اور تربیتی اثرات بھی مرتب کیے، جن کے نقوش مرزا قادیانی کی جماعت اور اس کے پیروکاروں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان تینوں رسائل کو ترتیب سے پڑھنے کے بعد جب قاری اس چوتھے رسالہ "مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں" تک پہنچتا ہے تو تمام کڑیاں آپس میں جڑ جاتی ہیں، واقعات ایک دوسرے کی تفسیر بن جاتے ہیں اور تصویر پوری طرح واضح ہو جاتی ہے، جس سے کسی ابہام یا تشکیک کی گنجائش باقی

نہیں رہتی۔اس لیے قارئین سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس رسالہ کو تنہا نہیں بلکہ پورے سلسلۂ رسائل کے ساتھ پڑھیں تاکہ موضوع کی سنگینی، تسلسل اور نتیجہ پوری طرح سمجھ میں آسکے۔مزید یہ کہ اگر آپ اس مطالعہ کے بعد اس نتیجے تک پہنچیں کہ یہ مواد حقائق پر مبنی، حوالہ جاتی اور فکری طور پر اہم ہے تو یہ آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اسے آگے دوسروں تک بھی پہنچائیں، اپنے دوستوں، اہلِ علم اور سنجیدہ قارئین میں تقسیم کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس فکری و تحقیقی سلسلے سے آگاہ ہوسکیں اور حقائق تک رسائی حاصل کرسکیں، کیونکہ علم کو آگے پہنچانا ہی اس کا اصل مقصد اور سب سے بڑی خدمت ہے۔

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان ومذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی وعلمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی وانتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے:(00923247448814)اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت وسلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔



+923247448814

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

قادیانی کنجر خانہ

اور

نذر اصر سکینڈل

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ

 +923247448814

قادیانی لجنہ ندا النصر کیس

قادیانی خلیفہ اور اندرونی بداعمالیوں کا انکشاف

ندا النصر نامی قادیانی لڑکی نے ایک چوالیس منٹ طویل فون کال کے ذریعے قادیانی خلیفہ مرزا مسرور احمد کے سامنے اپنی تکالیف بیان کیں۔ اس گفتگو میں واضح ہوا کہ ندا النصر تیسرے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کی پوتی ہیں۔ ان کا باپ میاں لقمان احمد، چوتھے قادیانی خلیفہ مرزا طاہر احمد کی بیٹی فوزیہ بی بی کی سگی بیٹی ہے، یعنی ندا النصر تیسرے خلیفہ کی پوتی، چوتھے خلیفہ کی نواسی، اور پانچویں قادیانی خلیفہ مرزا مسرور احمد کی رشتہ کے اعتبار سے بھتیجی ہیں۔

ندا النصر نے کال میں تفصیل سے بتایا کہ بچپن سے لے کر پینتیس سال کی عمر تک اس کے ساتھ متعدد اعلیٰ قادیانی عہدیدار اور اس کے اپنے رشتہ دار مسلسل جنسی زیادتی کرتے رہے۔ اس میں اس کا سگا باپ میاں لقمان احمد، مرزا مسرور کی بیوی امتہ الصبوح (جسے ندا النصر صبوحی بیگم کہتی ہے) کے بھائی، قادیانی جماعت کے ناظر اصلاح و ارشاد محمود شاہ، اور فضل عمر ہسپتال ربوہ کے سینئر آرتھوپیڈک ڈاکٹر و جماعت کے اعلیٰ عہدیدار ڈاکٹر مبشر احمد شامل ہیں۔

ندا النصر نے بتایا کہ بچپن میں آٹھ سال کی عمر تک جنسی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رہا، اور بعد ازاں یہ رجحان بڑھ کر ہفتہ میں کئی بار زنا بالجبر کی شکل اختیار کر گیا۔ برطانیہ میں قیام کے دوران اس کے باپ میاں لقمان احمد نے بھی اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی، اور جب وہ پاکستان واپس آئی تو ڈاکٹر مبشر احمد اور جماعت کے اعلیٰ عہدیدار محمود شاہ نے اس پر اسی

بداعمالی کو جاری رکھا۔ لڑکی نے مزید بتایا کہ ایک عامر نامی نوجوان نے بھی اسے زنا کرنے کی کوشش کی، مگر وہ وہاں سے فرار ہوگئی۔ عامر، مرزا ناصر احمد کے داماد کا بیٹا ہے، جس کے خاندان کی سابقہ بیوی شکری کو بعد ازاں طلاق دے کر ملازمہ سے شادی کر لی گئی، اور اسی ملازمہ سے عامر پیدا ہوا۔

فون کال کے دوران واضح ہوا کہ قادیانی خلیفہ مرزا مسرور احمد نے لڑکی کو مختلف طریقوں سے دھمکایا اور اسے خاموش رہنے کی ہدایت دی۔ خلیفہ نے الزام لگانے کے لیے چار گواہوں کا مطالبہ کیا، حالانکہ زنا بالجبر کے کیس میں شریعت کے مطابق چار گواہ لازم نہیں ہوتے۔ ندا النصر نے خلیفہ کو تمام ثبوت مہیا کرنے کے باوجود پولیس میں جانے سے روکا گیا اور دھمکی دی گئی کہ جماعت کے خلاف کوئی کارروائی کی تو وہ ان کے خلاف ایکشن لے سکتے ہیں۔

یہ فون کال، جو قانونی اور انسانی حقوق کے حوالے سے انتہائی سنگین نوعیت کی ہے، قادیانی جماعت کے اندرونی فساد اور اخلاقی بحران کو واضح کرتی ہے۔ اس واقعے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے اعلیٰ عہدیدار اور خلیفہ خواتین اور نوجوان لڑکیوں کے ساتھ مکمل غفلت اور بداعمالی کے مرتکب ہیں، اور انسانی حقوق کی پامالی کو برائی کا معمول سمجھا جاتا ہے۔

مقدمہ قادیانی کنجرخانہ

اس سلسلۂ کتب کا بنیادی مقصد کسی فرد یا جماعت کے خلاف جذباتی نعرہ بازی نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر، خطبات، ملفوظات اور داخلی بیانات کی روشنی میں ایک منظم، مدلل اور تنقیدی مطالعہ پیش کرنا ہے۔ زیرِ نظر پانچواں رسالہ اسی تسلسل کی ایک اہم کڑی ہے، جس میں قادیانی جماعت کے موجودہ فکری و اخلاقی رویّوں کو ان ہی کے معاصر بیانات اور دستاویزی شواہد کی بنیاد پر پرکھا جائے گا۔

اس رسالہ کا مرکزی محور ندا نصر قادیانی اور قادیانی خلیفہ مرزا مسرور کے مابین ہونے والی لیک کال ہے، جسے محض ایک انفرادی واقعہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ گفتگو دراصل ایک پورے نظامِ فکر، جماعتی نظم، اخلاقی معیار اور دعوئ تقدس کی عملی تصویر بن کر سامنے آتی ہے۔ اس لیک کال میں جو لہجہ، طرزِ گفتگو، سوال و جواب کا انداز، اور دینی و اخلاقی اصولوں کی عملی تعبیر سامنے آتی ہے، وہ قادیانیت کے دعوئ اصلاحِ عالم اور روحانی پاکیزگی پر ایک گہرا سوالیہ نشان قائم کرتی ہے۔

اس رسالہ میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ ندا نصر قادیانی کا معاملہ کوئی اچانک یا منفرد حادثہ نہیں، بلکہ یہ اسی فکری تسلسل کا منطقی نتیجہ ہے جو مرزا قادیانی کے عہد سے شروع ہو کر اس کے خلفاء، جماعتی نظام، اور موجودہ قیادت تک منتقل ہوتا رہا ہے۔ گزشتہ رسائل میں جن سماجی و اخلاقی رجحانات، عورت کے بارے میں متضاد تعلیمات، اور عملی رویّوں کی نشاندہی کی گئی تھی، زیرِ نظر لیک کال انہیں ایک معاصر اور ناقابل تردید تناظر فراہم کرتی ہے۔

یہاں اس امر کا بھی تجزیہ کیا جائے گا کہ لجنہ اماء اللہ جیسے اداروں کا دعویٰ کردہ تحفظ، عزت اور اخلاقی نگرانی عملی سطح پر کس حد تک موثر ہے، اور جب معاملات جماعتی قیادت تک پہنچتے ہیں تو انصاف، ہمدردی اور شریعت کے اصول کس طرح طاقت، نظم اور مفاد کے تابع ہو جاتے ہیں۔ لیک کال کے الفاظ، توقف، جواز تراشی اور بعض مقامات پر خاموشی خود اپنی زبان میں ایک پورا مقدمہ بن جاتی ہے۔

یہ رسالہ قاری کو دعوت دیتا ہے کہ وہ شخصیت پرستی سے بالاتر ہو کر متن، سیاق اور نتائج کو خود سمجھے۔ یہاں کسی بات کو باہر سے منسوب نہیں کیا جائے گا بلکہ خود قادیانی حلقوں سے نکلنے والی آوازوں، تحریروں اور اعترافات کو یکجا کر کے ایک فکری آئینہ پیش کیا جائے گا۔ اس آئینے میں جو تصویر ابھرتی ہے، وہ قادیانیت کے اخلاقی و روحانی دعوؤں کے ساتھ ایک گہرا تضاد ظاہر کرتی ہے۔

آخر میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہ رسالہ نہ ذاتی دشمنی پر مبنی ہے اور نہ ہی محض سنسنی خیزی کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ایک تحقیقی کاوش ہے جس کا مقصد حقائق کو ان کے اصل مصادر کے ساتھ سامنے لانا، قاری کے سامنے سوالات رکھنا، اور اسے غور و فکر کی دعوت دینا ہے۔ فیصلہ قاری کے فہم، دیانت اور علمی بصیرت پر چھوڑا جاتا ہے۔

یہی وہ تناظر ہے جس میں "قادیانی کنجر خانہ" کو پڑھا جانا چاہیے، اور اسی ربط کے ساتھ اسے سابقہ رسائل

1. مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں
2. مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر
3. مرزا قادیانی کی رنڈی اُستانی
4. مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں

کے تسلسل میں سمجھا جانا چاہیے، تا کہ قادیانیت کے فکری سفر کی مکمل تصویر واضح ہو سکے۔

ندا نصر کی قادیانی خلیفہ مرزا مسرور کو کال

Mirza Masroor Ahmad and Nida ul Nasser Leaked Audio Call Recording in Urdu Script

مرزا مسرور:

تمہیں جس وقت جواب دیا تھا فون کٹ گیا تھا

ندا:

جی ہاں

مرزا مسرور:

ایک بات تمہاری رہ گئی تھی وہ کیا بات تھی وہ بھی کر دو

ندا:

وہ بات تو اب نہیں یاد اب آ رہی مگر اور بھی باتیں تھیں ہیں بہر حال جو میں نے کرنی ہیں ہاں

مرزا مسرور:

جلدی جلدی کرلو جلدی جلدی کر دو پھر جو کرنی ہیں

ندا:

اچھا کیوں اچھا بہر حال بات یہ ہے کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ چپ رہو ٹھیک ہے چپ،

چپ ہو جاؤں کوئی ایک تو کوئی کہیں اللہ کہتا ہے فحاشی چھپاؤ جب غلط جیسے ہو رہا ہے کوئی افیئر (Affair) چل رہا ہے یہ غلط غلاظتیں تم کر رہے ہو کبھی ظلم مظلوم کو نہیں کہا کہ چپ رہو کہ اس کے ساتھ جو ظلم ہو یا اے

مرزا مسرور:

بات یہ ہے کہ فحاشی کو چھپاؤ اس کے علاوہ بھی کچھ جو ظلم ہوئے ہیں وہ تم ضرور ظاہر کر سکتی ہو

ندا:

ہوں!

مرزا مسرور:

لیکن با قاعدہ فورم پہ جا کے ظاہر ہونا ہوتا ہے ظلم ہیں؟ جس کے لیے درخواست دینی پڑتی ہے کہ یہ یہ ظلم اجھ پہ ہوا اس کا مداوا کیا جائے باقی یہ قرآن اور حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل تھا۔

ندا:

ہوں!

مرزا مسرور:

وہ تو یہی تھا کہ جو جس قسم کی باتیں اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگنور (Agnor) کیا اور لوگوں کو بھی کہا جو کیس (Case) والے تھے ان کو بھی کہا ختم کرو سوائے اس کے کہ دونوں فریق تسلیم کرنے والے ہوں اب اگر ایک، ایک فریق کہتا ہے کہ ہوا

ندا:

نہیں وہ۔نہیں نہیں مگر میں نے جو ثبوت دے دیے ہیں وہ تو کلیئر کٹ (Clear cut) ہیں آپ مانے یا نہ مانیں

مرزا مسرور:

وہ ثبوت نہیں ثبوت کی بات نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ثبوت کیا ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسرا تسلیم کرتا ہے؟ اس نے کہا میں تسلیم نہیں کرتا

ندا:

سسکیاں (sighs)

مرزا مسرور:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر آگے تو کوئی پیش رفت نہیں کی تو میں تو اتنا ہی ۔کرسکتا ہوں

ندا:

نہیں نہیں جو میں نے آپ کو آیتیں بھیج دی ہیں اللہ اللہ یہ کہتا ہے کہ جب ظلم ہو زیادتی ہو تو انصاف کے لیے چاہے تم نے اپنی ماں باپ کے خلاف گواہی دینی ہو تو گواہی دو۔

مرزا مسرور:

سوال یہ ہے ظلم ہوا اختلاف ہو گواہی دینی ہو کسی کا حق مارا جا رہا ہو لیکن ساتھ یہ بھی ہے کہ ماں باپ کے خلاف ۔

ندا:

میرا حق کوئی نہیں مارا جا رہا 36 سال میرے نہیں مارے گئے ۔بہت اچھا ہو یا نہ جو میرے ساتھ ہو یا ہے

مرزا مسرور:

نہیں تمہارا حق مارا گیا تم نے 36 سال تو سوال نہیں اٹھایا جو تمہیں اٹھانا چاہیے تھا

ندا:

نہیں نہیں نہیں اٹھایا تو ٹھیک ہے یہ یہی غلطی ہے نہ میری

مرزا مسرور:

اس بات پر اس بات پر یہ جو بات ہے نہ

ندا:

ہاں

مرزا مسرور:

اس کی بات پر تو گواہی چاہیے ہوتی ہے جو شریعت چاہتی ہے

ندا:

نہیں نہیں الاسلام پہ ہے میں نے السلام پہ نکال دیا ہے

مرزا مسرور:

الاسلام پر السلام پر میرے پاس ساری چیزیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں

ندا:

تو پھر آپ اپنی ویب سائٹ (Website) ٹھیک کریں ہاں

مرزا مسرور:

چاہے وہ چاہے وہ مرد ہو چاہے وہ مرد ہو یا عورت یا یہ الاسلام میں ہے تو غلط ہے میرے پاس حدیثیں موجود ہیں

ندا:

ھمم ممم

مرزا مسرور:

چاہے وہ مرد ہو یا عورت اگر دوسرا فریق تسلیم نہیں کرتا تو

ندا:

نہ چار گواہ چاہیے اڈلٹری (Adultery) میں ریپ (Rape) میں نہیں چاہیے

مرزا مسرور:

دیکھو دیکھو پہلی بات تو یہ کہ اس بات میں چار گواہ ہیں ٹھیک ہے

ندا:

ہمم

ندا:

اڈلٹری (Adultery) میں

مرزا مسرور:

اڈلٹری (Adultery) میں ٹھیک ہے؟ چار گواہ چار گواہ

ندا:

یہ اڈلٹری (Adultery) نہیں ہے یہ ریپ (Rape) ہے

مرزا مسرور:

ہماری بات تو سنو نا

ندا:

ھمم

مرزا مسرور:

دوسری بات ہوگئی ریپ کی

ندا:

ہاں

مرزا مسرور:

اگر ایک فریق کہتا ہے کہ میں نے ریپ (Rape) کیا اگر ایک مرد ایک آدمی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ پاس آیا اس نے تسلیم کیا کہ میں نے ریپ (Rape) کیا اس عورت کو آنحضرت صلی اللہ نے کہا عورت سے بھی پوچھو اگر وہ کہتی ہے کہ ہاں تو پھر اسکی بات مانی جائے گی نہیں تو اسکی بات نہیں مانی جائے گی تو سوال یہ ہے

ندا:

نہیں عورت نے ثبوت پیش کیے تھے؟ ثبوت پیش کیے تھے؟

مرزا مسرور:

تو عورت سوال یہ ہے کہ دونوں فریقین

ندا:

نا نا نا گواہیاں آتی ہیں جب ثبوت نہیں ہوتے میں نے ثبوت پیش کیے ہیں

مرزا مسرور:

میری بات سنو بات سنو یہ مجھے جو شریعت پتہ ہے میں تو وہ بتا رہا ہو جو تمہیں شریعت پتہ ہے اس کا مجھے علم نہیں اس کی بھی میں تحقیق کرلوں گا کہ وہ کیا شریعت ہے

ندا:

ہمم

مرزا مسرور:

جو مجھے پتہ وہ تو یہی ہے کہ دو طرح کی صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کے چار گواہ لائے

جائیں

ندا:

ہمم

مرزا مسرور:

تین طرح کے

ندا:

اڈلٹری میں اڈلٹری (Adultery) میں ریپ (Rape) میں نہیں

مرزا مسرور:

ایک ایک ایک یہ کہ چار گواہ لائیں جائیں

ندا:

اڈلٹری (Adultery) میں۔ہاں

مرزا مسرور:

اڈلٹری (Adultery) ہو یا ریپ (Rape) ہو کوئی خاص تفریق نہیں

ندا:

نہیں نہیں نہ نہ نہ نہ نہ بالکل نہیں ریپ میں

مرزا مسرور:

نہ نہ نہ کیوں تم زیادہ جانتی ہو میرے سے

ندا:

ہاں نہیں میں نے کہا مجھے پتہ ہے کہ قرآن میں صرف اڈلٹری (Adultery) میں کہتے ہیں

مرزا مسرور:

میری میری بات سنو

ندا:

پھر اپنی ویب سائٹ (Website) ٹھیک کرے پھر کیا یہ غلط بتائیں اپنے

مرزا مسرور:

میری بات سنو

ندا:

ہاں

مرزا مسرور:

اگر ویب سائٹ سے غلط اگر ویب سائٹ غلط

ندا:

بہر حال میں قرآن کا حوالہ آپ کو کل بھیج دوں گی

مرزا مسرور:

میری بات تو سنو میری بات تو سن لو نہ پہلے اپنے طرف سے نہ بولی جاؤ نہ میں نے بات ختم نہیں کی تم اپنی سے شروع کر دیتی ہو

ندا:

ھمم

مرزا مسرور:

میں بتا رہا ہوں تمہیں تین صورتیں ہوتی ہیں ایک چار گواہ لانے کی ایک صورت میں ایک صورت میاں بیوی کی صورت میں دونوں کا بیان داخل ہو تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ان سے تسلیم پوچھا جائے دونوں سے اگر دونوں فریق اقرار کرتے ہیں تو پھر سزا ملتی ہے اور

اگر نہیں کرتے تو پھر سزا نہیں ملتی

ندا:

ھمم

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے؟

ندا:

اچھا ٹھیک ہے ٹھیک ہے مگر میں نے جو ثبوت پیش کر چکی ہوں اس میں بار ہ لغویات ثابت ہو رئی ہے آپ تو کہہ رہے ہیں میں نے لغویات پہ بھی نہیں عہدوں سے ہٹانا

مرزا مسرور:

تم تو تو میں جتنا میں جانتا ہوں اس میں یہ ہے باقی ریپ کے لیے بھی گواہوں کی ضرورت ہے

ندا:

اچھا ٹھیک ہے جو میں خیر اس کو نہیں آپ سے ایگری (Agri) کر رہی ٹھیک ہے وہ میں آپ کو سارے نہیں نہیں میں آپ کو نہیں قرآن پہ لکھا ہوا ہے قرآن نہیں قرآن اوپر آتا ہے آپ سے

مرزا مسرور:

میں تو جتنا جتنا سنت اور حدیث پہ قرآن کو

ندا:

میں بھی سنت اور حدیث پہ بھی میں بات کہہ رہی ہوں

مرزا مسرور:

ہیں تم نے تم شائد زیادہ جانتی ہو گی میرے سے مجھے اتنا علم نہیں تو میں اگلی دفعہ اپنا علم بڑھانے کے بعد

ندا:

اچھا ریپ کو ایک طرف کریں ان جو گفتگو ہوئی ہیں ایک میلز اور واٹس ایپ چیٹ وہ لغویات تو کلیر کٹ بلیک اینڈ وائٹ ثابت ہو رہا ہے

مرزا مسرور:

دیکھو میں نے تمہیں کل پچھلی دفع بھی کہا تھا نہ ان الفاظ میں دو دو مطلب نکلیں باقی میں نے وہ بھیجا ہے مجھے وضاحت دو وہ دوسرے فریق سے بھی پوچھنا ہوتا ہے نہ کیا کہا ہے اس نے

ندا:

آپ نے کہا وہ سمجھا رہا تھا اور آپ نے ایک بچگانہ والی بات مان لی

مرزا مسرور:

نہیں میری بات سنو میرے میرے میں نے دوسرے فریق سے بھی پوچھنا ہوتا ہے میں نے اب تمہاری جوای میلیں ہیں وہ دی ہوئی ہیں بھیجی ہوئی ہیں

ندا:

نہیں نہیں مجھے وہ بتائیں آپ آپ کا جو لفنگا جو ہے سالہ اس وہ تو کہہ رہا ہے میں سمجھا رہا تھا

مرزا مسرور:

ہاں وہ سمجھا رہا تھا اگر وہ وہ قسم کھا کے کہتا ہے اس نے

ندا:

ہائے قسم کھانے کی کیا کلیر کٹ کسی نے جو جس نے بھی دیکھا ہے جس نے بھی دیکھا ہے وہ چیٹ وہ کہہ رہا ہے کہ کلیر کٹ آپ کا برٹش کورٹ (British Court) کوئی نہیں مانے گا یہ میں بتا دوں کہ برٹش کورٹ

مرزا مسرور:

کلیر کٹ کوئی بات مجھے سمجھ نہیں آئی

ندا:

اچھا ویسے پھر اللہ رحم ہی کرے میں بس یہ کہہ سکتی ہوں ہاں ٹھیک ہے ہاں ہاں

مرزا مسرور:

اللہ رحم کرے ہم پر

ندا:

بہر حال وہ برٹش حکومت کے سپریم ہیڈ (Supreme Head) کوئی نہیں ہیں برٹش کورٹ کوئی نہیں مانے گی کوئی عدالت نہیں مانے گی کہ اس میں لغویات نہیں ہیں

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے جب برٹش ۔ برٹش نیشنل کو جب بلاؤ گی تو دیکھیں گے لیکن میری نصیحت تمہیں یہی ہے میں بحیثیت نگران تمہیں نصیحت کرسکتا ہوں اور میری میری نصیحت تمہیں یہی ہے کہ تمہاری عزت بھی اسی میں ہے کہ اب اس کو چھوڑ و معاملے کو اور آئندہ سے اگر اگر کوئی ہوا بھی کچھ تھا مجھے نہیں پتہ کہ ہوا بھی کہ نہیں اگر ہوا بھی تھا تو وہ وہ لوگ اپنے محتاط ہو گئے کہ توبہ تائب کرلی ہوگی

ندا:

نہیں نہیں میں نے نہیں چھوڑنا یہ آپ سن لیں میرے سے میں نے کسی حال اور کسی

صورت میں نہیں چھوڑنا

مرزا مسرور:

میں میں تمہیں میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ چھوڑ دو

ندا:

آپ کی نصیحت غلط ہے اسلام کے خلاف جاتی ہے

مرزا مسرور:

میں تمہیں کہہ رہا ہوں مجھے نصیحت کرو اسلام کے خلاف جاتی ہے تو بیشک بیعت بھی نہیں کرنی چاہیے

ندا:

نہیں دوبارہ میں دوہراوں گی میں ندا ہوں چچا مودی نہیں ہوں آپ نے بیعت سے نکالنا ہے تو آپ نکالیں

مرزا مسرور:

نہیں میں کہہ رہا ہوں کہ ایسا شخص جو اسلام کے خلاف بیعت کر رہا ہے اسلام کی

ندا:

نہیں کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ آپ خود پھنسے ہوئے ہیں مجھے نہیں پتہ آپ کیوں پھنسے ہوئے ہیں اور میں آپ کے لیے مستقل ۔ بالکل لگ رہا ہے کہ آپ کمپرومائیزڈ ہیں فارسم ریزنز(for some reasons,Compromised)

مرزا مسرور:

میں نہ میں نہ پھنسا ہوں نہ مجھے کوئی ایسی مجبوری ہے

ندا:

پھر نہیں خدا کا نہیں ادھر ان کیس (In case) آپ پھنسے نہ ہوتے تو آپ ایسی باتیں نہ کر رہے ہوتے یہ آپ کو زیب ہی نہیں دے رہیں حضرت صاحب یہ باتیں

مرزا مسرور:

بات ٹھیک ہے بات سنو اگر تم سمجھتی ہوں

ندا:

ہمم

مرزا مسرور:

کہ مجھے زیب نہیں دیتی اور میں غلط کام کہہ رہا ہوں اور اسلام کے خلاف کام کہہ رہا ہوں تو پھر ایسے شخص کی بیعت میں رہنے کا فائدہ کیا ہے؟

ندا:

نہیں نہیں میں بیعت میں میں نہیں وہ میرا وہ آپ میرے پہ وہ نہیں کر سکتے مجھ پر زبردستی وہ میں نے فیصلہ کرنا ہے آپ ڈکٹیٹ (Dictate) نہیں کر سکتے ہاں

مرزا مسرور:

میں تو زبردستی کر ہی نہیں رہا میں تو تمہیں دونوں چوائس (Choice) دے رہا ہوں

ندا:

مجھے میرے سارے چوائس میرے سامنے ہی۔ اور جب یہ میرے کوئی جاننے والا washington post میں کام کرتا ہے یہ جب دنیا میں کھلے گا سارا معاملہ پھر آپ ہینڈل (Handle) کر لینا جو بھی ہینڈل کرنا ہوگا آپ نے

مرزا مسرور:

کیا یہ ہینڈل کرنا؟ پہلے بھی تم نے سوشل میڈیا پہ ایک کھولا ہوا ہے معاملہ ایک اور کھل

جائے گا

ندا:

ہاں ہاں پھر کیا ہو گا

مرزا مسرور:

دنیا دنیا دنیا تو چار دن باتیں کرے گی

ندا:

نہیں جی یہ آپ کے دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

مرزا مسرور:

دنیا چار دن بابا تیں کرے گی

ندا:

بلکل نہیں یہ آپ کی خوش فہمی ہے یہ آپ کی خوش فہمی ہے

مرزا مسرور:

تمہاری عزت اسی میں ہے کہ تم خاموش رہو

ندا:

نہیں میں نے میری مجھے میری بھاڑ میں جائے میری عزت یہ لوگ تو اب بھگتیں اپنی سزائیں چاہے اس میں میں خود نہیں نہیں نہیں نہیں دیکھیں نہیں کے نہیں انہوں نے اپنی موتوں کی مہریں لگا لی ہیں مجھے ہاتھ لگا کے

مرزا مسرور:

دیکھیں گے کس نے موت کی مہر لگائی ہے

ندا:

تو ٹھیک ہے دیکھیں اور دوسرا آپ کہہ رہے ہیں۔ میرے اندر کیا اسپیشل (Special) میں نے تو آپ کو خط میں لکھیا ہویا ہے کہ جو آپ کے پیروں کے نیچے مٹی ہے میں تو اس کے برابر بھی نہیں ہوں میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا حضرت صاحب کہ میں سپیشل ہوں آپ نے اس لفنگے کو خدا بنایا ہویا ہوا ہے جو ساری جماعت کو آپ نے داؤ پر لگائی ہوئی ہے اس لفنگے کی خاطر

مرزا مسرور:

میں نے میں نے میں نے خدا نہیں بنایا ہوا میں نے معاملہ یا تو حقائق کے اوپر ہوتا ہے یا

ندا:

اوہ! آپ حقائق کے خلاف جا رہے ہیں جب ثبوت میں نے دے چکی ہوں

مرزا مسرور:

صرف ایک ایک جو ای میل (E-mail) ہے اس میں صرف ایک فقرہ ہے کہ غلط قسم کا اور اس پہ بھی تم نے جواب دیا ہوا ہے اپنا اپنا آپ کرنے کا لیکن اس سے اس فقرے سے

ندا:

ان نے کہا خود سے کیا یا کسی اور سے کیا اس کا مطلب

مرزا مسرور:

سوال یہ ہے کہ اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے تمہارے سے کچھ غلط کام کیا؟

ندا:

نہیں مگر یہ تو ثابت ہو رہا ہے کہ یہ جو لفنگا ہے وہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ جو ناظر اصلاح وارشاد بنا ہو یا ہے اس سیٹ (Seat) کے قابل نہیں ہے وہ آدمی وہ درندہ

مرزاا مسرور:

مسئلہ ہے ٹھیک اس کا تو ایک علیحدہ مسئلہ ہے نہ یہ اس اس فقرے سے کوئی کوئی ۔۔

ندا:

سیکس ۔ Sexsual ۔ نہیں نہیں وہ میرے ناظر ہیں میں ان کے انڈر آتی ہو ۔ sexual harassment تو ہو رہی ہے

مرزا مسرور:

رہنے دے ڈاوٹ ڈاوٹ میں چلا جاتا ہے Sexsual Harassment نہیں ہوئی تم نے بھی تو جواب دیے ہوئے ہیں

ندا:

استغفار حضرت صاحب پلیز یہ نہیں آپ کو باتیں زیب دیتیں ان کے کلیر کٹ جواب ہیں اور ہاں یہ بھی میں نے لوگوں کو بتائے بغیر آپ کا نام لیا ہے کہ کسی نے کہا کہ یہ تو بچپن میں تم کو غصہ چڑھتا تھا کوئی تو اتنا ہنس کے لوٹ پوٹ ہونے لگا تھا کہ پھر سیٹ سے گرنے لگا تھا آپ کا تمسخر ہو گا جب یہ باتیں جب نکلیں گی

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے دیکھو جو بھی جو بھی کرنا ہے تم نے تم نے میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں تو

ندا:

ہاں ! آپ انصاف نہیں نہیں نہیں آپ مجھے یقین کر رہے تھے جب یہ آدمی نے انٹری

ماری آپ نے میرے باباوالی بات پہ بھی یقین کیا آپ نے چچا مبشر والی بات پہ یقین کیا اور آپ نے کہا میں یقین کر رہا ہوں آپ نے نہیں نہیں سنیں ایک سکینڈ ایک سیکنڈ نہیں

مرزا مسرور:

تو میں نے جب میں سوال جواب کر رہا ہوں تمہارا

ندا:

تو سوال نہیں اچھا اسکا بھی جواب میں دیتی ہوں آپ نے انویسٹی گیشن (Investigation) تب کیوں شروع کی ہے جب یہ جو کھوتا ہے آپ کا سالہ وہ اینٹری اس نے مارا ہے آپ نے اس وقت کیوں انویسٹی گیشن (Investigation) نہیں شروع کی ہے تین مارچ کو؟ جب میں نے آپ کو بتایا ہے انصاف کا تقاضا وہ بنتا تھا یہ نہیں بنتا تھا جب آپ کا گھر داو پہ لگا ہوا ہے اس وقت

مرزا مسرور:

تمہیں تمہیں تمہیں کیا پتہ کہ میں نے کس طرح کی انویسٹی گیشن شروع کی ہے اور کب شروع کی ہے؟

ندا:

تو پھر نہیں پھر پھر تو ایکٹنگ (Acting) ہو رہی ہے کہ آپ نے رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تمہارے ساتھ ظلم ہو ریا اے تمہیں یہ ہو ریا اے تو پھر آپ دوغلا پن کر رہے ہیں

مرزا مسرور:

اچھا اچھا دوغلہ پن کیسے تو میں یہی تو کہہ رہا ہو کہ جو بندہ دوغلہ ہو تو اس کی بیعت میں کیوں تم بیٹھی ہوئی ہو؟

ندا:

بس میری مرضی میری مرضی جیسے آپ اپنی غلط مرضیاں کر رہے ہیں میری مرضی میں نہیں آپ کی بیعت سے نکلوں گی کیونکہ آپ چاہتے ہیں کہ میں نکلوں اور آپ کہیں یہ لڑکی نکلی ہے میری بیعت سے یہ میں آپ کو ہاں

مرزا مسرور:

بیعت کا مطلب کیا ہوتا ہے تمہیں پتہ ہے بیعت کا مطلب

ندا:

ہاں جی مجھے بیعت کا مطلب پتہ ہے الیجنس (Allegiance) لینا کسی کا

مرزا مسرور:

کیا کرنا؟

ندا:

الیجنس (Allegiance) دینا اپنا

مرزا مسرور:

الیجنس (Allegiance) دینا نہیں بیعت کا مطلب ہوتا ہے جو بیع سے نکلا ہے جو اردو کا لفظ ہے اس کا مطلب ہے بیچ دینا اپنے آپ کو

ندا:

ہمم! ادھر تو کافی کچھ بیچا ہویا ہے ادھر جو ایک کنجر خانہ کھولا ہویا ہے احاطہ خاص میں وہ تو ایک ایڈ ریڈ زون ائیریا کھلا ہویا ہے ہاں عامر لگا ہویا اے ڈاکٹر مبشر لگے ہوئے ہیں محمود شاہ لگا ہویا ہے پورا ریڈ لائٹ

ایریا بنا ہو یا اے یہ احاطہ خاص

مرزا مسرور:

بات سنو تم تو خود اپنے آپ کو بھی کہتی رہی ہو اچھا عامر نے تو تمہیں مجبور نہیں نہ کیا تھا؟

ندا:

عامر بھائی کو میں کئی دفع بات بتا چکی ہوں کیا کہوں میں کلیر کٹ بات میں کر رہی ہوں ان کو اریکشن (Erection) نہیں ہوئی تو میں بھاگی ادھر سے (مطلب عضو تناسل کھڑا نہیں ہوا)

مرزا مسرور:

تم تو ایک دفعہ کر گزری ہو تم کہہ چکی ہو اس کہ اس وہ اس قابل ہی نہیں تھا

ندا:

ہاں تو وہ سسٹم ہی نہیں جب ہوا کام تو میں نے ادھر سے ایک سپرنٹ (Sprint) ماری کہ یار شکر ہے کہ گھر آ کر نفل پڑھے یا اللہ اس دفعہ تم نے مجھے بچا دیا ہے

مرزا مسرور:

دیکھو نہ ایک! ایک ایک دفعہ تو ایک دفعہ تو پیش کیا نہ تم نے اپنے آپ کو

ندا:

میں نے تو نہیں پیش کیا! انہوں نے خود مجھے میں نے کب کہا کہ میں نے عامر بھائی کو پیش کیا ہے؟ مجھے ایک دفعہ بتائیں میرا یہ جملہ تھا

مرزا مسرور:

میں تمہیں میں نے تمہارے سے یہ پوچھا تمہارے سے پوچھ چکا تھا میں نے تمہارے سے پوچھا کہ اس کی تم بعد میں تو وہ تو اس قابل نہیں تم نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا کہ میں

نے وہ اسکو دیکھا نہیں وہ تو اس قابل ہی نہیں کہ تعلق قائم کر سکے

ندا:

کیا کر سکے؟

مرزا مسرور:

وہ اس قابل نہیں ہے کہ تعلق قائم کر سکے یہ تم نے ہی مجھے بتایا تھا پچھلی بار

ندا:

میں نے یہ کیوں کہ مجھے یہ میں اریکشن (Erection) کا لفظ یوز نہیں کرنا چاہتی تھی اتنا شرم حیا ہے میرے اندر ہے کہ خلیفہ وقت کے سامنے کس جملے میں بولنا اے میں وہ انہوں نے مجھے ایک طرف اپنے گھر لے کے گئے کوشش کی نہیں وہ قدرتی طور پہ کامیاب ہوئے اور میں نے ادھر سے ایک سپرنٹ ماری

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے تم اس پر پہلے بھی تو شور مچا سکتی تھی چیخ مار سکتی تھی

ندا:

نہیں نہیں نہیں آپ اگر کچھ انٹرنیٹ پہ ریسرچ کریں میری تھراپسٹ (Therapist) ہر کوئی سائکولوجیسٹ (Psychologist) کہے گا کہ ہر وکٹم (Victim) کا ایک اپنا رسپانس (Response) ہوتا ہے میرا رسپانس ہے کہ میں

مرزا مسرور:

انٹرنیٹ کی باتیں نہ کرو

ندا:

میں ڈاکٹر کی کہہ رہی ہوں میں تھراپسٹ کی کہہ رہی ہوں جو آپ نے خود آپ نے میرا

علاج شروع کیا اور وہ ٹاپ کی تھیراپسٹ ہے اور وہ کہہ رہی ہے تم ایسی وکٹم ہو جو تم فریز (Freeze) کر لیتی تھی تم اپنی حفاظت ہی نہیں 1 سال کا بچہ مولیسٹ (Moleste) ہو رہا ہے اور پھر آٹھ سال کی عمر نہیں نہیں مجھے نہیں ایک سکینڈ۔

ہاں ہاں

مرزا مسرور:

تم تم جب یہاں سے لنڈن سے جاتی رہی ہو یہاں پاکستان اپنے بابا سے اپنے بابا سے جان چھڑا کے جاتی رہی ہو تو پھر واپس کیوں آتی تھی یہاں

ندا:

واپس میں نے بتا دیا پھر مجھے حضرت صاحب اس وقت آپ مجھے پتہ سمجھ نہیں آرہی کہ میں ایجوکیٹڈ (Educated) آدمی سے بات کر رہی ہوں یا کیا؟ کہ ایک سال کا بچہ کسی کے چنگل میں ہے آٹھ سال سے ریپ ہو رہا ہے کئی ہفتے میں کئی مرتبہ ہو رہا ہے میں ماوف ہو چکی تھی میں آپ کو لکھ چکی ہوں کہ میں اتنی ماوف تھی کہ کبھی میں نے اپنے لیے دعا تک نہیں کی تھی ہاں وہ پنجرہ ٹوٹا ہے یکم 1 مارچ کو جب آخری دفعہ اس آدمی نے میرے سے خوشی چھیننے کی کوشش کی پھر میں وہ پھٹی ہوں جیسے الٹی آتی ہے میں نے دو تین خطوں میں لکھا ہے مجھے اس دن الٹی آئی ہے۔ اگر میں نے۔ اگر یہ پری پلینڈ (Pre-pland) ہوتا تو میں بابا۔ آہاں

مرزا مسرور:

میرے نزدیک میرے نزدیک اب تمہاری عزت اور اسی میں ہے کہ اب اس کو چھوڑ دو باقی تو تمہارا کوئی کام تمہارے سے کچھ نہیں ہو گا اب تم بچ گئی ہو چھُٹ گئی ہو اس سے

ندا:

نہیں نہیں ان کو سزائیں سزائیں نہیں بنتی ؟ یہ آپ کہہ رہے ہیں کے سزائیں نہیں بنتی آپ کے نزدیک ؟

مرزا مسرور:

نہیں دیکھو سزا سزا اس وقت بنتی ہے جب کچھ مجرم پہ جرم ثابت ہو جائے ۔تو جرم

ندا:

افف اچھا پھر برٹش کورٹ فیصلہ کرے گی کس نے وہ کیا ہے جرم اور جرم کس نے نہیں کیا ٹھیک ہے؟ اور آپ کے بھی سارے جو آپ نے بھی باتیں کی ہیں وہ بھی آگے آئیں گی

مرزا مسرور:

کورٹ کورٹ کیا فیصلہ کرے گی میں نے کیا کیا کیں تمہیں ایسی باتیں؟

ندا:

بس نہیں بس ٹھیک ہے بس ٹھیک ہے حضرت صاحب آپ یہ خود یہ نہیں آپ خود اس معاملہ اس طرف لے کے جا رہے ہیں اور آپ کو پتہ ہے کہ میرا واٹس ایپ پہ بھی ویسے میسج وائرل کل ہو گیا ہے اور ساری دنیا میری سائڈ لے رہی ہے سارے کہہ رہے ہیں کہ یہ لڑکی ٹھیک بول رہی ہے کم از کم کوئی تو بولا اے

مرزا مسرور:

وہ تو وہ ٹھیک ہے چند ایک چند ایک

ندا:

نہ نہ نہ نہ نہ نہیں سارے تنگ ہیں اس نظام سے یہ جو جھوٹا منافقوں والا نظام ہے ٹھیک ہے؟ وہ سارے تنگ ہیں

مرزا مسرور:

چند ایک منافق بولیں گے نہ

ندا:

چند ایک نہیں پیارے حضور آپ اتنے معصوم اس وقت آپ مجھے لگ رہے ہیں بھولے کہ آپ کو لگ رہا ہے کہ ہاں

مرزا مسرور:

منافقین بولیں گے جماعت کے مخالفین بولیں گے

ندا:

نہیں نہیں جو مخلص جو مخلص احمدی ہیں جو مخلص احمدی ہیں نہیں نہیں بالکل کون آپ کون ہوتے ہیں کہنے؟ نہیں سارے مخلص وہ سارے بیزار ہو چکے ہیں ریپ ہو یہ ہو فلانا ہو انٹرنیٹ پہ اخراج ہو رہے ہیں لُڈی پہ اخراج ہو رہا ہے مگر ریپ پہ نہیں ہو رہا ماشاء اللہ سبحان اللہ

مرزا مسرور:

بات سنو بات سنو مخلصین ہیں نہ مجھے بھی دکھ رہے ہیں کہ وہ خبر کس کے ساتھ ہیں

ندا:

ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے پھر دیکھی جائے گی پھر جب ویسٹرن ورلڈ میں میں جاؤ گی پھر ری ایکشن دیکھتے ہیں اور پھر جس نے بھی بھگتنا ہے وہ بھگتے

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے تو پھر اس کے ثبوت پہ پھر جماعتی نظام جو تمہارا میں کچھ نہیں کروں گا پھر جماعتی نظام اپنے قواعد کے مطابق جو تمہارے متعلق کرے گا وہ میں پھر اس کو کہوں گا ٹھیک ہے پھر کہ جو مرضی کرنا چاہتے ہو کرو

ندا:

ہاں ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے جو آپ نے کرنا ہے مجھے کوئی میں صرف اللہ کا خوف رکھ رہی ہوں اس وقت مجھے آپ سے کوئی ڈر نہیں ہے

مرزا مسرور:

اللہ کا خوف اگر ہے تو پہلے دن سے ہی ہونا چاہیے تھا

ندا:

نہیں نہیں ان کو کیوں نہیں کہتے ان لفنگوں کو کیوں نہیں کہتے کہ لفنگے تم نے کیوں یہ باتیں کی ہیں آپ کے آپ کے کندھوں پہ چڑھ کہ وہ عورتوں کو ریپ کر رہا ہے آپ نے اتنی طاقت دی ہے یہ کچھ نہیں تھا ابا کی زندگی میں وہ گوبر سے بھی بدتر تھا آپ نے اس آدمی کو طاقت دی ہے اتنی طاقت دی ہے کہ اب آپ ہی اس کے سامنے کانپ رہے ہیں

مرزا مسرور:

اچھا اچھا میں بھی کانپ رہا ہوں اچھا پھر اور کیا کہنا چاہتی ہوں؟

ندا:

یہ اتنی کے ٹیررکی ہوئی ہے ربوہ میں وہ جو مرضی کرے اب اطہر بھائی کا لوگ لوگ یہ نہیں کہتے کہ اطہر بھائی کو مرڈر کروایا ہے کیونکہ عظمیٰ باجی کے ساتھ افییر چل رہا تھا کیا باتیں میں بتاؤں میرا منہ نہ کھلوائیں اس وقت کہ عوام باتیں کرتے ہیں آپ اس کو پروٹیکٹ کر رہے ہیں؟ اپنی بیوی کی وجہ سے

مرزا مسرور:

میں کسی وجہ سے نہیں کر رہا

ندا:

بالکل کر رہے ہیں ہاں

مرزا مسرور: چلو ٹھیک ہے

ندا:

اور یہ بھی میں نے کہنا ہے کہ آپ کے پاس میں نہیں گئی تھی چچا بنا کے میں گئی تھی ایز آ خلیفہ وقت آپ کا کوئی رائٹ نہیں تھا خالہ صبوح صبوئی کو بتانا کوئی رائٹ نہیں تھا

مرزا مسرور:

کیا کیا؟

ندا:

باباوالی بات

مرزا مسرور:

کیا؟

ندا:

باباوالی بات

مرزا مسرور:

کونسی باباوالی بات

ندا:

آپ میں نے پوچھا تھا آپ کو آپ نے خالہ صبوئی یا چچا فوری کو بتایا ہے؟ آپ نے کہا ہاں صبوئی کو میں نے بتا دیا ہے فوری کو نہیں بتایا فوری کا کیوں تم پوچھ رہی ہو؟

مرزا مسرور:

کیا کیا چیز؟

ندا:

یہ باباوالا معاملہ

مرزا مسرور:

سوال یہ ہے کہ پہلے اس کے دس آدمیوں کو پتہ تھا

ندا:

کیا؟

مرزا مسرور:

دس آدمیوں کو پتہ تھا اس سے پہلے تمہارا یہ معاملہ

ندا:

نہیں نہیں نہیں نہیں نہ نہ میں نے پوچھا تھا کہ آپ نے بتایا ہے خالہ صبوئی کو اور آپ نے کہا تھا ہاں

مرزا مسرور:

میرے بتانے سے میرے بتانے سے میرے بتانے سے پہلے انکو پتہ تھیں باتیں ساری خود تم نے کہا

ندا:

ٹھیک ہے ٹھیک ہے وہ تو میرا رائٹ تھا بتانا میرا راز آپ کو کیا رائٹ تھا خالہ صبوئی کو بتانا؟

مرزا مسرور:

سوال سوال ہے تم نے آ کے کیوں بتا دیا دس آدمیوں کو بتا دیا

ندا:

ٹھیک ہے وہ بٹ اٹ واز مائے سیکریٹ ٹو ٹیل ناٹ یور سیکریٹ(But it was

(my secret to tell not your secret

مرزا مسرور:

میرا سیکرٹ نہیں او وہ لوپے کو تم نے بتایا تھا ان کے ذریعے سے اس کو بھی خبر پہنچ چکی تھی

ندا:

یہ یہ یہ بی سائیڈ دا پوائنٹ ہے خبر پہنچ چکی تھی نہیں پہنچ چکی تھی آپ نے کیوں بتایا؟

مرزا مسرور:

جب خبر پہلے کسی کو کچھ پتہ ہو تو اس کو بتایا جا سکتا ہے باقی میرا میں نے میں نے یہ دیکھنا ہے کیا بتانا ہے کیا نہیں بتانا وہ میرا مسئلہ

ندا:

نہیں آپ کا بالکل رائٹ نہیں ہے خلیفہ وقت آپ میں مرزا مسرور احمد کے پاس نہیں گئی تھی میں خلیفۃ المسیح خامس ایدہ اللہ وتعالیٰ بنصرہ العزیز کے پاس گئی تھی

مرزا مسرور:

یہ اتنی جو دعائیں دے رہی ہو اتنی دعائیں دے رہی ہو پھر اس کی بات بھی مان لو

ندا:

نہیں آپ کی غلط ہم جب بیعت کرتے ہیں جو کہہ رہے ہیں بیچنے والی بات ہم کہتے ہیں ہم آپ کا معروف حکم مانیں گے یہ معروف نہیں ہے

مرزا مسرور:

معروف معروف کی ڈیفینیشن (Definition) کون کرے گا؟

ندا:

ہاں وہ ٹھیک ہے وہ اللہ ڈیسائیڈ کرے گا

مرزا مسرور:

نہیں اللہ ڈیسائیڈ (Decide) نہیں کرے گا قرآن میں آیت پہنچ چکی ہے

ندا:

نہیں پھر نہیں کیا اب بات میں بھی پھر اللہ نے کیوں نہیں پردہ رکھے حضرت نوح کے بیٹے کے حضرت لوط کی بیوی کے یہ کیوں نہیں پردے رکھے

مرزا مسرور:

وہ وہ وہ اللہ مالک ہے

ندا:

ہاں تو اب اس وقت اللہ کی تقدیر چل رہی ہے آپ کیوں میں آج ہی نماز میں نماز پڑھ رہی تھی کہ یا اللہ خدا تعالیٰ حضرت صاحب کی آنکھیں کھول اس آدمی کو بچا دے اگر خود نہیں بچنا چاہتا۔ ہاں

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے ٹھیک ہے اگر تم یہ دعا کر رہی ہو تو دعا کرتی رہو بڑی اچھی دعا ہے میرے لیے اس سے اچھی دعا میرے لیے کون سی ہو

ندا:

نہیں اور آپ دوسرا اگر آپ کو لگتا ہے میں غلط کہہ رہی ہوں تو آپ پھر اتنا مجھے چپ کیوں کروا رہے ہیں؟ پھر ریلیکس کریں پھر لعنت آئے گی میرے پہ

مرزا مسرور:

میں چپ تو تمہیں نہیں کروا رہا میں کہا تمہاری عزت اس میں ہے

ندا:

نہیں عزت نہیں کسی۔سارے ہنس رہے ہیں اس پہ۔ہنس رہیں ہیں اس پہ کہنا کہ اس میں عزت ہے آپ کا تمسخر ہو رہا ہے

مرزا مسرور:

تو تمہارے،تمہارے چند لوگ ہنس رہے ہوں گے

ندا:

نہیں چند نہیں لوگ دنیا ہنسے گی آپ پر

مرزا مسرور:

چلو بس ٹھیک ہے جب ہنس لے گی تو

ندا:

ہاں ہاں میرے نانا نے آپ کو ایک چیز مکمل طور پہ پکڑائی تھی ہاں اب اگر اس کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ ہاں۔

مرزا مسرور:

تمہارے نانا نے کچھ نہیں کیا یہ حضرت مسیح موعود

ندا:

جو بھی جو نیچے چلی جا رہی ہے بقایا تو وہ جو آخری جو جو آدمی تھا وہ میرے نانا تھے ٹھیک ہے انہوں نے ایک مکمل طور پر چیز پکڑائی ہے جو آپ اس کو توڑنے میں تلے ہوئے ہیں

مرزا مسرور:

ہاں کوئی آخری ہر خلیفہ اپنے وقت میں آپنے اپنے مطابق کام کرتا ہے اور ہر خلیفہ میں نبی کے کوئی نہ کوئی صفات ہوتی ہے کوئی یہ چیز نہیں کہ میں کچھ

ندا:

نہیں اور اگر اور انویسٹی گیشن چل رہا تھا تو آپ کیوں آپ نے بابا کہ وقت کیوں نہیں پوچھا اس وقت مجھے سوال انوسٹی گیشن یہ نہیں ہوتا کہ ایک طرف خاموشی سے انوسٹی گیشن چلتا ہے پولیس اسٹیشن جاؤ تو دونوں پارٹیز کو پتہ ہوتا کہ انویسٹی گیشن چل رہا ہے

مرزا مسرور:

ہر ایک کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے

ندا:

نہیں جی نہیں یہ انوسٹی گیشن کا طریقہ غلط ہے فیئر رولز کے خلاف جاتا ہے

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے ٹھیک ہے غلط ہے تو پھر اب کیا کیا جائے؟

ندا:

ہاں تو آپ غلط کر رہے ہیں ہاں سیمپل سی بات ہے ہاں

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے

ندا:

اور آپ نے آپ نے اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ میں نے کبھی ایک دفعہ نہیں کہا تھا کہ میرے فادر فیگر بنے آپ خود نے آپ نے اس سٹیپ پہ آئے تھے آپ نے امی کو کہا تھا کہ وہ میرا بچہ ہے میں میرے بچے کو کیسے چھوڑ دوں میں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے باپ بنیں نہ ویسے اب مجھے کوئی شوق بھی رہا ہے میرے لیے فخر کی بات یہی ہے کہ مرزا میں مرزا طاہر احمد کی نواسی ہوں

مرزا مسرور:

یہ بڑی اچھی بات ہے بڑی اچھی بات ہے اس سے اچھی بات کون سی ہو سکتی ہے مرزا طاہر احمد کی نواسی ہو اور تمہاری ممی نے تمہاری ممی نے خود کہا تھا مجھے کہ ندا روتی ہے کہتی ہے مجھے چھوڑ تو مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے

ندا:

کیونکہ اس وقت مجھے مجھے پیار تھا آپ سے اب میرا سارا لوگ جو آپ باتیں آپ کر چکے ہیں آپ میری نظروں سے گر چکے ہیں

مرزا مسرور:

تمہارے اپنے فون سے تمہارے اپنے فون سے تم نے یہی کہا تھا اس لیے میں نے کہا تھا کہ تم میرے بچوں کی طرح ہو یہی میں کہتا رہا ہوں

ندا:

ہاں۔ ہاں تو

مرزا مسرور:

پوچھتی رہی تھی میں نے کہا ہاں تم میرے بچوں کی طرح ہو

ندا:

نہیں ہاں مگر آپ جو ایک عمل میں عمل میں آپ یہ آپ کہہ رہے تھے آپ نے عثمان کو کہا ہے کہ ندا کو کسی قسم کی اب تکلیف نہیں ہونی چاہیے جو اس کے اوپر گزر چکی ہے ٹھیک ہے آپ کا رویہ بالکل اور تھا شروع میں اب گییں تو نہ ماریں۔ ہاں

مرزا مسرور:

اچھا

ندا:

آپ کے خطوں میں ثابت ہوتا ہے اور دوسرا میں یہ سیدھا آپ کے منہ میں پہ کہہ رہی ہوں فاتح داری یسری کو ہاتھ لگائے تو تو آپ اس کو معاف کریں جو آپ کہہ رہے ہیں بابا نے شائد معافی مانگی ہو ماشاء اللہ

مرزا مسرور:

کس سے؟

ندا:

آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے جب مذاق کا میں نے پوچھا آپ نے کہا کہ وہ شاید اس نے اللہ سے معافی مانگ لی ہو تمہیں کیا پتہ تو ایک آدمی مرڈر کمٹ کر لے یسری کو قتل کر لے آپ کہیں گے اوہ سوری ہاں ٹھیک ہے اس سے غلطی ہوگئی

مرزا مسرور:

بات یہ بات یہ نہیں ہے تمہارے جو معاملات ہیں نہ ان کو دیکھو باقی دھاندلی ہوگئی ہے اس میں تو جو حالات سامنے آئے میں نے کہا ہے بعض صورت دیکھی جاتی ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے یہ بھی ہوتا ہے امکانات

ندا:

اچھا اگر آپ نے بابا آپ نے تین مارچ کو اگر انوسٹی گیشن شروع کی ہے خدا کی قسم کھائیں میرے پاس

مرزا مسرور:

میں میں کیوں کھاؤں قسم؟

ندا:

اگزیکٹلی (Exactly) بس یہی آپ کی گپ پکڑی جا رہی ہے اس میں

مرزا مسرور:

تمہارے کہنے سے پہلے اس کو فون پر خط پہ لکھ دیا تھا

ندا:

نہیں انویسٹی گیشن آپ نے اس لفنگے کے وقت شروع کی ہے

مرزا مسرور:

پہلی دفعہ ہی پہلی دفعہ ہی یہ لکھ دیا جب مجھے یہ پتہ لگا تھا کہ تمہارے اتنے گھناؤ نے الزام ہیں انکو ثابت کرو اور اس میں اس نے لکھا تھا یہ غلط سب کچھ غلط ہے یہ ہے وہ ہے جو جو تم نے مجھے باتیں کی تھیں اس کے اوپر پہلا ایک خط میں نے مارچ میں ہی اس کو لکھ دیا تھا یا فون پہ میں نے بتایا تھا کہ تمہارے پہ یہ الزام ہیں

ندا:

پچھلی دفعہ آپ نے کہا ہے کہ میں نے اس کو خط لکھا ہے ابھی اس کا جواب ہی نہیں آیا آپ کی کسی بات میں کنسسٹنسی (Consistency) ہی نہیں ہے

مرزا مسرور:

کنسسٹنسی ۔ بات یہ ہے میں نے اس وقت اس کو کہا تھا کہ تمہارے پہ یہ الزامات ہیں اور اس نے مجھے پیغام دیا زبانی پیغام اس کا آ گیا تھا ٹھیک ہے اس کے بعد خط لکھا اور خط کا جواب بھی آ گیا

ندا:

نہیں کب آپ نے خط لکھا تھا پہلی دفعہ؟

مرزا مسرور:

نہیں پہلی دفعہ تم نے اسی وقت ہی جب تم نے میرے علم میں آیا تھا اس وقت میں نے کہہ دیا تھا کہ بڑا گھناونہ الزام تمہارے پہ ہے تم ان کی اصلاح کرو اس نے کہا جی اللہ

ندا:

یہ انویسٹی گیشن نہیں ہے یہ انویسٹی گیشن نہیں ہے یہ ایک سٹیٹ منٹ ہے

مرزا مسرور:

اچھا تمہاری انویسٹی گیشن تمہارے مطابق کرنی ہے میں نے یا اپنے مطابق کرنی ہے

ندا:

نہیں جو دنیا کے اصول ہیں اس کے مطابق کرنی ہے

مرزا مسرور:

نہیں میں نے میں نے تو اپنے اصولوں کے مطابق چلنا ہے۔

ندا:

ہاں تو پھر آپ کے اصول بڑے پھر نا انصاف ہیں صاف سی بات ہے ٹھیک ہے اور

مرزا مسرور:

ایسے نا انصاف بندے سے ایسے نا انصاف بندے سے تعلق جوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

ندا:

میری مرضی ہاں۔ ہاں۔ ہاں

مرزا مسرور:

ہاں ساتھ رہنا بھی ہے ساتھ مرضی بھی کرنی ہے

ندا:

ہاں بس جیسے آپ اپنے مرضیاں کریں کیونکہ میں یہ آپ کو نہیں دونگی بہانہ کہ اس لڑکی نے مجھے چھوڑا ہے میں نے نہیں اسکو چھوڑا چھوڑیں گے آپ میں نے آپ کو خط میں لکھا ہے کیونکہ میں اپ کی ویل ویشر ہوں میں آپ کے لیے اچھا چاہتی ہوں آپ مانیں نہ مانیں مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے ثابت کرنے کی مجھے پتہ ہے میں کیا دعائیں کر رہی ہوں آج کل ٹھیک ہے میری دعا یہی ہے سن لیں میری دعا بھی سن لیں میں اللہ کو کہہ رہی ہوں کہ میں۔اگر میں غلط ہوں اگر یہ نادانی ہے بے وقوفی ہے میری ناعقلی ہے تو مجھے روک لے میرے ہونٹ سی دے جیسے 28 فروری تک سیے ہوئے تھے پھر روک پیدا کرلے

مرزا مسرور:

چلو۔ٹھیک ہے۔اور؟

ندا:

ٹھیک ہے مگر جتنی میں دعا کرتی ہوں اتنا میرا میں اعتماد میرا مطلب تسلی مجھے ہوتی ہے اور دوسرا یہ بھی کوئی طریقہ نہیں ہے یہ جو آپ نے قسمیں کرلی ہیں قسمیں ایک وہ کیونکہ اکٹھے۔ ایک تو ملک فرق ہیں تو زوم میں ہونی چاہیں میرے نزدیک اور ان کا ایک گواہ ہونا چاہیے اور میرا گواہ ہونا چاہیے اور آپ

مرزا مسرور:

اور؟

ندا:

تو آپ نے کیوں یہ طریقہ کیوں نہیں استعمال کیا؟

مرزا مسرور:

اچھا پھر اور

ندا:

نہیں اسکا جواب دیں مجھے

مرزا مسرور:

میں کیوں دوں جواب تمہیں جواب دہ نہیں ہوں میں

ندا:

اللہ کو تو جواب دہ ہیں

مرزا مسرور:

ہاں میں اللہ کو جواب دے ہوں

ندا:

ہاں تو آپ کو آپ کو خدا کو حاضر ناظر رکھ کر حضرت صاحب کہیں کہ آپ جو اس وقت کر رہے ہیں وہ آپ کو ۔لگتا ہے صحیح کر رہے ہیں

مرزا مسرور:

میں جواب دے دوں گا اللہ تعالیٰ کو تمہیں کیا

ندا:

استغفر اللہ استغفر اللہ حضرت صاحب مجھے رونے کا دل چاہ رہا ہے آپ کے لیے کہ یہ زیب نہیں دیتیں آپ کو باتیں

مرزا مسرور:

اچھا ٹھیک ہے اور اس کے علاوہ؟

ندا:

دوسری بات یہ ہے کہ مطلب جب یہ جو آپ کہہ رہے تھے ایک اور یہ بات ہے کہ آپ

کہہ رہے تھے تمہارے مشیر کون ہے یہ بھی پتہ نہیں آپ میری بات کر رہے تھے کہ تمہارا کہ آپ کہہ رہے تھے تم کو مشورے دے رہا ہے کوئی ٹھیک ہے

مرزا مسرور:

اچھا

ندا:

ٹھیک ہے اور۔اور مجھے کیا۔ یہ کس قسم کی بدظنی ہے کبھی آپ کہہ رہے تھے ٹائپنگ کر رہی ہو خود مجھے اس پہ کچھ مہینے پہلے ڈانٹ رہے تھے کہ بدظنی نہ کرو تو خود کیوں کر رہے ہیں؟

مرزا مسرور:

اچھا

ندا:

اپنے اصول اپنے لیے اصول اور دوسروں کے لیے اور

مرزا مسرور:

میں نے تو شواہد میں نے تو شواہد کے اوپر ایک سوال کیا تھا تمہارے سے تم کہتی ہو نہیں ہے کوئی تو پھر ٹھیک ہے پتہ لگ گیا نہیں ہے پتہ لگ گیا کہ نہیں ہے

ندا:

اور آپ کے کبھی مشورے جو بھی ہیں مافیہ ہے جو چل رہی ہے وہ شاید آپ اس سے ڈر رہے ہوں مجھے قطعاً ڈر نہیں ہے ان لوگوں سے وہ چاہے مجھے مار دیں آپ ہٹ مین ہائر (Hitman Hire) کرلیں اور قتل کرلیں مجھے کوئی غرض نہیں ہے اس سے میں نہیں ڈروں گی میں صرف اللہ سے ڈر رہی ہوں اس وقت

مرزا مسرور:

ٹھیک۔ٹھیک۔اور؟

ندا:

اور بس ایک منٹ میں دیکھ رہی ہوں میرے پوائنٹس ساتھ ساتھ ایک منٹ ہاں ایک یہ بھی پوائنٹ ہے میرا کہ چچا رفیع ابا اور دادا کے بھائی تھے اور حضرت مصلح موعود آپ کے جو نانا تھے ان کے بیٹے تھے مگر ان دونوں بھائیوں نے انصاف کا تقاضا کیا تھا چچا کے بارے میں

مرزا مسرور:

کیا؟ ٹھیک

ندا:

ہاں کوئی ہاں۔اور ہاں یہ بھی جو آپ نے ایک میسج کا ذکر کیا تھا کے میں نے وہ اس پاگل آدمی محمود شاہ کو جو لکھا تھا اور میں نے کہا میں حکمت کر رہی تھی تو پھر اگر آپ کہہ رہے تھے آپ دوسو پاؤنڈ بابا کو بھیج رہے ہیں وہ آپ حکمت کر رہے ہیں تو میں نہیں کر سکتی؟

مرزا مسرور:

کیا حکمت؟

ندا:

کہ مجھے ڈرلگ رہا تھا مجھے میں ایک ٹیکٹ فلی ایک میسج کر رہی تھی اپنی طرف سے

مرزا مسرور:

کیا کر رہی تھی؟

ندا:

ٹیک۔۔ٹیکٹ فلی ایک میسج کر رہی تھی حکمت کر رہی تھی اپنی طرف سے اپنی پروٹیکشن

کے لیے کیونکہ آپ نے تو اس آدمی کو جو ایک کنجر خانہ کھولا ہو یا ہے ادھر ٹھیک ہے وہ تو طاقتیں آپ نے دی ہیں اس کو اور سارا عام احمدی یہ کہہ رہا ہے عام احمدی یہ آپ پتہ ہے جس ببل میں آپ رہ رہے ہیں میں تو میں تو یہی دعا کر رہی ہوں اللہ آپ کی آنکھیں کھول دے ۔ ہاں

مرزا مسرور:

چلو آمین ۔ آمین

ندا:

کیونکہ آپ مجھے نہیں پتہ آپ نے اس آدمی کو خدا کیوں بنایا ہو یا ہے ٹھیک ہے کیونکہ ابا کی زندگی میں وہ کچھ نہیں تھا وہ زیرو تھا وہ میری جوتی کی نوک پہ بھی نہیں تھا ویسے تو ابھی بھی نہیں میری جوتی کی نوک پہ ٹھیک ہے آپ نے اس کو بڑا اسٹیٹس دیا ہو یا ہے اور میں ایویڈنس دے دیئے وہ آپ مانیں نہ مانین وہ ایویڈنس کونکریٹ ہیں کہ یہ لغویات باتیں وہ کر رہا ہے چاہے میں نے initiate کیا اور آپ کو ایک 70 سال کے ہیں آپ حضرت صاحب ایک تجربہ ۔ مطلب والے آدمی ہیں خلافت کو آپ ایک طرف کریں ۔ ٹھیک

مرزا مسرور:

تجربے تجربے تجربے سے ہی بتا رہا ہوں کہ تم ابھی بچہ ہو اس لیے میرے تجربے سے فائدہ اٹھا لو اور اس قسم کی باتیں چھوڑ دو

ندا:

نہیں آپ کو ہے کہ میرا گھر بچ جائے اپنے گھر پہ ایک تلوار لٹکی ہوئی ہے نہ یہ آپ کو اصل

مرزا مسرور:

میرا گھر سے کوئی تعلق نہیں ہے آدمی گھر بچانے کی کوشش اس وقت کرتا ہے جب کمزور ہو میں تو کمزور کوئی نہیں کسی معاملے میں

ندا:

ہاں تو اسی لیے تو آپ دوسروں کو بولی کرتے ہیں کہ چپ رہو چپ رہو اور مجھے نہیں آپ bully کریں گے ہاں آپ تو bully ہیں

مرزا مسرور:

میں تمہیں میں تمہیں ایک نیک مشورہ دے رہا ہوں

ندا:

پھر آپ کی نیکی پہ اللہ رحم کرے اگر یہ نیکی ہے ہاں

مرزا مسرور:

آمین ہاں آمین اچھا اس پر بھی میں آمین کہتا ہوں

ندا:

اور دوسری بات یہ ہے کہ نہیں، ہاں واپس انوسٹی گیشن پہ بابا کو لکھنا کہ گھناونے جو بھی آپ نے ورڈ یوز کیا ہے وہ الزام لگائے ہیں That's just a statement that's not an investigation مجھے خدا کی قسم کھائیں کے جب بابا کی بات آئی شروع تھی آپ نے انوسٹی گیشن شروع کیا تھا خدا کی قسم کھائیں

مرزا مسرور:

میں نے سوال اس سے اس وقت سوال اس وقت ہی کر دینا تھا وہ میں نے کیا اور جب تم نے مجھے مزید تفصیلات دے دی ہیں میں نے مزید تفصیلات

ندا:

چچا مبشر کو کب سوال کیا چچا مبشر کو؟

مرزا مسرور:

چچا مبشر کو تمہاری میں نے اس دن تم سے پوچھا تھا تمہاری ای میلیں آئی ہیں انکو دیکھ لو

ندا:

نہیں نہیں نہیں نہیں نہیں تو یہ سارا انوسٹی گیشن شروع ہویا ہے جب یہ لفنگا بیچ میں آیا ہے

مرزا مسرور:

کوئی آدمی کے ہاتھ میں کوئی آدمی کے ہاتھ میں کوئی بات ہوتی ہے تو آگے بات چلاتا ہے

ندا:

تو آپ نے افف اللہ ۔ ویسے حضرت صاحب آپ نے ایک دفعہ مجھے نہیں پوچھا میرے ایویڈینس میں کہہ رہی ہوں خطوں میں ایویڈینس (Evidence) ہیں ایویڈینس ہیں پھر بھی نہیں پوچھا پھر میں نے آپ کے اوپر ٹھونسے ہیں میرے ایویڈینس

مرزا مسرور:

میں نے پہلے اس لیے کی کہ ایک تو میرے ہاتھ میں بات نہیں تھی دوسری بات یہ ہے کہ یہ فحاشی اگر دب رہی تھی تو دبنے دینا چاہیے تھی

ندا:

نہیں دوسری نہیں دوسری بات آپ نے کہا تھا کہ ندا میں ایک لفظ نہیں تمہارے خلاف سننے میں نے یہ سارے دعوے جو تھے کدھر چلے گئے پھپھرے تھے؟

مرزا مسرور:

اچھا

ندا:

ہاں اس نہیں یہ پھپھرے تھے؟ پھپھر آپ کی طرح سے؟

مرزا مسرور:

اچھا چلو

ندا:

جو ایک لڑکی کے ساتھ جو ظلم ہو چکے ہیں جو باپ کر رہا تھا جو تو وہ کر رہا تھا ماں نے بھی نہیں حفاظت کی اور جس کو ویسے ٹرسٹ ایشوز ہیں اور پھر آپ اس کو ایسے دھکے مار رہے ہیں یہ آپ کو بہت فخر کو رہا ہے اس بات پہ؟ میرے ساتھ یہ سلوک کر کے آپ کی ضمیر۔ضمیر آپ کو یہ اجازت دے رہی ہے کہ مظلوم کے ساتھ آپ یہ کر رہے ہیں

مرزا مسرور:

بالکل نہیں مجھے کوئی فخر نہیں ہو رہا لیکن میں جو اپنی عقل کے ساتھ نصیحت کر سکتا ہوں وہ تمہیں کر رہا ہوں

ندا:

ویسے حضرت صاحب مجھے نہیں پتہ آپ کیوں پھنسے ہوئے ہیں کس چنگل میں ہیں مگر میں بہت شدت سے آپ کے لیے دعا کروں گی

مرزا مسرور:

جو تمہاری بات پہ چلتا رہے وہ صحیح ہے عقلمند ہے جو تمہاری بات کے خلاف چلے

ندا:

نہیں نہیں میں میرے حقوق کے لیے فائٹ کر رہی ہوں وہ میرا حق ہے وہ آپ۔۔آپ بھی نہیں چھین سکتے جو اللہ نے مجھے حق دیا ہے جو ویسٹرن ورلڈ نے بھی دیا ہے

قانون نے دیا ہے اور دین نے مجھے دیا ہے وہ آپ میرے ہاتھوں سے نہیں چھین سکتے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں خاموش ہوں تو مجھے گچی سے پکڑیں اور گن لیں اور میری کن پٹی پہ مار دیں

مرزا مسرور:

اچھا

ندا:

ہاں کیونکہ یہ نہیں مگر یہی ہوتا ہے یا دوبئی میں سیٹ اپ دے دیتے ہیں لوگوں کو عظمیٰ باجی کی طرح یا ایسے چپ کراتے ہیں جیسے میں آپ کو نہیں پتہ کس سے۔۔کس سے انڈر سٹیمیٹ (Underestimate) مجھے کر رہے ہیں۔ہاں۔

مرزا مسرور:

اچھا اچھا

ندا:

میں کسی صورت پہ آپ کا کام جس گدی میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں آپ کا کام ہیں اس میں انصاف دلانا

مرزا مسرور:

ٹھیک بالکل ٹھیک کہتی ہو

ندا:

اور چچا مبشر کہ وہ جو سارے وہ جو۔اچھا دوسری بات یہ ہے کہ اتنی سختیاں ڈنڈے لگا رہے ہیں اسکو ڈنڈا اس کو ڈنڈا مجھے دھمکیاں دے دی گرمیوں میں میں نے کہا ٹوٹیر کا میں نے صرف observe کرنا ہے میں نے کوئی پارٹیسپیٹ (Participant) نہیں کرنا

تو آپ نے کہا تھا تم اگر اپنا وقف کام کرنا چاہتی ہو تو کرلو سوشل میڈیا اکاؤنٹس ورنہ نہیں بابا جو بھونکی جارہے ہیں بھونکی جارہے ہیں ٹوئٹر پہ ان کو کیوں نہیں ڈنڈا مارتے؟

مرزا مسرور:

وہ وقف زندگی تو نہیں ہے

ندا:

نہیں آپ دیکھیں ایک اور انکونسسٹنسی (Inconsistency) آگئی ہے جب میں نے پہلے ذکر کیا تھا آپ نے کہا تھا میں ساروں کو کہہ چکا ہوں وہ میری بات نہیں مان رہا میں کیا کروں اب ایک اور inconsistency آگئی ہے اب کم از کم consistent تو رہیں حضرت صاحب

مرزا مسرور:

اچھا اور؟ اور؟

ندا:

اور دوسری بات ہے کہ آپ کہہ رہے تھے یہ جو بچپن کے کورٹ پروسیڈز آف دی کورٹ ہیں جو میرے بچپن کے دوست ہیں جب کورٹ پروسیڈینگ (Court Proceedings) چل رہی ہوتی ہے تو اتنا تو مجھے بھی لیگل لیگلیٹیز (Legal Legalities) مجھے بھی پتہ ہے پراسیکیوشن کو وٹنس لسٹ دیا جاتا ہے اور ڈیفینس کو وٹنس لسٹ دیا جاتا ہے تو آپ مجھے کیوں نہیں بتا رہے کہ کون میرے بارے میں کون بول رہا ہے؟

مرزا مسرور:

کون بول رہا نہیں ہے عمومی رائے بچپن کے دوستوں کی ہوتی ہے سن لیتا ہے انسان

ندا:

نہیں کون ہیں وہ بچپن کے دوست

مرزا مسرور:

کوئی ہو

ندا:

ہاں ایگزیکٹلی اب تو جی آپ یہ کیس فیئر لی چلا رہے ہی نہیں ہیں کوئی دنیا میں نہیں مانے گا پلیز اپنی عزت بچائیں حضرت صاحب

مرزا مسرور:

اچھا ۔ خدا کرے میری عزت بچی رہے تمہارے ہاتھوں

ندا:

اچھا ہو ہو ہو ہوں اچھا بہر حال یہ ایسے نہیں ہوتا وٹنس لسٹ دیے جاتے ہیں اور یہ جو انوسٹی گیشن آپ چلا رہے ہیں جو محمود کھوتا شاہ جو ہے اس کی وجہ سے جو آپ چیلنج ہوئے ہیں آپ ایک بندے کی وجہ سے آپ نے ساری جماعت ہمارے 130 سال کا محنت داؤ پہ لگایا ہویا اے کیوں داو پہ لگایا ہو یا اے؟

مرزا مسرور:

اچھا ٹھیک اچھا اسکا بھی یہ اللہ تعالیٰ رحم کرے گا

ندا:

حضرت مصلح موعود ۔ ہاں یہ جو مجھے اس وقت آپ پچھلی دفعہ بھی کہتے تھے جماعت کو کچھ نہیں ہوسکتا کچھ نہیں ہوسکتا حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے میرے پیغام کا مطلب کیا ہے؟ اگر جماعت تقوی کی راہوں پہ رہے تو بچ جائے گا ورنہ نہیں بچے گا پھر اللہ جماعت کو بھی ختم کر لے گی پیغام میرا قیامت تک رہے گا

مرزا مسرور:

ٹھیک ۔۔ٹھیک ہے

ندا:

تو آپ

مرزا مسرور:

حضرت مسیح موعود جب تک حضرت مسیح موعود کی ساری باتیں پیشگوئیاں پوری نہیں ہو جاتی جماعت قائم رہے گی

ندا:

ابھی پیش گوئی پوری ہو رہی ہے نہایت چھپی ہوئی بات والی

مرزا مسرور:

چاہے میں رہوں یا نہ رہوں پیش گوئیاں ضرور پوری ہوں گی

ندا:

تو اس وقت ایز وی سپیک یہ جو کنورسیشن چل رہا ہے حضرت مسیح موعود کی 1907 کی پیش گوئی پوری ہو رہی ہے اس وقت کیوں اگر اس سے نہایت چھپی ہوئی بات ہے حضرت صاحب تو پھر افف ۔میں کہتی ہوں قیامت آگئی ہمارے اوپر

مرزا مسرور:

اچھا اچھا

ندا:

اس الہام کا آپکے نزدیک اس الہام کا کیا مطلب ہے؟

مرزا مسرور:

اچھا ٹھیک ہے

ندا:

بھیجا تھا نہ؟ بھیجا تھا نہ میں نے؟

مرزا مسرور:

ہیں؟

ندا:

میں نے آپ کو وہ بھیجا تھا الہام نہایت چھپی ہوئی بات

مرزا مسرور:

وہ کچھ اور اس چھپی ہوئی بات سے کوئی تعلق نہیں تمہارے کسی

ندا:

نہیں پھر اس سے کیا؟ نواب محمد علی خان اور حضرت مسیح موعود کی اولاد میں اور کیا ہے نہایت چھپی ہوئی بات؟

مرزا مسرور:

وہ چھپی ہوئی بات کا مسیح موعود اپنی تشریح ڈائری میں کر چکے ہیں اسلیے کوئی ایسا مسلہ نہیں ہے وہ پتہ لگ چکی ہوئی ہے کیا تھی چھپی ہوئی بات

ندا:

کیا چھپی ہوئی بات ہے پھر؟ اس سے بھی زیادہ چھپی ہوئی؟

مرزا مسرور:

اس وقت مجھے یاد نہیں ہے لیکن ڈائری میں ذکر ہے حضرت مسیح موعود کی ڈائری کی تشریح میں لکھی ہوئی ہے تفصیل اس کی

ندا:

اچھا ٹھیک ہے بہر حال اور وہ جو میں نے حدیث بھیجی تھی کہ میں اپنے ذات کا اب قسم کھاتا ہوں اندر کہ لوگ اب اٹھ رہے ہیں یہ کوئی ویسے میں کیسے آپ کو ،اپ کو کیسے .آپ کو کوئی ہمدردی ہے میرے ساتھ

مرزا مسرور:

اندر کے لوگ تم تو نہیں کہیں؟

ندا:

ہاں اندر کے لوگ میں سچ کے لیے کی خاطر میں جنگ لڑ رہی ہوں اس وقت ایک اکیلی لڑکی ۔۔میں منافقت نہیں کر سکتی

مرزا مسرور:

اندر کے لوگ اٹھ رہے ہیں اور وہ دشمن کے لیے اٹھ رہے تھے سچ کے وہ

ندا:

نہ نہ نہ اس حدیث میں لکھا ہے کہ یہ جو جو یہ جو بھیڑیا والے بنے ہوئے ہیں جو بھی wolves بن کے آتے ہیں اور بڑے میٹھے بنے ہوتے ہیں پھر اندر کے لوگ اٹھیں گے ان کو ظاہر کرنے کے لیے

مرزا مسرور:

اچھا اچھا چلو اللہ کرے اللہ تعالیٰ کرے کے وہ سارے ظاہر ہو جائیں

ندا:

ہاں تو ظاہر ظاہر شروع ہو گیا ہے دوسرا آپ یہ اچھا۔آپ نے چچا فوری سے کوئی بات کی ہے؟ کنفرم کیا ہے ان کے جو فلرٹیشن تھے بڑے مناسب قسم کے؟ ہوں ہہ ہہ ہں

مرزا مسرور:

میں نے کوئی نہیں کیا

ندا:

کوئی نہیں کیا؟ پھر یہ کس ، یہ ٹھیک ہے وہ مگر ان کی باتیں تھیں کافی غلط

مرزا مسرور:

اچھا ٹھیک ہے غلط تھیں تم نے خود ہی کہہ دیا تھا اور تو سرسری باتیں تھیں اور 2018 میں ختم کر دیا تھا

ندا:

ہاں مگر ٹھیک ہے ٹھیک ہے وہ تو میں نے ویسے ہی question تھا ٹھیک ہے بہر حال جو چاچا مبشر چچا مبشر نے کوئی جواب دیا ہے آپ کو؟

مرزا مسرور:

جواب وہ پتہ ہے وہ پتہ نہیں دے رہے تھے میں نے تمہارے سارے میسج اسکو بھیجیں ہوئے ہے جب جواب پہنچ جائیں گے تو دیکھ لیں گے جواب کیا

ندا:

ابھی پہنچے ہی نہیں ہیں پیدل جا رہے ہیں؟

مرزا مسرور:

وہ میں نے ٹیکسٹ نہیں کیا ٹی ایس نہیں کیا میں نے محفوظ طریقے سے بھیجا ہے اس میں 6,5 دن لگتے ہیں جس طریقے سے میں نے بھیجا ہے

ندا:

اچھا اور بابا نے کوئی جواب دیا؟

مرزا مسرور:

بابا نے فی الحال جواب دیا ہے بابا ہر بات سے ڈینائے کرتا ہے

ندا:

ڈینائے کرتا ہے اور آپ نے believe کرلیا ہے؟

مرزا مسرور:

میں believe نہیں کرتا ہوں میں تو اس کی اس کو گواہی پر رکھتا ہوں جو حدیث میں مجھے نظر آئی ہے

ندا:

نہیں مگر اچھا ٹھیک ہے مگر

مرزا مسرور:

میں۔وہ چاہے صحیح ہو یا غلط ہو جھوٹی گواہی تو اس کے سر گناہ اسکا اس کے سر

ندا:

اور جھوٹی گواہی جو یہ لوگ بھی لے چکے ہیں جو لعنتیں ہیں وہ بھی ان کے آگے آئیں گی ان شاء اللہ

مرزا مسرور:

ٹھیک ہے

ندا:

ہاں میں تو بالکل نہیں گھبرائی ہوئی یہ جو آپ اتنے گھبرائے ہوئے ہیں آپ اس لیے گھبرائے ہوئے ہیں کیونکہ آپ کو پتہ ہے ندا سچ بول رہی ہے اور یہ سارے لفنگوں نے میرے کمر میں چھریاں ماردی ہیں بے وفائی کرلی ہے میرے ساتھ

مرزا مسرور:

اچھا اللہ تعالیٰ رحم کرے گا اور؟ اور؟

ندا:

اور نہیں تو بابا کا ٹوئیٹر نہیں بند کروانا؟

مرزا مسرور:

ہیں

ندا:

بابا کا ٹوئیٹر نہیں بند کروانا؟

مرزا مسرور:

ٹویٹر کونسا؟

ندا:

جس پہ وہ بھونک رہے ہیں اس وقت سارا وقت ٹوئیٹر پہ جو بابا بولی جاتے ہیں اور کوئی چپ ہی نہیں کروا رہا

مرزا مسرور:

بہت سارے بہت سارے احمدی کر رہے ہیں اور نہ میرا ملازم ہے نہ جماعت کا ملازم ہے جس طرح وہ کر رہا ہے

ندا:

نہیں مجھے تو پچھلی دفعہ کہا تھا کہ میں نے سب کو کہا ہے وہ مان رہا نہیں ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں

مرزا مسرور:

بہت ساری باتیں ضروری ہیں اللہ تعالیٰ نے سب کو کہا ہوا ہے کہ 5 نمازیں

ندا:

پھر مجھے نہ دھمکیاں دیا کریں پھر انصاف سے دھمکیاں دیا کریں

مرزا مسرور:

تم کونسا رک رہی ہو تم بھی تو کر رہی ہو

ندا:

آآاہ نہیں استغفر اللہ ٹوئیٹر پہ میں نے ایک میں نے کلوز کیا ہوا ہے میرا اکاؤنٹ میں نے میرے انسٹا گرام کلوز کر لیا تھا خدا کا خوف کریں حضرت صاحب یہ اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے

مرزا مسرور:

اچھا آخر تمہارے میسج جاتے ہی ہیں نہ

ندا:

واٹس ایپ پہ جاتے ہیں وٹس ایپ پہ جاتے ہیں

مرزا مسرور:

ٹوئیٹر پر نہ جائیں واٹس ایپ پہ جائیں بات تو ایک ہی ہے سوشل میڈیا پہ

ندا:

نہیں نہیں نہیں نہیں نہیں آپ نے واٹس ایپ کا نام نہیں یوز کیا تھا نہیں غلط بات ہاں

مرزا مسرور:

اچھا ٹھیک ہے ٹھیک ہے ایسی باتیں نہ کرو دوسرا وقت وقت کافی ہو گیا ہے اور یہی میں نے پوچھنا تھا تمہاری کوئی بات ہے تو بات پوری ہو گئی اللہ حافظ السلام علیکم

ندا: السلام علیکم

اہم نکات کی فہرست

ذیل میں ہماری فراہم کردہ مکمل کال کے اہم نکات کا غیر جانبدار اور خلاصہ جاتی اشاریہ پیش کیا جا رہا ہے، تاکہ مواد کو بعد میں تجزیہ یا تبصرے کے لیے منظم انداز میں استعمال کیا جا سکے۔ اس فہرست میں دعویٰ، جواب، اختلاف اور موقف کو بیان کیا گیا ہے، کسی حتمی فیصلے یا تصدیق کے بغیر۔

1. ندا نصر کی جانب سے یہ مؤقف کہ ان کے ساتھ جنسی زیادتی / ہراسانی کے واقعات ہوئے، اور اس کے ثبوت ای میلز اور واٹس ایپ چیٹس کی صورت میں موجود ہیں۔

2. مرزا مسرور کا مؤقف کہ شریعت میں ایسے معاملات میں یا تو چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے یا دونوں فریقوں کے اقرار کی، بصورتِ دیگر سزا یا کارروائی ممکن نہیں۔

3. ندا نصر کا شدید اختلاف کہ ریپ اور زنا میں فرق ہے اور ریپ کے لیے چار گواہوں کی شرط قرآن سے ثابت نہیں، جبکہ ثبوت (ڈیجیٹل) قابل قبول ہونے چاہئیں۔

4. مرزا مسرور کی بار بار یہ رائے کہ فحاشی کو چھپانا بہتر ہے اور ندا کی عزت خاموشی میں ہے۔

5. ندا نصر کا یہ الزام کہ جماعتی نظام مظلوم کو خاموش کروا رہا ہے اور طاقتور افراد کو تحفظ دیا جا رہا ہے۔

6. ندا نصر کی جانب سے مخصوص جماعتی عہدیدار پر جنسی نوعیت کے نامناسب رویّے اور پیغامات کا الزام، اور یہ مؤقف کہ ایسا شخص کسی عہدے کے لائق نہیں۔

7. مرزا مسرور کا کہنا کہ چیٹس کے الفاظ کے مختلف مطلب نکل سکتے ہیں اور اس لیے حتمی

نتیجہ نکالنا درست نہیں۔

8. ندا نصر کا دعویٰ کہ برطانوی قانون اور عدالتیں ان شواہد کو سنجیدگی سے لیں گی، جبکہ جماعتی نظام انہیں نظرانداز کر رہا ہے۔

9. مرزا مسرور کی جانب سے بار بار یہ سوال کہ اگر ندا ان کے فیصلوں کو غیر اسلامی سمجھتی ہیں تو بیعت میں رہنے کا کیا جواز ہے۔

10. ندا نصر کا واضح مؤقف کہ وہ بیعت سے نکلنے کو دباؤ اور بیانیہ کنٹرول سمجھتی ہیں اور خود فیصلہ کریں گی۔

11. ندا نصر کا الزام کہ تحقیقات بروقت اور غیر جانبدارانہ انداز میں شروع نہیں کی گئیں بلکہ حالات کے دباؤ میں بعد میں کی گئیں۔

12. مرزا مسرور کا مؤقف کہ تحقیقات ان کے اپنے طریقۂ کار کے مطابق ہو رہی ہیں اور وہ کسی کو جواب دہ نہیں، سوائے اللہ کے۔

13. ندا نصر کی طرف سے یہ احساس کہ مرزا مسرور ذاتی یا خاندانی دباؤ کے تحت فیصلے کر رہے ہیں اور "کمپرومائزڈ" ہیں۔

14. ندا نصر کا بار بار یہ کہنا کہ وہ خاموش نہیں رہیں گی اور معاملہ عوام، میڈیا اور عدالتوں تک لے جائیں گی۔

15. گفتگو کے دوران اعتماد کے شدید فقدان، جذباتی دباؤ، تلخ جملوں اور باہمی الزامات کا واضح اظہار۔

میں یہاں ایک احتیاط کے ساتھ، تحقیقی اور تجزیاتی انداز میں مضمون پیش کر رہا ہوں، جس میں الزامات کو بطور دعویٰ/مؤقف بیان کیا جائے گا، نہ کہ قطعی فیصلے کے طور پر۔ اس اسلوب سے تحریر علمی، قابلِ اشاعت اور قانونی و اخلاقی حدود کے اندر رہے گی، اور قاری خود نتیجہ

اخذ کرنے کے قابل ہو گا۔

نکتہ نمبر 1:

(ندا نصر کا مؤقف، جنسی زیادتی کے الزامات اور ڈیجیٹل شواہد کی اہمیت)

اس رسالے کا پہلا اور بنیادی نکتہ ندا نصر کی جانب سے پیش کردہ وہ مؤقف ہے جس میں وہ یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ ان کے ساتھ قادیانی جماعت کے بااثر افراد کی طرف سے جنسی زیادتی اور مسلسل ہراسانی کے واقعات پیش آئے۔ ندا نصر کے بیان کی غیر معمولی اہمیت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ کوئی غیر معروف فرد نہیں بلکہ قادیانی خلیفہ کے قریبی خاندانی حلقے سے تعلق رکھتی ہیں، اور اسی وجہ سے ان کے الزامات محض ذاتی شکوہ نہیں رہتے بلکہ ایک پورے نظام، ڈھانچے اور داخلی ماحول پر سوالیہ نشان بن جاتے ہیں۔

ندا نصر کے مؤقف کا مرکزی ستون یہ ہے کہ ان کے دعوے محض زبانی یا جذباتی نہیں بلکہ ان کے پاس ای میلز اور واٹس ایپ چیٹس کی صورت میں تحریری اور ڈیجیٹل شواہد موجود ہیں۔ جدید دور میں ایسے ڈیجیٹل ریکارڈز کو مکمل طور پر نظر انداز کرنا ممکن نہیں رہا، کیونکہ یہ نہ صرف وقت، تاریخ اور فریقین کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ طاقت کے عدم توازن اور دباؤ کے ماحول کو بھی بے نقاب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں جنسی ہراسانی کے مقدمات میں ڈیجیٹل گفتگو کو بطور قرینہ یا شہادت پیش کیا جاتا ہے۔

ندا نصر کا یہ کہنا کہ انہوں نے بارہا جماعتی قیادت کو آگاہ کیا، مگر انہیں انصاف کے بجائے خاموش رہنے، صبر کرنے اور معاملہ دبا دینے کا مشورہ دیا گیا، اس نکتہ کو مزید سنگین بنا دیتا ہے۔ یہاں سوال یہ نہیں رہتا کہ الزام سچا ہے یا جھوٹا، بلکہ اصل سوال یہ بن جاتا ہے کہ اگر جماعت واقعی اخلاقی، روحانی اور عدل پر مبنی نظام ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو پھر ایسے الزامات پر شفاف تحقیقات کیوں نہیں ہوئیں، اور متاثرہ فریق کو بیرونی قانونی فورمز پر جانے

سے کیوں روکا گیا۔

اس نکتہ کے ذریعے ہماری کتاب کے مرکزی بیانیے سے ربط واضح ہوتا ہے، کیونکہ سابقہ رسائل میں بھی یہی دکھایا جا چکا ہے کہ قادیانیت کے اندر ایک ایسا ماحول موجود رہا ہے جہاں طاقتور مرد، مذہبی تقدس کی آڑ میں، جواب دہی سے بالا تصور کیے جاتے ہیں، جبکہ عورت کو وفاداری، خاموشی اور قربانی کا درس دیا جاتا ہے۔ ندا نصر کا مقدمہ اس طرزِ فکر کی ایک جدید اور زندہ مثال کے طور پر سامنے آتا ہے، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسئلہ کسی ایک فرد تک محدود نہیں بلکہ ایک فکری اور تنظیمی کلچر کا حصہ ہے۔

اسی لیے اس نکتہ میں محض ایک شخص کی داستان نہیں بلکہ ایک پورے نظام پر سوال ہے۔ یہ قاری کو مجبور کرتا ہے کہ وہ قادیانی جماعت کے اخلاقی دعووں، عورت کے تحفظ کے نعروں اور عملی رویّوں کے درمیان موجود تضاد پر سنجیدگی سے غور کرے، اور یہ سمجھے کہ جب الزامات ای میلز اور چیٹس جیسے شواہد کے ساتھ سامنے آئیں تو انہیں محض "فتنہ" کہہ کر رد کرنا خود انصاف کے قتل کے مترادف ہوتا ہے۔

نکتہ نمبر 2:

(مرزا مسرور کا وہ مؤقف کہ زنا میں چار گواہوں کی شرط ہے یا فریقین کا اقرار)

چار گواہوں کی شرط: شریعت کا تقاضا یا قادیانیت کا حیلہ؟

ندا نصر کے معاملے پر مرزا مسرور کا سب سے نمایاں اور مرکزی مؤقف یہ تھا کہ شریعت میں جنسی زیادتی یا بدکاری جیسے معاملات میں یا تو چار عینی گواہ ہونے چاہئیں یا دونوں فریقوں کا اقرار، ورنہ نہ سزا دی جا سکتی ہے اور نہ کوئی عملی اقدام ممکن ہے۔ بظاہر یہ بات شریعت کے نام پر کہی گئی، مگر حقیقت میں یہ مؤقف فقہِ اسلامی کی صریح تحریف اور مظلوم کے لیے دروازے بند کرنے کے مترادف ہے۔

اسلامی شریعت میں چار گواہوں کی شرط دراصل حدِّ زنا کے نفاذ کے لیے ہے، نہ کہ ہر قسم کی جنسی زیادتی، ہراسانی، جبر یا استحصال کے ثبوت کے لیے۔ فقہاءِ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زنا بالجبر (یعنی ریپ) ہو تو وہ محض حد کا مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ظلم، جبر اور فساد فی الارض کے زمرے میں آجاتا ہے، جہاں قرائن، شہادتِ حال، طبی شواہد، تحریری ثبوت اور گواہیوں کی دیگر اقسام معتبر ہوتی ہیں۔

مرزا مسرور کا چار گواہوں پر اصرار دراصل حد اور تعزیر کے فرق کو مٹا دینے کی کوشش ہے۔ شریعت میں اگر حد کے تقاضے پورے نہ ہوں تو تعزیری کارروائی کا دروازہ کھلا رہتا ہے، جس میں قاضی حالات، شواہد اور قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے۔ لیکن قادیانی خلیفہ نے اس بنیادی اصول کو نظرانداز کر کے ایسا تاثر دیا گویا چار گواہ نہ ہوں تو مظلوم کی فریاد بھی ناقابل سماعت ہے۔

یہ مؤقف نہ صرف فقہی طور پر کمزور ہے بلکہ عملی طور پر مجرم کو تحفظ اور متاثرہ فرد کو خاموش کرانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ آج کے دور میں جب جرائم بند کمروں میں، طاقت کے عدم توازن کے تحت اور نفسیاتی دباؤ میں ہوتے ہیں، چار عینی گواہوں کی شرط عائد کرنا دراصل یہ کہنا ہے کہ یہ جرم ثابت ہی نہ ہو سکے۔

یہاں ایک اور سنگین پہلو بھی سامنے آتا ہے۔ مرزا مسرور نے فریقین کے اقرار کو بھی شرط بنایا، حالانکہ شریعت میں مجرم کا اقرار کوئی لازمی شرط نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں شاید ہی کوئی جرم ثابت ہو پاتا۔ اسلامی قضاء کا نظام ہمیشہ قرائن، حالات اور شہادتِ حال کو وزن دیتا آیا ہے۔ مگر قادیانیت میں خلیفہ کا یہ مؤقف اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں شریعت انصاف کے لیے نہیں بلکہ دفاع کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔

اس مؤقف کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی قادیانی گھر، جماعتی نظام یا مذہبی ڈھانچے کے

اندر کوئی زیادتی ہو جائے تو متاثرہ فرد کو پہلے ہی بتا دیا جاتا ہے کہ تمہارے پاس چار گواہ نہیں، اس لیے تمہاری بات بے وزن ہے۔ یہی سوچ وہ فضا پیدا کرتی ہے جس میں جرائم دب جاتے ہیں، مجرم محفوظ رہتے ہیں اور متاثرین خاموشی پر مجبور ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ندا نصر کے معاملے میں اصل بحث جرم کے سدِّ باب پر نہیں بلکہ شرعی موشگافیوں کے ذریعے معاملہ دبانے پر مرکوز رہی۔ یہ رویہ نہ اسلامی ہے، نہ اخلاقی، اور نہ ہی انسانی انصاف کے تقاضوں سے ہم آہنگ۔ بلکہ یہ اس بات کی ایک اور کڑی ہے کہ قادیانی نظام میں افراد نہیں، ادارے اہم ہوتے ہیں؛ اور جب ادارہ خطرے میں ہو تو شریعت کو ڈھال بنالیا جاتا ہے۔

یوں مرزا مسرور کا یہ مؤقف، جو بظاہر شریعت کے نام پر ہے، دراصل قادیانیت کے اس مجموعی مزاج کی عکاسی کرتا ہے جس میں گناہ کے بجائے گناہ گار کا تحفظ اور مظلوم کے بجائے نظام کی بقا اولین ترجیح ہے۔ یہی وہ ربط ہے جو اس رسالے کو سابقہ ابواب سے جوڑتا ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر یہ دعویٰ مضبوط ہوتا ہے کہ قادیانیت میں انصاف نہیں، صرف کنٹرول اور پردہ پوشی ہے۔

نکتہ نمبر 3:

(ندا نصر کا مؤقف ریپ اور زنا میں فرق، اور چار گواہوں کی شرط کا غلط اطلاق)

اس نکتے میں ندا نصر قادیانی کا سب سے بنیادی اور فیصلہ کن اختلاف سامنے آتا ہے، جو پوری قادیانی فقہی ساخت اور خلیفۂ وقت کے مؤقف کو جڑ سے ہلا دیتا ہے۔ ندا نصر نے واضح طور پر یہ بات کہی کہ ریپ (جبراً جنسی زیادتی) اور زنا (باہمی رضامندی سے بدکاری) ایک ہی جرم نہیں ہیں، نہ ہی دونوں کے ثبوت کا معیار ایک جیسا ہو سکتا ہے۔ یہ مؤقف نہ صرف عقلِ عام کے مطابق ہے بلکہ خود قرآن، سنت اور فقہِ اسلامی کے مسلمہ اصولوں سے بھی ہم آہنگ

ہے، لیکن قادیانی قیادت نے دانستہ یا نادانستہ طور پر اس فرق کو مٹا کر مظلوم کو مجرم اور مجرم کو محفوظ بنانے کی روش اختیار کی۔

اسلامی شریعت میں چار گواہوں کی شرط زنا کے الزام کے لیے ہے، ریپ کے لیے نہیں۔ زنا چونکہ ایک رضا کارانہ فعل ہے، اس لیے اس میں سخت ترین ثبوت رکھا گیا تاکہ کسی پاک دامن پر جھوٹا الزام نہ لگے۔ اس کے برعکس ریپ ایک جبر، ظلم اور تشدد پر مبنی جرم ہے، جس میں اکثر کوئی عینی گواہ موجود ہی نہیں ہوتا۔ اگر ریپ پر بھی چار گواہوں کی شرط لاگو کر دی جائے تو دنیا کا کوئی بھی ریپسٹ کبھی سزا نہ پا سکے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس پر ندا نصر نے شدید احتجاج کیا اور خلیفۂ وقت کی فقہی ناواقفیت یا دانستہ تحریف کو بے نقاب کیا۔

ندا نصر نے یہ بھی مؤقف اختیار کیا کہ موجودہ دور میں ڈیجیٹل شواہد جیسے ای میلز، واٹس ایپ چیٹس، وائس نوٹس اور کال ریکارڈنگز کو ثبوت کے طور پر قبول کیا جانا چاہیے، کیونکہ یہی وہ جدید قرائن ہیں جو مجرم کے جرم کو ثابت کرتے ہیں۔ اسلامی فقہ میں قرائن (Circumstantial Evidence) ہمیشہ سے معتبر رہے ہیں، خاص طور پر تعزیری جرائم میں۔ لیکن قادیانی خلیفہ نے نہ صرف ان شواہد کو مسترد کیا بلکہ پورے معاملے کو زنا کے خانے میں ڈال کر چار گواہوں کی رٹ لگا دی، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ زیادتی کرنے والے محفوظ ہو گئے اور متاثرہ لڑکی کو خاموش رہنے کا مشورہ دیا گیا۔

یہ رویہ محض ایک فقہی غلطی نہیں بلکہ ایک منظم ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے، جس کا مقصد ادارے، خاندان اور خلیفہ کو بچانا ہے، چاہے اس کے لیے انصاف، اخلاق اور انسانیت سب کو قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔ یہی وہ ذہنیت ہے جسے ہم اس کتاب کے عنوان ''قادیانی کنجر خانہ'' میں واضح کر رہے ہیں، جہاں بدکاری صرف ایک فرد کا فعل نہیں بلکہ ایک پورے نظام کا حصہ بن چکی ہے، اور جہاں شرم، حیا اور عدل محض نعروں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

ندا نصر کا یہ اختلاف دراصل ایک فرد کی آواز نہیں بلکہ ان ہزاروں قادیانی لڑکیوں کی نمائندگی کرتا ہے جو اسی نظام کے اندر رہتے ہوئے جنسی استحصال کا شکار ہوئیں، لیکن چار گواہوں، جھوٹی فقہ اور نام نہاد خلافت کے سائے میں ہمیشہ کے لیے خاموش کرا دی گئیں۔ یہی نکتہ اس رسالے کے ربط کو پچھلے تمام رسائل سے جوڑتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ قادیانیت محض ایک گمراہ عقیدہ نہیں بلکہ ایک ایسا اخلاقی کنجر خانہ ہے جہاں طاقتور محفوظ اور کمزور قربان ہوتا ہے۔

نکتہ نمبر 4:

(فحاشی کو چھپانے کا نظریہ اور ''خاموشی میں عزت'' کا تصور ایک فکری و اخلاقی تجزیہ)

اس پورے قضیے میں ایک نہایت اہم اور تشویش ناک پہلو وہ سوچ ہے جو قادیانی جماعت کے سربراہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے، یعنی یہ کہ جنسی زیادتی یا فحاشی جیسے سنگین معاملات کو منظرِ عام پر لانے کے بجائے چھپا دینا بہتر ہے اور متاثرہ عورت کی ''عزت'' اسی میں ہے کہ وہ خاموش رہے۔ یہ تصور بظاہر ہمدردی اور مصلحت کے لبادے میں لپٹا ہوا نظر آتا ہے، مگر جب اسے اخلاق، شریعت اور انسانی انصاف کے اصولوں کی روشنی میں پرکھا جائے تو یہ ایک خطرناک اور ظالمانہ سوچ بن کر سامنے آتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اسلام میں عزت خاموشی کا نام نہیں بلکہ حق کے قیام کا نام ہے۔ مظلوم کو خاموش رہنے کا مشورہ دینا، اور ظالم یا مجرم کو بے نقاب ہونے سے بچانا، کسی بھی صورت میں اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں۔ اگر فحاشی یا زیادتی واقعی ایک جرم ہے، تو پھر اسے چھپانا درحقیقت جرم کی اعانت کے مترادف ہے، نہ کہ عزت کی حفاظت۔

یہاں ''عزت'' کا جو تصور پیش کیا جاتا ہے وہ دراصل متاثرہ عورت پر ایک اضافی بوجھ

ڈال دیتا ہے۔ اسے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اگر وہ بولی تو اس کی بدنامی ہوگی، خاندان پر حرف آئے گا، جماعت کی ساکھ متاثر ہوگی، گویا قصوروار وہ خود ہے، نہ کہ وہ شخص جس نے زیادتی کی۔ اس طرزِ فکر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے مجرم کو اخلاقی ڈھال مل جاتی ہے اور مستقبل میں ایسے واقعات کے دروازے مزید کھل جاتے ہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر واقعی جماعتی نظام پاک، شفاف اور اخلاقی بلندی کا حامل ہے تو پھر سچ سامنے آنے سے خوف کیوں؟ خاموشی کو ''عزت'' اور بولنے کو ''فتنہ'' قرار دینا دراصل اس بات کا اعتراف ہے کہ نظام کے اندر کچھ ایسا موجود ہے جسے سامنے آنے سے بچانا مقصود ہے۔ یہی سوچ وہ بنیاد فراہم کرتی ہے جس پر ادارہ جاتی بدکاری پروان چڑھتی ہے اور متاثرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس نظریے کا ایک اور سنگین پہلو یہ ہے کہ یہ متاثرہ عورت کی نفسیاتی اور اخلاقی بحالی کے تمام راستے بند کر دیتا ہے۔ انصاف، اعترافِ جرم اور احتساب کے بغیر نہ تو زخم بھرتے ہیں اور نہ ہی معاشرہ پاک ہوتا ہے۔ خاموشی وقتی طور پر شور کو دبا سکتی ہے، مگر گندگی کو صاف نہیں کرتی، بلکہ اسے مزید اندر سڑا دیتی ہے۔

اگر اس سوچ کو سابقہ رسائل کے تسلسل میں دیکھا جائے تو ایک واضح ربط سامنے آتا ہے۔ پہلے کنجریوں، طوائفوں اور فحاشی سے قربت؛ پھر ان اعمال کو مختلف تاویلات کے ذریعے جائز یا قابلِ نظر انداز ٹھہرانا؛ اور اب جب معاملہ گھر کے اندر آتا ہے تو ''چھپا دو'' کا نعرہ۔ یہ سب ایک ہی فکری سلسلے کی کڑیاں ہیں، جس میں اخلاقیات کا معیار ہمیشہ طاقتور کے حق میں اور کمزور کے خلاف استعمال ہوتا رہا ہے۔

نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''خاموشی میں عزت'' کا نظریہ دراصل عزت کی نہیں بلکہ نظام کی حفاظت کا تصور ہے۔ یہ عورت کے حق میں نہیں بلکہ اس ڈھانچے کے حق میں ہے جو سوالات،

احتساب اور سچائی سے خوفزدہ ہے۔ ایسے ماحول میں انصاف نہیں، صرف مفاد زندہ رہتا ہے، اور یہی وہ فکری بنیاد ہے جسے اس رسالے میں بے نقاب کرنا مقصود ہے۔

نکتہ نمبر 5:

(ندا نصر کا کہنا کہ جماعتی نظام مظلوم کو خاموش اور طاقتور قادیانیوں کو تحفظ دے رہا ہے)

ندا نصر کی جانب سے سامنے آنے والا یہ مؤقف اس پوری بحث کا سب سے سنگین اور فیصلہ کن پہلو ہے، کیونکہ یہاں معاملہ کسی فرد کے ذاتی عمل تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک پورے مذہبی و جماعتی نظام کے طرزِ عمل پر سوال اٹھ جاتا ہے۔ ندا نصر کے بقول جب انہوں نے اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی اور ہراسانی کے واقعات کو جماعتی سطح پر اٹھایا تو ان کی دادرسی کے بجائے انہیں صبر، خاموشی اور بدنامی سے بچنے کے مشورے دیے گئے، جبکہ جن افراد پر الزامات تھے ان کی حیثیت، اثر و رسوخ اور جماعتی مرتبے کو سامنے رکھ کر معاملے کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ اس مؤقف نے قادیانی جماعت کے اس دعوے کو چیلنج کر دیا ہے جس کے مطابق ان کا نظام عدل، تقویٰ اور اخلاقی پاکیزگی کی اعلیٰ مثال ہے۔

یہاں اصل سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی جماعت اپنے آپ کو ایک اصلاحی اور اخلاقی نظام کہتی ہے تو پھر مظلوم کی آواز سب سے پہلے کیوں نہیں سنی گئی۔ ندا نصر کے مطابق انہیں بار بار یہ احساس دلایا گیا کہ ایسے معاملات کو عوامی یا قانونی سطح پر لے جانا جماعت کی بدنامی کا باعث بنے گا، اور یوں ایک فرد کی تکلیف کو اجتماعی وقار کے نام پر ثانوی حیثیت دے دی گئی۔ یہ طرزِ فکر کسی بھی مذہبی یا سماجی نظام کے لیے نہایت خطرناک ہوتی ہے، کیونکہ اس میں انصاف کا مرکز حق کے بجائے طاقت بن جاتا ہے۔

ندا نصر کی کال یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ جماعتی ڈھانچے میں ایک غیر اعلانیہ درجہ بندی موجود ہے، جہاں عام کارکن یا خاتون کی حیثیت کمزور ہے اور بااثر افراد کے لیے ایک غیر

مرئی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اگر یہ مؤقف درست ہے تو یہ محض ایک واقعہ نہیں بلکہ ایک سوچ کی نشاندہی کرتا ہے، ایسی سوچ جس میں "نظام بچانے" کے نام پر مظلوم کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں قادیانیت کے اخلاقی دعوے اور عملی رویے آمنے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔

اس تناظر میں یہ سوال بھی اہم ہو جاتا ہے کہ اگر جماعت واقعی اپنے اندر احتساب اور اصلاح کا دعویٰ رکھتی ہے تو پھر شفاف تحقیقات، غیر جانبدار سماعت اور قانونی راستے کی حوصلہ افزائی کیوں نہیں کی گئی۔ ندا نصر کے مطابق انہیں یہ تاثر دیا گیا کہ طاقتور افراد کے خلاف بات کرنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ خود ان کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح کا ماحول کسی ایک فرد کو نہیں بلکہ پوری جماعت کے کمزور طبقات، خصوصاً خواتین، کو عدم تحفظ کا شکار بنا دیتا ہے۔

یہ نکتہ ہماری کتاب "قادیانی کنجر خانہ" کے مرکزی بیانیے سے اس لیے جڑتا ہے کہ یہاں مسئلہ محض اخلاقی لغزشوں کا نہیں بلکہ ایک ایسے نظام کا ہے جو اپنے اندر پیدا ہونے والی خرابیوں کو تسلیم کرنے کے بجائے انہیں چھپانے کو ترجیح دیتا ہے۔ جب مظلوم کی زبان بند کی جائے اور بااثر افراد کے گرد حفاظتی حصار کھڑا کر دیا جائے تو بدکاری، استحصال اور ناانصافی ایک فرد سے نکل کر پورے نظام کی پہچان بن جاتی ہے۔ ندا نصر کا الزام اسی نظامی خرابی کی علامت کے طور پر سامنے آتا ہے، جو قادیانیت کے دعوائے پاکیزگی پر ایک گہرا سوالیہ نشان قائم کرتا ہے۔

نکتہ نمبر6:

(ندا نصر کی جانب سے جماعتی عہدیدار پر جنسی اور رومانوی پیغامات کا الزام)

یہ نکتہ دراصل پورے قضیے کا اخلاقی اور اصولی مرکز ہے۔ ندا نصر کا مؤقف یہ نہیں کہ وہ

محض ذاتی سطح پر کسی رویّے سے نالاں ہیں، بلکہ ان کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر جنسی نوعیت کے نامناسب رویّوں کے سنگین الزامات ہوں، اور ان الزامات کے ساتھ تحریری پیغامات، ای میلز یا چیٹس جیسا مادی ریکارڈ موجود ہو، تو ایسا شخص خود قادیانی جماعت کے اپنے دعویٰ کردہ اخلاقی معیار کے مطابق بھی کسی جماعتی منصب پر فائز رہنے کا اہل نہیں رہتا۔

قادیانی جماعت اپنے لٹریچر اور خطابات میں یہ دعویٰ کرتی رہی ہے کہ اس کا نظام ایک "روحانی خلافت" کے تحت چلتا ہے، جہاں عہدیداروں سے تقویٰ، طہارتِ کردار اور اعلیٰ اخلاق کی توقع کی جاتی ہے۔ لیکن ندا نصر کے بیان کردہ مؤقف نے اس بیانیے کو اندر سے چیلنج کر دیا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ الزام درست ہے یا غلط، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ ایسے الزامات کے بعد جماعت کا ردِعمل کیا ہونا چاہیے تھا۔

اگر جماعت واقعی اخلاقی تطہیر اور احتساب پر یقین رکھتی ہے تو منطقی طور پر پہلا قدم یہ ہونا چاہیے تھا کہ الزام زدہ عہدیدار کو غیر جانبدارانہ تحقیقات مکمل ہونے تک عہدے سے الگ کیا جاتا، تاکہ نہ متاثرہ فریق دباؤ میں آئے اور نہ جماعتی نظام پر سوال اٹھے۔ مگر ندا نصر کے بیانات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ عہدے کا تقدس فرد کے عمل پر غالب رکھا گیا، اور متاثرہ عورت کو صبر، خاموشی یا معاملہ دبانے کا مشورہ دیا گیا۔

یہ طرزِعمل خود قادیانی جماعت کے اپنے دعووں سے ٹکراتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص واقعی "خلیفہ کے نظام" کے تحت منتخب یا مقرر ہوتا ہے، تو پھر اس کے کردار پر اٹھنے والا سوال پورے نظام پر سوال بن جاتا ہے۔ ندا نصر کا مؤقف اسی نکتے پر مرکوز ہے کہ عہدہ کسی کو اخلاقی احتساب سے بالاتر نہیں بناتا۔

یہاں ایک اور اہم پہلو بھی سامنے آتا ہے۔ قادیانی لٹریچر میں عورت کو بارہا فتنہ، کمزور

اور حدود میں رہنے کی تلقین کی جاتی ہے، مگر جب وہی عورت کسی بااثر مرد کے خلاف آواز اٹھاتی ہے تو اس کی بات کو ذاتی مسئلہ، جذباتی ردِعمل یا نظم شکنی قرار دے دیا جاتا ہے۔ ندا نصر کے کیس میں بھی یہی تضاد نمایاں ہوتا ہے کہ کردار پر سوال عورت کے اٹھانے سے جرم نہیں بنتا، بلکہ عورت ہی سوال بن جاتی ہے۔

اس نکتے کے تحت یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ندا نصر کا اعتراض محض کسی فرد کے خلاف نہیں، بلکہ ایک ایسے جماعتی کلچر کے خلاف ہے جس میں عہدہ، نسبت اور طاقت جواب دہی سے بچنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو اس رسالے کے مرکزی دعوے سے جڑتا ہے کہ قادیانی نظام میں اخلاقی زوال محض انفرادی نہیں بلکہ ساختی (systemic) ہے۔

یوں نکتہ نمبر 6 یہ ثابت کرتا ہے کہ مسئلہ صرف ایک الزام یا ایک چیٹ کا نہیں، بلکہ یہ سوال ہے کہ کیا قادیانی جماعت واقعی اپنے دعویٰ کردہ روحانی و اخلاقی معیار پر خود بھی پورا اترتی ہے، یا یہ معیار صرف دوسروں کو ناپنے کے لیے ہیں، اپنے بڑوں کے لیے نہیں؟

نکتہ نمبر 7:

(مرزا مسرور کا موقف اور چیٹس کے مختلف معانی)

ندا نصر کی جانب سے جو ای میلز اور واٹس ایپ چیٹس پیش کی گئی ہیں، ان میں واضح اور کلیر زبان میں جنسی ہراسانی اور زیادتی کے الزامات بیان کیے گئے ہیں۔ نکتہ نمبر 7 میں مرزا مسرور کا مؤقف سامنے آیا کہ ان چیٹس کے الفاظ کے مختلف مطلب نکل سکتے ہیں، اور اس لیے ان سے حتمی نتیجہ نکالنا درست نہیں۔

اس موقف کا تجزیہ کرتے ہوئے چند اہم پہلو سامنے آتے ہیں:

1. واضحیت اور معنویت کا فقدان:

مرزا مسرور کے دعوے کے مطابق چیٹس کے الفاظ کے مختلف مطلب نکل سکتے ہیں،

مگر حقیقت یہ ہے کہ ندا نصر کی جانب سے پیش کیے گئے تمام مکالمات مکمل طور پر واضح اور مخصوص ہیں۔ان میں کسی قسم کی مبہمیت یا متضاد اشارے نہیں ہیں۔ ہر جملہ براہ راست اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی جنسی استثنائی صورت حال کو بیان کیا ہے، اور ہر چیٹ میں صرف اسی موضوع پر گفتگو ہوئی۔

2.ثبوت کی سالمیت:

ای میلز اور واٹس ایپ چیٹس بلیک اینڈ وائٹ ثبوت کے طور پر پیش کی گئی ہیں، جنہیں کسی بھی طرح کی تشریح یا معنویت کی تبدیلی کے ذریعے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔مرزا مسرور کے مؤقف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شواہد کی حقیقت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ یہ شواہد براہ راست وقوعات سے متعلق ہیں۔

3.عوامی اور جماعتی ربط:

مرزا مسرور کی اس بات سے یہ تاثر بھی ابھرتا ہے کہ وہ جماعتی سطح پر ہونے والے واقعات کو چھپانے اور اپنے موقف کی حفاظت کے لیے کسی بھی واضح ثبوت کو نظرانداز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اس مؤقف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قادیانیت میں اعلیٰ قیادت بھی ایسے گھناونے اعمال سے لاعلم نہیں، بلکہ وہ انہیں چھپانے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔

4.ناد نصر کے موقف کی مضبوطی:

چیٹس کے صاف اور واضح مواد کے پیش نظر، ندا نصر کا موقف ہر اعتبار سے مستند اور مضبوط ہے۔الفاظ کے ”متعدد مطلب“ نکالنے کی کوشش صرف دفاعی حربہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ای میلز اور چیٹس میں کوئی ایسا جملہ نہیں جس سے الزامات کی صداقت پر شک کیا جا سکے۔

نکتہ نمبر 7 یہ واضح کرتا ہے کہ مرزا مسرور کا مؤقف محض تشریحی حربہ ہے تاکہ قادیانی

قیادت کے خلاف پیش کیے گئے واضح ثبوت کو کمزور کیا جا سکے۔ تاہم، ای میلز اور واٹس ایپ چیٹس کے مواد کی بنیاد پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ندا نصر کے ساتھ جنسی ہراسانی اور زیادتی کے واقعات حقیقت پر مبنی ہیں۔ اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ پوری قادیانیت میں اخلاقی زوال اور جنسی بدکاری کا نظام موجود ہے، اور اعلیٰ قیادت اس میں براہ راست یا بالواسطہ ملوث ہے۔

نکتہ نمبر 8:

(برطانوی قانون اور جماعتی نظام میں تضاد)

ندا نصر نے یہ مؤقف پیش کیا کہ برطانیہ کے قانونی نظام اور عدالتیں اس نوعیت کے شواہد کو سنجیدگی سے دیکھیں گی، جبکہ قادیانی جماعتی نظام انہیں مکمل طور پر نظرانداز کر رہا ہے۔ اس نکتہ پر تفصیل سے روشنی ڈالنا نہایت ضروری ہے تاکہ قادیانیت کے اندر موجود تضاد اور اخلاقی زوال واضح ہو سکے۔

1. عدالتی نظام کی سنجیدگی:

برطانوی قانون میں خواتین کے خلاف جنسی ہراسانی اور زیادتی کے مقدمات کو انتہائی سنجیدگی سے لیا جاتا ہے۔ ندا نصر کے پاس جو ای میلز اور واٹس ایپ چیٹس موجود ہیں، وہ براہ راست اور واضح شواہد ہیں، جو کسی بھی عدالت میں قابل سماعت اور قابل تحقیق ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قانونی دائرہ کار میں ندا نصر کے دعوے کو صحیح اور قابل تصدیق سمجھا جائے گا۔

2. جماعتی نظام کی خاموشی:

قادیانی جماعت میں اعلیٰ قیادت، حتیٰ کہ خلیفہ تک، ایسے شواہد کو نظرانداز کرتے ہیں یا چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جماعتی نظام میں شفافیت یا انصاف کا فقدان ہے۔

اندرونی رپورٹس، مشورے یا شکایات کو بالکل سنجیدہ نہیں لیا جاتا، اور متاثرہ افراد کے حقوق کو مکمل طور پر نظرانداز کیا جاتا ہے۔ یہ نقطہ جماعتی اخلاقی زوال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

3. ثبوت اور انصاف کا تضاد:

ندا نصر کے پاس موجود چیٹس اور ای میلز عدالت کے لیے مضبوط ثبوت ہیں، لیکن جماعتی سطح پر یہ شواہد قابل توجہ نہیں سمجھے جاتے۔ اس تضاد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قادیانی قیادت اپنے معاشرتی اور اخلاقی دائرہ کار میں مکمل طور پر ناکام ہے۔ وہ اپنے اعلیٰ ممبران کی بدکاری کو چھپانے کے لیے جماعتی نظام کو تحفظ فراہم کرتی ہے، جس سے متاثرہ افراد کے لیے انصاف ناممکن ہو جاتا ہے۔

4. عالمی سطح پر مضمرات:

برطانیہ جیسے ملک میں قانونی شفافیت اور انصاف کے موجود ہونے سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ اگر ندا نصر کی شکایات کو بیرونی سطح پر پیش کیا جائے تو ان کی صداقت تسلیم کی جائے گی۔ اس سے نہ صرف قادیانی جماعت کا اندرونی نظام بے نقاب ہوتا ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی یہ جماعت بدکاری اور ظلم کے مرکز کے طور پر دیکھی جائے گی۔

نکتہ نمبر 8 یہ ثابت کرتا ہے کہ قادیانی جماعتی نظام اور برطانوی قانونی نظام کے درمیان واضح تضاد موجود ہے۔ برطانوی عدالتیں شواہد کو تسلیم کریں گی اور انصاف فراہم کریں گی، جبکہ جماعتی قیادت ان مظالم کو چھپانے اور متاثرین کو خاموش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانیت میں اخلاقی اور عدالتی دونوں سطحوں پر شدید بحران موجود ہے، اور اعلیٰ قیادت اس میں براہِ راست یا بالواسطہ ملوث ہے۔

نکتہ نمبر 9:

(بیعت اور جماعتی وفاداری کا تضاد)

ندا نصر کے مؤقف کے مطابق، مرزا مسرور بار بار یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر ندا ان کے فیصلوں کو غیر اسلامی سمجھتی ہیں تو پھر بیعت میں رہنے کا کیا جواز ہے۔ اس نکتہ پر تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ قادیانی قیادت کی منطق میں موجود تضاد اور مبہمیت واضح ہو سکے۔

1. بیعت کا مفہوم اور ذمہ داری:

بیعت ایک مذہبی اور جماعتی عہد ہے جس میں مرید اپنے مرشد کی رہنمائی کو قبول کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ لیکن ندا نصر کے مؤقف کے مطابق جب مرشد یا خلیفہ غیر اسلامی فیصلے کرتا ہے یا اخلاقی طور پر بے بنیاد احکام دیتا ہے، تو مرید کی بیعت میں رہنا خود تضاد پیدا کر دیتا ہے۔ قادیانی قیادت اس بنیادی مسئلے کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔

2. مرزا مسرور کا منطقی سوال:

مرزا مسرور کا سوال بظاہر منطقی لگتا ہے کہ اگر کسی مرید کو قیادت کے فیصلے غیر اسلامی لگیں تو بیعت کیوں برقرار رکھی جائے۔ لیکن اس سوال کی اصل تہہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ قادیانی جماعتی نظام میں مرید کی رائے، اخلاقی تحفظ اور اصولی اختلاف کی کوئی جگہ نہیں۔ مرشد یا خلیفہ کی بات کو بلا چون و چرا قبول کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے، خواہ وہ غیر اسلامی یا اخلاقی طور پر قابل اعتراض ہو۔

3.. جماعتی وفاداری بمقابلہ شریعت:

ندا نصر کے مؤقف کے مطابق، مرزا مسرور کی بار بار تکرار شدہ دلیل اس بات کو چھپا نہیں سکتی کہ قادیانی نظام میں جماعتی وفاداری شریعت اور اسلامی اصولوں پر مقدم ہے۔ اگر کوئی مرید قیادت کے غیر اسلامی فیصلوں پر اعتراض کرے، تو اسے بیعت میں رہنے کی دلیل پیش کی جاتی ہے، جبکہ حقیقی اسلامی تعلیمات میں یہ ممکن نہیں۔ اس سے قادیانی قیادت کی

اخلاقی اور شرعی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

4.تضاد اور بے اعتمادی:

اس نقطے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قادیانی نظام میں بیعت کا اصل مقصد اللہ کی رضا یا اسلامی اصولوں کی پاسداری نہیں بلکہ جماعتی وفاداری اور قیادت کی بالادستی ہے۔ ندا نصر جیسے افراد کی اعتراضات کو نظرانداز کرنے کا عمل جماعتی تشدد اور ذہنی دباؤ پیدا کرتا ہے، جو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

نکتہ نمبر 9 یہ واضح کرتا ہے کہ قادیانی جماعت میں بیعت کو بطور الزام یا جبر استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ حقیقی اسلامی تعلیمات میں بیعت اصول، ایمان اور اخلاقی وفاداری پر مبنی ہوتی ہے۔ مرزا مسرور کا سوال اس تضاد کو منطقی طور پر چھپا نہیں سکتا، اور یہ نکتہ پوری جماعت کی داخلی کمزوری اور قیادت کی غیر اسلامی رویوں کو بے نقاب کرتا ہے۔

نکتہ نمبر 10:

(بیعت سے نکلنے اور خود ارادیت کا حق)

ندا نصر کا واضح مؤقف ہے کہ وہ قادیانی جماعت میں بیعت سے نکلنے کے فیصلے کو کسی بھی قسم کے دباؤ یا بیانیہ کنٹرول کے تحت نہیں لینا چاہتی، بلکہ یہ ان کا ذاتی اور خود ارادی فیصلہ ہے۔ اس نکتے پر تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری ہے تا کہ قادیانی قیادت کے اندر موجود جبر، دباؤ اور بیانیہ سازی کے نظام کو واضح کیا جا سکے۔

1.بیعت سے نکلنے کا حق:

ندا نصر کے مؤقف کے مطابق، ہر فرد کو بیعت کرنے یا اسے ختم کرنے کا حق اللہ کے قوانین اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیے۔ قادیانی قیادت، خاص طور پر خلیفہ، بیعت کو ایک ایسا ذریعہ سمجھتے ہیں جس سے مرید کو مکمل قابو میں رکھا جا سکے۔ تاہم ندا نصر یہ واضح کرتی

ہیں کہ بیعت کو برقرار رکھنا یا ختم کرنا صرف مرید کی ذاتی رضا اور شرعی حق میں ہونا چاہیے۔

2. دباؤ اور بیانیہ کنٹرول:

قادیانی قیادت کی طرف سے بیعت کو ایک معاشرتی اور نفسیاتی دباؤ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مرید کو بار بار یہ باور کرایا جاتا ہے کہ بیعت سے نکلنا نافرمانی اور گناہ ہے۔ ندا نصر اس نقطے کی جانب اشارہ کرتی ہیں کہ بیعت سے نکلنے کے حق کو دباؤ، دھمکی یا سماجی کنٹرول کے ذریعے محدود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو کہ ایک جبر اور غیر اسلامی رویہ ہے۔

3. خود ارادیت اور فیصلہ سازی:

ندا نصر کا موقف یہ ہے کہ بیعت سے نکلنے یا برقرار رکھنے کا فیصلہ ہر شخص کے ذاتی اور شعوری اختیار میں ہونا چاہیے۔ وہ کسی بیرونی دباؤ یا قیادت کے حکم کے تحت اپنی زندگی کے مذہبی فیصلے نہیں لینا چاہتیں۔ یہ موقف اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ قادیانی نظام میں ذاتی فیصلہ سازی اور اخلاقی آزادی کو محدود کیا گیا ہے، اور ندا نصر کے موقف سے یہ حقیقت بے نقاب ہوتی ہے۔

4. قیادت کے رویے کی تنقید:

اس نکتے سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی خلیفہ اور جماعتی قیادت مرید کی ذاتی آزادی، شرعی حق اور ذہنی سکون کو نظرانداز کرتے ہیں۔ بیعت کو صرف قابو پانے اور جماعت کے بیانیہ کو مضبوط کرنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ ندا نصر کا موقف اس جبر، کنٹرول اور اخلاقی تضاد کی مخالفت ہے۔

نکتہ نمبر 10 یہ ظاہر کرتا ہے کہ ندا نصر بیعت کو اپنے ضمیر اور شعور کے مطابق ختم کرنے کی خواہش رکھتی ہیں، اور یہ کہ قادیانی جماعت میں موجود بیانیہ کنٹرول اور دباؤ حقیقی اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ نکتہ قیادت کی غیر اسلامی اور جبر پر مبنی پالیسی کو واضح کرتا ہے اور

مرید کے خود ارادیت کے حق کو نمایاں کرتا ہے۔

نکتہ نمبر 11:

(تحقیقات کی تاخیر اور جانبداری)

ندا نصر کے مؤقف کے مطابق، قادیانی جماعت میں ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے حوالے سے تحقیقات نہ تو بروقت کی گئیں اور نہ ہی غیر جانبدارانہ انداز میں۔اس نکتے پر تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ جماعت کے اندرونی نظام میں موجود کمزوری، جانبداری اور دباؤ کی حقیقت واضح ہو سکے۔

1.تحقیقات میں تاخیر:

ندا نصر کا مؤقف ہے کہ جب انہوں نے جنسی زیادتی یا ہراسانی کے واقعات کی اطلاع دی، تو قادیانی قیادت نے فوری اور شفاف تحقیقات کا آغاز نہیں کیا۔ابتدائی ردعمل میں یہ معاملہ نظرانداز کیا گیا یا التوا میں ڈال دیا گیا، جس سے متاثرہ فرد کی مشکلات میں اضافہ ہوا۔یہ رویہ جماعت کے اندر موجود غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ نظام کی عکاسی کرتا ہے۔

2.جانبداری کا عنصر:

ندا نصر کے مطابق تحقیقات اس طرح کی گئیں کہ قیادت کی حمایت یافتہ افراد یا اہل خانہ کی رائے کو زیادہ وزن دیا گیا، جبکہ متاثرہ فرد کی شکایت کو کمزور یا نظرانداز کیا گیا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت میں انصاف کی فراہمی کسی موازنہ یا شفاف اصول پر مبنی نہیں، بلکہ ذاتی مفاد اور تعلقات کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

3.دباؤ اور ماحول کی خرابی:

تحقیقات کے دوران دباؤ، خوف اور ہراسگی کا ماحول قائم کیا گیا۔ندا نصر کا کہنا ہے کہ مرید کو اپنے مؤقف کے اظہار میں رکاوٹ ڈالی گئی، اور قیادت کی جانب سے غیر رسمی دھمکی یا

نفسیاتی دباؤ کا سہارا لیا گیا۔ یہ رویہ ظاہر کرتا ہے کہ جماعت میں انصاف اور شفافیت کے نام پر محض دکھاوا کیا جاتا ہے۔

4. نتائج کی غیر شفافیت:

تحقیقاتی عمل کے بعد جو نتائج سامنے آئے، وہ متاثرہ فرد کے تجربات اور شواہد کی بنیاد پر نہیں، بلکہ قیادت کے مفاد یا جماعت کے وقار کی حفاظت کے تحت پیش کیے گئے۔ ندا نصر کا موقف یہ ہے کہ اس طرح کی جانبدارانہ کارروائی متاثرہ کو مزید مظلوم بناتی ہے اور قادیانی نظام کی اصلیت کو بے نقاب کرتی ہے۔

نکتہ نمبر 11 یہ واضح کرتا ہے کہ قادیانی جماعت میں شکایات اور تحقیقات کا نظام بروقت، غیر جانبدار اور شفاف نہیں۔ ندا نصر کی شکایت اور مؤقف سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جماعت میں انصاف کا عمل قیادت کے کنٹرول اور دباؤ کے تابع ہے، اور متاثرہ افراد کے حقوق کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔

نکتہ نمبر 12:

(مرزا مسرور کا مؤقف اور قیادت کی خودمختاری)

ندا نصر کے مؤقف اور شواہد کے تناظر میں یہ نکتہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ قادیانی جماعت میں قیادت کی خودمختاری اور شفافیت کی کمی کو واضح کرتا ہے۔ مرزا مسرور نے اپنے مؤقف میں کہا کہ تحقیقات ان کے اپنے طریقۂ کار کے مطابق ہو رہی ہیں اور وہ کسی کو جواب دہ نہیں، سوائے اللہ کے۔ اس بیان کا تفصیلی تجزیہ درج ذیل ہے:

1. قیادت کی خودمختاری:

مرزا مسرور کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت کی اعلیٰ قیادت اپنی کارروائیوں میں مکمل خودمختاری رکھتی ہے۔ ندا نصر کے مطابق، یہ خودمختاری بعض اوقات متاثرہ افراد کے

حقوق کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، کیونکہ کوئی بیرونی یا غیر جانبدار ادارہ مداخلت یا نگرانی نہیں کر سکتا۔

2.جواب دہی کی کمی:

مؤقف میں کہا گیا کہ وہ صرف اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔حقیقی معنوں میں یہ بیان جماعت کے اندر انسانی حقوق، شفافیت اور قانون کے مطابق جواب دہی کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔متاثرہ افراد کے لیے یہ ایک طرح کا پیغام ہے کہ ان کی شکایات کی شنوائی یا انصاف کی فراہمی قیادت کی مرضی اور مفاد کے تابع ہے۔

3.تحقیقات کی غیر شفافیت:

مرزا مسرور کے طریقۂ کار پر مبنی تحقیقات اکثر شفافیت سے خالی ہوتی ہیں۔ندا نصر کے مؤقف کے مطابق، ایسے طریقۂ کار میں متاثرہ کے فراہم کردہ شواہد یا دلائل کو نظر انداز کیا جاتا ہے، اور فیصلہ سازی قیادت کے اندر محدود حلقے کی پسند یا مفاد پر منحصر رہتی ہے۔

4..جماعت میں اثرات:

یہ رویہ جماعت کے اندر خوف اور عدم تحفظ کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ندا نصر کے مطابق، ایسے مؤقف سے مریدین یا متاثرہ افراد اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے سے خوفزدہ ہوتے ہیں، اور بدعنوان رویوں کو چھپانے یا معمولی سمجھنے کی اجازت ملتی ہے۔

نکتہ نمبر 12 سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قادیانی قیادت، بالخصوص مرزا مسرور، اپنی کارروائیوں میں مکمل خودمختاری رکھتے ہیں، جس کے نتیجے میں تحقیقات متاثرہ فرد کے لیے غیر شفاف اور غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔یہ نقطہ جماعت کی اندرونی کمزوری، جانبداری اور انصاف کی عدم فراہمی کو بے نقاب کرتا ہے۔

نکتہ نمبر 13:

(مرزا مسرور پر ذاتی و خاندانی دباؤ اور کمپرومائزڈ فیصلے)

ندا نصر کے مؤقف کے مطابق قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور بعض اوقات ذاتی اور خاندانی دباؤ کے تحت فیصلے کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ان کے فیصلے کمپرومائزڈ یا متاثرہ فرد کے حق میں غیر منصفانہ ہو جاتے ہیں۔ اس نکتہ کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے چند اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

1. ذاتی دباؤ کا اثر:

ندا نصر کا کہنا ہے کہ مرزا مسرور کے فیصلے صرف قیادت کی طاقت یا جماعت کی پالیسیوں پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات ذاتی مفادات، خاندانی تعلقات اور قریبی حلقے کے دباؤ سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ یہ رویہ جماعت کے اندر شفافیت اور انصاف کی فراہمی میں رکاوٹ بنتا ہے۔

2. خاندانی دباؤ:

مرزا مسرور کا خاندان قادیانی قیادت کے اندر مضبوط اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ ندا نصر کے مؤقف کے مطابق بعض فیصلے خاندان کے تحفظ یا مفاد کے لیے کیے جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں متاثرہ افراد کے حقوق کی پامالی ہو سکتی ہے۔

3. کمپرومائزڈ فیصلے:

اس اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ بعض فیصلے مکمل طور پر غیر جانبدارانہ نہیں ہوتے، بلکہ دباؤ یا مفاد کی بنیاد پر متاثرہ فرد یا معاملات کے حق میں غیر منصفانہ فیصلے کیے جاتے ہیں۔ ندا نصر کے مطابق اس سے جماعت میں عدل و انصاف کی ساکھ متاثر ہوتی ہے اور متاثرہ افراد کی شکایات دب جاتی ہیں۔

4. جماعت میں اثرات:

یہ صورتحال نہ صرف متاثرہ افراد کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ جماعت کے عمومی ماحول میں خوف اور عدم تحفظ پیدا کرتی ہے۔ ممبران یہ دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ قیادت بھی دباؤ کے تحت فیصلے کرتی ہے، جس سے اندرونی بدعنوانی اور ناانصافی کو فروغ ملتا ہے۔

ندا نصر کی رپورٹ کے مطابق نکتہ نمبر 13 سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرزا مسرور کی قیادت بعض اوقات ذاتی اور خاندانی دباؤ کے اثر میں کمپرومائزڈ ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت قادیانی جماعت کے اندر شفافیت اور انصاف کی کمی کو بے نقاب کرتی ہے اور متاثرہ افراد کے لیے ایک غیر محفوظ ماحول پیدا کرتی ہے۔

نکتہ نمبر 14:

(ندا نصر کا عدالتی و عوامی موقف اور خاموش نہ رہنے کا عزم)

ندا نصر کے مؤقف کے مطابق وہ اپنی ذات پر ہونے والے ظلم و زیادتی کے خلاف خاموش نہیں رہیں گی اور ہر ممکنہ فورم پر انصاف حاصل کرنے کے لیے آواز بلند کریں گی۔ اس نکتہ کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

1. خاموش نہ رہنے کا عزم:

ندا نصر بار بار یہ واضح کرتی ہیں کہ وہ کسی دباؤ، دھمکی یا معاشرتی رکاوٹ کے تحت اپنی بات چھپائیں گی نہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ظلم، زیادتی اور جنسی ہراسانی جیسے واقعات کو چھپانا نہ صرف متاثرہ فرد کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ معاشرت میں غیر منصفانہ رویے کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔

2. عوامی فورم پر آواز بلند کرنا:

ندا نصر نے مؤقف اختیار کیا ہے کہ وہ اپنے کیس اور تجربات کو صرف ذاتی یا محدود

دائرے تک نہیں رکھیں گی بلکہ میڈیا، سوشل میڈیا اور دیگر عوامی فورمز کے ذریعے حقائق کو سامنے لائیں گی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ قادیانی جماعت میں موجود بدعنوانیوں اور غیر اخلاقی رویوں سے آگاہ ہو۔

3. عدالتی راستہ اختیار کرنا:

ندا نصر نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ قانونی فورمز کو استعمال کرتے ہوئے انصاف حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں گی۔ اس میں عدالتوں میں مقدمات دائر کرنا، ثبوت (جیسا کہ ای میلز، واٹس ایپ چیٹس) پیش کرنا اور قانونی کارروائی کے تمام مراحل سے گزرنا شامل ہے۔ یہ عمل یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کا موقف صرف شکایتی یا جذباتی نہیں بلکہ قانونی طور پر مضبوط اور دستاویزی ہے۔

4. معاشرتی اور اخلاقی اثرات:

ندا نصر کا عدالتی اور عوامی موقف معاشرے میں ایک مثال قائم کرتا ہے کہ ظلم اور جنسی ہراسانی کے خلاف آواز بلند کرنا ضروری ہے۔ اس سے دیگر متاثرہ افراد کو بھی حوصلہ ملتا ہے کہ وہ بھی اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کریں اور کسی بھی قسم کی بداخلاقی یا زیادتی کو چھپانے کی بجائے سامنے لائیں۔

ندا نصر کے بار بار یہ اعلان کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف ذاتی طور پر انصاف حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں بلکہ معاشرتی سطح پر بھی قادیانی جماعت میں موجود بدعنوانیوں اور جنسی زیادتیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان کا موقف یہ ثابت کرتا ہے کہ خاموشی اختیار کرنا ظلم کو فروغ دینے کے مترادف ہے اور وہ اس سلسلے میں کسی بھی قسم کے دباؤ کے سامنے سر نہیں جھکائیں گی۔

نکتہ نمبر 15:

(گفتگو کے دوران اعتماد کے شدید فقدان، جذباتی دباؤ، تلخ جملے)

ندا نصر اور دیگر متاثرین کے تجربات کی روشنی میں یہ نکتہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ قادیانی جماعت میں موجود اندرونی فضا اور رویوں کی حقیقی عکاسی کرتا ہے۔

1. اعتماد کا شدید فقدان:

متاثرین کا کہنا ہے کہ قادیانی جماعت میں داخلی سطح پر ایک خوفناک ماحول قائم ہے جہاں افراد ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہر بات یا تعلق میں شبہ اور خوف شامل ہوتا ہے۔ یہ فقدان اعتماد افراد کو اپنے حقوق کے حصول یا مسائل کی نشاندہی کرنے سے روکتا ہے اور انہیں ذہنی دباؤ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

2. جذباتی دباؤ:

متاثرین بار بار بیان کرتے ہیں کہ جماعت کے اندر رہتے ہوئے وہ مسلسل ذہنی اور جذباتی دباؤ میں رہے۔ ہر تعلق، ملاقات یا بات چیت میں خوف، دھمکی اور نفسیاتی دباؤ شامل ہوتا ہے۔ یہ دباؤ نہ صرف فرد کی خود اعتمادی کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ انہیں عملی اقدامات کرنے سے بھی روکتا ہے۔

3. تلخ جملوں کا تبادلہ:

جماعت کے اندر تعلقات میں تلخ جملے، طنز و مزاح کے نام پر توہین، اور زبانی جارحیت عام ہیں۔ یہ تلخ جملے اکثر متاثرین کو مزید دباؤ میں ڈال دیتے ہیں اور انہیں معاشرتی طور پر الگ تھلگ محسوس کراتے ہیں۔ یہ رویہ واضح کرتا ہے کہ جماعت میں احترام اور شفاف رویہ موجود نہیں ہے۔

4. باہمی الزامات:

اندرونی گفتگو میں باہمی الزامات کا مسلسل تبادلہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ افراد ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں اور کسی مسئلے کی جڑ تک پہنچنے کے بجائے محض ذاتی یا گروہی مفاد کے لیے الزامات کی سیاست چلتی ہے۔ اس سے نہ صرف اخلاقی اقدار پامال ہوتی ہیں بلکہ متاثرہ افراد کے لیے انصاف حاصل کرنا مزید دشوار ہو جاتا ہے۔

یہ نکتہ یہ واضح کرتا ہے کہ قادیانی جماعت میں اندرونی ماحول نہایت زہریلا اور غیر محفوظ ہے۔ اعتماد کی کمی، جذباتی دباؤ، تلخ جملے اور باہمی الزامات نے جماعت کو ایک ایسی جگہ میں بدل دیا ہے جہاں کوئی بھی فرد بلا خوف اور مکمل یقین کے ساتھ اپنی بات نہیں کہہ سکتا۔ اس ماحول نے ندا نصر اور دیگر متاثرین کو مسلسل ذہنی اذیت میں مبتلا رکھا اور ان کے مسائل کو سامنے لانے میں رکاوٹیں پیدا کیں۔

اختتامیہ

قادیانی جماعت کی اندرونی حقیقت اور ندا النصر کیس کا سبق

ندا النصر کیس، جو چوالیس منٹ کی فون کال میں منظر عام پر آیا، قادیانی جماعت کے اندر چھپی ہوئی بداعمالیوں اور جنسی سکینڈلز کا ایک ایسا شفاف آئینہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کیس میں ظاہر ہوا کہ جماعت کے اعلیٰ عہدیدار، خلیفہ مرزا مسرور احمد سمیت دیگر افراد، نہ صرف اخلاقی حدود کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں بلکہ نوجوان لڑکیوں اور خواتین کے انسانی حقوق کو بھی مسلسل پامال کرتے رہے ہیں۔ ندا النصر کے بیان سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ اس کا سگا باپ، جماعت کے عہدیدار اور رشتہ دار اس کے بچپن سے لیکر پینتیس سال کی عمر تک زنا بالجبر میں ملوث رہے۔

یہ واقعہ کسی ایک فرد یا ایک نسل کا مسئلہ نہیں بلکہ قادیانی جماعت کے قدیم ڈھانچے کی

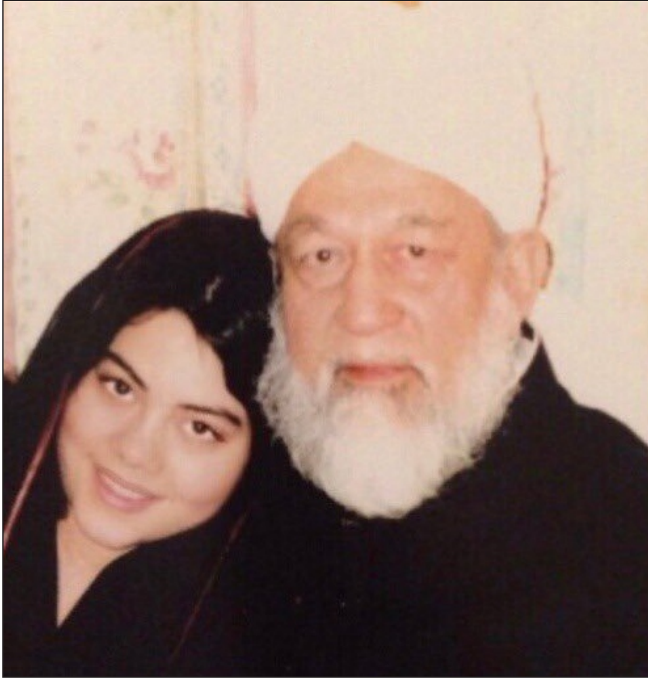
طرف اشارہ کرتا ہے۔ جماعت کی تاریخ میں پائی جانے والی یہ بداعمالیاں، جیسے کہ سابقہ رسائل میں چھپی ہوئی اخلاقی بدعنوانیاں، معاشرتی اور مذہبی اصولوں کی کھلم کھلا توہین، اور اعلیٰ عہدیداروں کی بے حیائی، یہ واضح کرتی ہیں کہ قادیانیت کبھی بھی اسلامی اخلاقیات اور انسانی وقار کا پابند نہیں رہی۔ رسائل اور دستاویزات کے مطابق یہ گندگی جماعت کے ہر دور میں موجود رہی، چاہے وہ تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد کے زمانے کی ہو یا چوتھے اور پانچویں خلیفہ کے دور کی۔

ندا النصر کے معاملے سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ قادیانی خلیفہ اور اعلیٰ عہدیدار اپنے ذاتی مفادات اور حوس کے لیے جماعت کی شہرت اور انسانی جان و عزت کو پامال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جماعت کے اندرونی اصول، شریعت کی تشریح اور قوانین صرف ایک دھوکہ ہیں، جنہیں ضرورت پڑنے پر اپنی مرضی کے مطابق بدلا جاتا ہے۔ قادیانی جماعت کے اندر بدکاری کے یہ اڈے، رسائل اور تاریخی واقعات کی روشنی میں واضح ہیں، اور یہ حقیقت عام قادیانیوں سے چھپائی جاتی رہی تاکہ جماعت کی ظاہری ساکھ برقرار رہے۔

ندا النصر کیس قادیانی جماعت کی حقیقی فطرت کو بے نقاب کرتا ہے۔ یہ صرف ایک انفرادی واقعہ نہیں بلکہ ایک وسیع نظام کی علامت ہے جو نسل در نسل لڑکیوں اور خواتین کی عزت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس کیس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کی اعلیٰ قیادت، جس میں خلیفہ اور سینئر عہدیدار شامل ہیں، اندرونی فساد میں شریک ہیں اور انسانی وقار کے لیے کسی قسم کا احترام نہیں رکھتے۔ یہ کتاب اور اس کے حوالے شدہ رسائل قاری کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ قادیانیت ایک اخلاقی و مذہبی بحران کی نمائندہ ہے، اور اس کی حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

یہ اختتامیہ قاری پر ایک واضح اور غیر متنازعہ تاثر چھوڑتا ہے: قادیانی جماعت کا ہر

دور، ہر خلیفہ اور ہر اعلیٰ عہدیدار اس قدیم اخلاقی گندگی میں شریک رہا ہے، اور ندا النصر کیس اس حقیقت کو عملی ثبوت کے طور پر سامنے لا چکا ہے۔



متاثرہ قادیانی لڑکی

متاثرہ قادیانی لڑکی جس سے قادیانی خلیفہ، باپ سمیت بہت سے قادیانی مربیوں نے زنا کیا



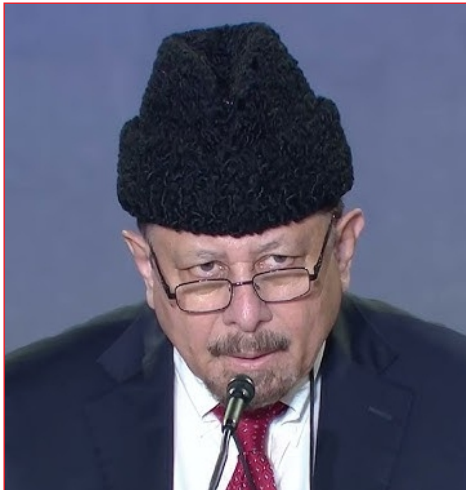
مرزا مسرور احمد
موجودہ قادیانیوں کا خلیفہ پنجم



ڈاکٹر مبشر احمد
فضل عمر ہسپتال اور طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ۔ ندا کی والدہ اور والد کا کزن
ندا کے رشتہ میں چچا بھی اور ماموں بھی، مرکزی ریپسٹ زانی مرزا مسرور کا کزن



مرزا لقمان احمد
(والد ندا طاہر)



مرزا مغفور احمد عرف چچا فوری
برادر خلیفہ مرزا مسرور احمد



محمود شاہ
سالہ موجوہ قادیانی خلیفہ مرزا مسرور، نواسہ خلیفہ دوم
ناظر اشاعت و اصلاح عرف کھوتے شاہ بقول ندا



نصیر شاہ
ندا اور ندا کی والدہ سے زنا کرنے والا

جامع خلاصہ کتاب مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی

یہ کتاب پانچ مستقل مگر باہم مربوط رسائل پر مشتمل ایک تحقیقی و تنقیدی سلسلہ ہے، جس کا مقصد قاری کو قادیانی تاریخ کے اُن پہلوؤں سے روشناس کرانا ہے جو عموماً پردۂ اخفا میں رکھے گئے، یا جن پر سرسری انداز میں بات کر کے آگے بڑھا دیا گیا۔ اس کتاب میں پیش کیا گیا مواد خود قادیانی مصادر، حوالہ جاتی اقتباسات اور داخلی بیانات پر مبنی ہے، تاکہ بحث کسی بیرونی الزام کے بجائے انہی کے لٹریچر کی روشنی میں سامنے آئے۔ اس پورے مجموعے میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر رسالہ سابقہ رسالے سے ربط رکھتا ہو، دلائل میں تکرار نہ ہو، اور قاری ایک منطقی تسلسل کے ساتھ نتیجے تک پہنچ سکے۔

رسالہ اوّل: مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں

اس پہلے رسالے میں تاریخی پس منظر قائم کیا گیا اور اُن حوالہ جات کا جائزہ لیا گیا جن سے لاہور، ہیرا منڈی اور اس ماحول کے ساتھ نسبتیں سامنے آتی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ محض ایک واقعہ نہیں بلکہ ایک مزاج، ایک رجحان اور ایک فکری سمت کو واضح کیا جائے۔ یہ رسالہ پوری کتاب کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور قاری کو آنے والی بحث کے لیے ذہنی طور پر تیار کرتا ہے۔

رسالہ دوم: مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر

دوسرے رسالے میں مخصوص مقام اور قیام کے حوالہ سے گفتگو کی گئی۔ یہاں مختلف بیانات کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا اور یہ دکھایا گیا کہ کس طرح بعد کے ادوار میں بعض مقامات اور واقعات کے نام بدل کر یا مبہم کر کے پیش کیے گئے۔ اس رسالے میں قاری کو یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ تاریخی بیانیہ کیسے تشکیل دیا جاتا ہے اور کیسے بعض حقائق کو نرم الفاظ میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔

رسالہ سوم: مرزا قادیانی کی رنڈی استانی

تیسرے رسالے میں ایک نئے زاویے سے بحث کو آگے بڑھایا گیا اور اُن روایات و اقوال پر گفتگو کی گئی جن میں تعلیم، تربیت اور فکری اثرات کا ذکر آتا ہے۔ یہاں سوال یہ اٹھایا گیا کہ اگر کسی شخصیت کے قریبی حلقے، اساتذہ یا ماحول ایسے ہوں تو اس کے فکری و اخلاقی نتائج کیا ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ محض الزامی نہیں بلکہ تنقیدی و تجزیاتی انداز اختیار کرتا ہے۔

رسالہ چہارم: مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں

چوتھا رسالہ اس سلسلے کی توسیع ہے جس میں خاندان، خلفاء اور جماعتی رویّوں کے حوالے سے وہ اقتباسات جمع کیے گئے جو ایک خاص ذہنیت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں قاری کو یہ احساس ہوتا ہے کہ معاملہ کسی ایک فرد تک محدود نہیں رہا بلکہ ایک پورا نظام اور کلچر بن چکا تھا، جس کے اثرات نسل در نسل منتقل ہوتے رہے۔

رسالہ پنجم: قادیانی کنجر خانہ

پانچواں اور آخری رسالہ معاصر دور سے تعلق رکھتا ہے، جہاں جدید ذرائع ابلاغ، لیک آڈیوز اور اندرونی بیانات کے ذریعے یہ دکھایا گیا کہ جن مسائل کی جڑیں ماضی میں تھیں، وہ آج بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں۔ اس رسالے میں یہ واضح کیا گیا کہ نظریاتی کمزوریاں اور اخلاقی تضادات وقت کے ساتھ ختم نہیں ہوئے بلکہ نئے عنوانات کے ساتھ سامنے آتے رہے ہیں۔

ان پانچوں رسائل کا مجموعی مطالعہ قاری کو ایک مکمل تصویر فراہم کرتا ہے۔ یہ کتاب کسی ایک واقعے یا ایک الزام کا نام نہیں بلکہ ایک مسلسل فکری، اخلاقی اور تاریخی جائزہ ہے۔ جو قاری اس کتاب کو ترتیب وار پڑھتا ہے، وہ خود نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت پاتا ہے اور اسے

بار بار کسی خارجی تشریح کی ضرورت نہیں رہتی۔

قارئین کے نام دعوت

ہم اہلِ علم، طلبہ، محققین اور عام قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کے تمام پانچوں رسائل کو ترتیب کے ساتھ ضرور مطالعہ کریں، کیونکہ ہر رسالہ اگلے باب کی تفہیم میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اگر آپ نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے تو اس کی ہارڈ کاپی اور سافٹ کاپی کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں، تاکہ حقائق کا یہ سلسلہ رکے نہیں بلکہ آگے بڑھے۔

مصنف کی دیگر تصانیف اور تعاون کی اپیل

یہ کتاب مصنف کی تحقیقی کاوشوں کا صرف ایک حصہ ہے۔ مصنف کی دیگر کتب بھی اسی سنجیدہ، حوالہ جاتی اور تحقیقی اسلوب کی حامل ہیں، جن کا مطالعہ قاری کی فکری بالیدگی میں اضافہ کرے گا۔ ہم مخیر حضرات، اہلِ خیر اور علم دوست شخصیات سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ ایسی کتب کی اشاعت، طباعت اور ترسیل میں تعاون کریں، تاکہ تحقیق اور حقائق پر مبنی ادب زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔

یہ کتاب ایک دعوتِ فکر ہے، ایک علمی چیلنج ہے، اور ایک ذمہ دارانہ مطالعے کی طرف قدم ہے۔ جو قاری سچ کی تلاش میں ہے، اس کے لیے مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی ایک مکمل اور مربوط دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

مصنف کی دیگر کتب

قادیانی کلمہ

مرزا قادیانی چور

مرزا کے 200 جھوٹ

مرزا قادیانی مسیح بیماری

قادیانی کذاب

مرزا قادیانی زانی

قادیانی توحید

مرزا قادیانی سدومی

مرزا چوہڑہ

مرزا قادیانی دیوث

عقیدہ ختم نبوت

مرزا قادیانی شرابی

قادیانی کرتوتیں

مرزا قادیانی ٹھرکی

مرزا قادیانی مسیح گالی باز

مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر

مکتبہ ختم نبوت فورم

گوجرانوالہ 03247448814